وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ

اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے

یعنی سب سے بڑی نعمت، سب سے بڑی فضیلت، سب سے بڑی برکت، باعثِ نجات اور باعث رفعِ درجات ہے۔

کیا ذکر جہری حرام یا مکروہ ہے؟

قرآن وحدیث اور فقہی عبارات کے آئینہ میں

اس سوال کا مفصل جواب دیا گیا ہے، نیز سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے
اوراد و وظائف اور معمولات پر بھی کچھ گفتگو کی گئی ہے۔

﴿ تالیف ﴾

خالد سیف اللہ قاسمی نقشبندی عفا اللہ عنہ

خادم الحدیث والافتاء وخادم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

ذکر تصوف کا اصل اصول ہے اور تمام صوفیہ کے یہاں سب طریقوں پر رائج ہے جس شخص کیلئے ذکر کا دروازہ کھل گیا ہے اس کے لئے اللہ جل شانہ تک پہونچنے کا دروازہ کھل گیا، اور جو اللہ جل شانہ تک پہونچ گیا وہ جو چاہتا ہے پاتا ہے کہ اللہ جل شانہ کے پاس کسی چیز کی بھی کمی نہیں ہے۔
(فضائل ذکر: مصنفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ ص ۳۵۳)۔

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ

تصریحات

نام کتاب: کیا ذکرِ جہری حرام یا مکروہ ہے؟

تالیف: حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ

صحبت یافتہ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب نقشبندی مجددیؒ۔
اجازت یافتہ شیخ طریقت عارف باللہ حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم۔
و پیر طریقت واقف اسرارِ حقیقت حضرت شیخ آصف حسین صاحب فاروقی نقشبندی مدظلہم العالی برطانیہ۔
و جامع الاوصاف حضرت مولانا سید محمود حسن صاحبؒ خلیفہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ۔

کتابت: محمد دلشاد رشیدی، کھیڑہ افغان 9358199948

تصحیح: مولانا مفتی شمشاد احمد مظاہری مدرس جامعہ ہذا

تعداد: گیارہ سو/ 1100

صفحات: 272

قیمت: 300/ روپئے

پہلا ایڈیشن: اکتوبر 2014

ناشر

دَارالکُتب الاسلامیة

نزد جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

ISLAMIC BOOKS HOUSE

NEAR JAMIA ASHRAFUL ULOOM RASHEEDI

P.O. GANGOH, DISTT. SAHARANPUR (U.P.) PH: 0091+01331-232357

Website: WWW. jamiaashrafululoom-gangoh.org

فہرست

مضامین	صفحہ
انتساب۔	9
عرضِ مؤلف۔	10
فضائلِ ذکر قرآنی آیات کی روشنی میں۔	13
یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْ ااُذْکُرُوْااللّٰہَ الآیۃ کی شرح وتفسیر۔	13
جبریلؑ کا رسول پاک ﷺ کو ذکر کی تلقین کرنا۔	13
ذکر اللہ کی اہمیت اور تاکیدی حکم۔	16
فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ الآیۃ کی شرح وتفسیر۔	16
ذکر وفکر کرنے والوں کی تعریف۔	18
اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ الآیۃ کی شرح وتفسیر۔	18
صرف عقل ہدایت کیلئے کافی نہیں۔	21
ذکر اللہ کا طریقہ اور سلیقہ۔	23
وَاذْکُرْ رَبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ الآیۃ کی شرح وتفسیر۔	23
ذکر اللہ سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔	26
اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ الآیۃ کی شرح وتفسیر	26
ذاکرین کی روحانی کیفیات۔	27
افمن شرح اللہ صدرہ الآیۃ کی شرح وتفسیر۔	27
شرح صدر کی علامات۔	29

مضامین	صفحہ
تلاوت، نماز، ذکر اللہ کی ترغیبات۔	30
اُتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْکَ الآیۃ کی شرح وتفسیر۔	30
ذکر اللہ سب سے بڑا عمل ہے۔	31
نماز تہجد اور ذکر واستغفار کی ترغیب وفضیلت۔	32
تتجافٰی جُنُوْبُھُمْ الآیۃ کی شرح وتفسیر۔	32
اتباعِ سنت اور ذکر اللہ کا گہرا تعلق ہے۔	34
لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ الآیۃ کی شرح وتفسیر۔	34
ذکر کا فائدہ کب ہوتا ہے؟۔	35
علامہ ابن تیمیہؒ کا رد۔	36
ذکر اللہ مفرداً بھی ذکر ہی ہے۔	37
بکثرت ذکر اللہ کرنے والوں کیلئے مغفرت۔	38
وَالذَّاکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا الآیۃ کی شرح وتفسیر۔	38
مال اولاد کی وجہ سے ذکر اللہ سے غافل ہونا باعث خسارہ ہے۔	39
یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ لَا تُلْھِکُمْ الآیۃ کی شرح وتفسیر۔	39
تزکیہ اور ذکر اللہ کا گہرا تعلق۔	40

مضامین	صفحہ
قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی الآیۃ کی شرح وتفسیر۔	40
جہاں اللہ کا ذکر ہو وہ مقامات قابلِ عظمت ہیں	42
فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ الآیۃ کی شرح وتفسیر۔	42
خانقاہوں کی فضیلت اور ذکر قلبی کی اہمیت قرآن پاک سے۔	43
ذکر سے اعراض زندگی کو خراب کرنے والی چیز ہے	43
وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً الآیۃ کی شرح وتفسیر۔	43
شعراءِ ذاکرین قابلِ تعریف۔	44
اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ الآیۃ کی شرح وتفسیر۔	44
ذکر اللہ کے فضائل وفوائد۔	47
کیا حضرت شیخؒ کے نزدیک ذکر اللہ اور خانقاہوں میں جانا انفرادی عمل تھا؟۔	50
کیا انفرادی اعمال ذرات ہیں؟۔	51
فرض نماز مع الجماعت اور صلوٰۃ منفرد کا فرق۔	53
حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ کے قصہ سے استدلال کا جواب۔	53
ذکر مطلق منصوص ہے۔	55

مضامین	صفحہ
کیا نماز اور دیگر فرائض کے علاوہ بھی ذکر کی کوئی صورت ہے؟۔	57
تلاوت قرآن کے علاوہ ذکر کی شکل۔	58
ذکر کثیر مامور بہ ہے۔	60
باقیات فتاویٰ رشیدیہ۔	63
جہری ذکر جائز ہے اگر مضرتوں سے خالی ہو۔	63
مزید از فتاویٰ رشیدیہ۔	65
کیا ریاکاری کے خوف سے ذکر جہری ترک کیا جائے؟۔	65
کیا امام اعظمؒ نے ذکرِ جہری کو بدعت فرمایا ہے؟۔	66
ذکر جہری میں ضرب کا طریقہ۔	71
ذکر کے وقت تصور۔	72
ذکر جہری افضل ہے یا خفی؟۔	72
حیض ونفاس کی حالت میں ذکر کرنا۔	72
بغیر وضو کے ذکر کرنے کا مسئلہ۔	73
بیعت وذکر اللہ کے تعلق سے صاحبِ فتاویٰ کے بعض حالات۔	73
بیعت وسلوک۔	73

مضامین	صفحہ
پھرتو مرمٹا۔	77
بارہ تسبیح کی تلقین۔	78
اجازتِ بیعت۔	79
وطن واپسی۔	80
خانقاہِ قدوسیہ۔	80
گنگوہ کے تالاب پر الا اللہ کی ضربیں۔	83
امدادالفتاویٰ۔	85
ذکرجلی کاحکم۔	85
مشروع کہنے والوں کے تین قول ہیں۔	85
دلائل قائلین حرمت وکراہت۔	86
مجوّزین کے دلائل۔	87
بلندآواز سے ذکرکرنے کی حکمتیں۔	90
ذکرجہری کے بعض فوائد اور مساجد میں ذکرجہری کااستحباب۔	91
دلائلِ مانعین کے جوابات۔	93
حضرت علامہ کشمیریؒ اورذکرجہری۔	95
حضرت اقدس تھانویؒ کافیصلہ۔	96
ذکرجلی کی حد۔	99
فتاویٰ دارالعلوم زکریا (افریقہ)۔	99
کیاذکرجہری یعنی اللہ اللہ کرنابدعت ہے؟۔	99
فتاویٰ محمودیہ۔	101
ذکر بالجہر۔	101
ذکرجہری واجتماعی۔	103
ذکرجہری احادیث شریفہ کی روشنی میں۔	112
ذکرانفراداًواجتماعاً۔	113
ذکرہی سے معیت ربانی حاصل ہوتی ہے۔	113
ذکراللہ کے حلقوں میں فرشتوں کی حاضری۔	114
ذاکرین کے پاس ویسے ہی بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہوتا۔	115
علامہ انورشاہ کشمیریؒ کیافرماتے ہیں؟۔	118
حضرت امام شعرانیؒ کامشاہدہ۔	119
اس میخانہ کامحروم بھی محروم نہیں۔	120
دائرۂ ذکربقدرآواز ہوتاہے۔	121
علامہ انورشاہ کشمیریؒ کاایک وعظ۔	122
تسبیح سے میزان کابھرنا۔	124
ذکراجتماعی عمل ہے۔	125
ذاکرین پرحق تعالیٰ فخرومباہات کرتے ہیں۔	126
اللہ کاذکراتنا کروکہ لوگ مجنوں کہنےلگیں۔	126
اللہ کاذکرجنون نہیں بلکہ جنون کاعلاج ہے۔	127
اللہ کی سب سے بڑی ناراضگی۔	128

مضامین	صفحہ
معرفت کی حقیقت۔	128
حضرت بایزید بسطامیؒ۔	129
دل کے مردہ ہونے کی علامات۔	129
ذکرکے حلقے جنت کے باغات۔	130
علم وذکر کی مجلسوں کی فضیلت۔	131
ذکر کی مجلس میں شرکت چارغلام آزادکرنے سے افضل ہے۔	132
اجتماعی ذکرکی برکت سے مغفرت کاپروانہ۔	133
اہل کرم کون ہیں؟ (یعنی مکرّم عنداللہ)۔	134
کونسی مسجد سب سے افضل ہے؟۔	134
ساری فضیلت ذاکرین ہی لے گئے۔	135
پہاڑوں کوذکراللہ کاشوق اورذاکرین سے محبت	136
خلوت میں بھی ذکراللہ۔	139
بلندآواز سے ذکراللہ کرنے والااَوّاہ ہے۔	139
رسول پاک ﷺ کا صحابہ سے ہاتھ اٹھوانا اورذکراللہ کروانا۔	141
ذکراللہ کی تلقین۔	142
فرشتے ذکراللہ کے حلقے تلاش کرتے ہیں۔	143
رسول پاک ﷺ کو ذاکرین کے پاس بیٹھنے کاحکم۔	144
ذاکرین پر رحمت کی بارش اور رسول اللہ ﷺ کی شرکت۔	145
دونوں عالم کی بھلائی ذکراللہ سے وابستہ ہے۔	146
بازاروں میں ذکراللہ کی فضیلت۔	147
اوقاتِ صلاۃ کے علاوہ زور سے تکبیر پڑھنے کاحکم۔	148
علامہ سیوطی قدس سرہ کافیصلہ ذکرِ جہری کے استحباب پر۔	149
دلائل ذکرجہری وخفی کے درمیان تطبیق۔	149
ذکرجہری کےفوائد۔	150
ذاکرین قابل رشک ہونگے۔	151
مانعین کے استدلالات کے جوابات۔	152
حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کےاثر کی تفصیل۔	155
صحابۂ کرامؓ کاشوقِ ذکر۔	156
حرام یامکروہ کہنے والوں پررد۔	158
صوفیائے کرام کے حلقوں کے بارے میں اکابرفقہاء کی تصریحات۔	162
حدیث میں زور سے ذکرکی ممانعت کی وجہ۔	163
مقصدِ بعثت نبویؐ تزکیۂ نفوس بھی ہے۔	165
بدترین دور میں بہترین صحبتوں کی ضرورت۔	166

مضامین	صفحہ
فجر وعصر کے بعد کے اوقات دراصل ذکر اللہ کے اوقات ہیں۔	167
مساجد میں دینی پروگرام۔	168
آداب مساجد از فتاویٰ عالمگیری۔	170
کیا مسجد میں بلند آواز سے ذکر کرنا منع ہے؟۔	170
ایمان کے شعبوں میں سب سے افضل ذکر اللہ ہے۔	172
علم وذکر سے غفلت فتنہ وضلالت کا دروازہ کھول سکتی ہے۔	173
سلسلۂ عالیہ مجددیہ کا طریقۂ کار۔	175
حضرت مولانا خالد شہرزوری کردیؒ۔	176
علامہ ابن حجر مکی ہیثمیؒ کا معرفت سے بھرپور کلام	178
حضرت ملا علی قاریؒ کا ذوق ذکر اللہ۔	180
نقشبندیہ کے اوراد ووظائف اور معمولات کے بارے میں ایک گفتگو۔	182
ذکر قلبی افضل ہے۔	183
ذکر قلبی ہی اصل ہے اور اسی سے انسان معاصی سے بچتا ہے۔	185
رسول پاک ﷺ کا قلب مجلیٰ ہر وقت ذکر اللہ کرتا تھا۔	185
ذکر قلبی سے کیا مقصود ہے؟۔	186
قرآن میں ذکر خفی کی فضیلت۔	189
سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں ذکر کا طریقہ۔	191
ذاکرین کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔	192
سب سے بلند درجہ ذاکرین کا ہے۔	192
ذکر سے محبتِ الٰہی حاصل ہوتی ہے۔	193
ذکر الٰہی حفاظت کا قلعہ ہے۔	195
حدیث میں ذکر خفی کی فضیلت۔	196
سلسلۂ نقشبندیہ کی چار اہم چیزیں۔	198
لطائف کا بیان۔	199
نقشبندیہ کے بنیادی کلمات۔	204
بعض مشائخ نقشبندیہ کا ذکر جہری کو منع کرنا۔	206
سلسلۂ نقشبندیہ میں ذکر جہری کی طرف توجہ	207
نہ کرنے کی وجہ۔	210
یہ طریق انبیاءؑ کی شاہراہ ہے۔	212
نسبتِ نقشبندیہ کیا ہے؟۔	213
جذبۂ بدایت۔	213
ذکر کی حقیقت تک کیسے پہونچا جائے؟۔	218
حلقۂ ذکر۔	

مضامین	صفحہ
اجتماعی ذکر کا ثبوت۔	218
حدیث سے اس کی تائید۔	218
مجالس ذکر قائم کرنے کا حکم۔	219
حلقہ اجتماعی ذکر۔	220
صوفیاء کا معمول قرآن وسنت پر مبنی ہے۔	221
قرآن کریم سے حلقۂ ذکر کا ثبوت۔	223
قرآن مجید سے القاء اور تصرف باطنی کی چند مثالیں	224
حدیث فعلی میں توجہ اور تصرف کی مثال۔	225
اس طریقہ میں طالب کا سلوک شیخ مقتدیٰ کی تقلید پر ہے۔	226
سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی فضیلت۔	226
سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں دوامِ ذکر اور صحبت شیخ کی اہمیت۔	227
حضرت عبداللہ المعروف بہ شاہ غلام علیؒ۔	230
حضرت اقدس مجدد صاحب قدس سرہ کے بعض معمولات۔	233
حضرت شیخ آصف حسین فاروقی صاحب دامت برکاتہم کے اوصاف وکمالات۔	237
آپ کا وعظ وبیان۔	239
آپ کی مجلس۔	241
آپ کے اخلاق۔	241
آپ سے پہلی ملاقات۔	243
آپ کی توجہات۔	252
آپ کا عشق الٰہی۔	255
آپ کا عشق رسول ﷺ۔	257
سید الشریف جرجانیؒ کا حضرت خواجہ عطارؒ کی خدمت میں حاضر ہونا اور بیعت ہونا۔	259
شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت میں حاضری۔	260
امام الحرمین کا صوفیاء پر اعتراض اور پھر تائب ہونا۔	261
امام غزالیؒ کا صوفیاء پر انکار اور پھر تائب ہونا۔	261
علامہ ابن الجوزیؒ کا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ پر اعتراض اور توبہ کرنا۔	263
کونسے علماء وارث انبیاء ہیں؟۔	263
اولیاء اللہ سے محبت رکھیے۔	264
حضرت ابوبکر صدیقؓ اور طریقۂ نقشبندیہ کی فضیلت۔	265
صحائفِ معرفت۔	268

باسمہ تعالیٰ

انتساب

ناکارۂ خلائق اپنی اس مختصری تالیف کو رئیس المشائخ النقشبندیہ، امام طریقت، سرتاج الاولیاء، فخر الاتقیاء، قدوۃ الصلحاء، فانی فی اللہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کی طرف منسوب کرنے میں اپنی سعادت سمجھتا ہے، جن کی برکت سے امام ربانی، عالم حقانی، غوث صمدانی، منبع کمالاتِ ربانیہ، مصدر فیوضات صمدانیہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ الباری جیسے ولی کامل تیار ہوئے، جن کے فیض سے عالم فیضیاب ہوا اور ہورہا ہے، ربِ کریم ان بزرگوں کی برکات سے تمام عالم کو فیضیاب فرمائے، بندہ اور اس کے متعلقین کو بھی مالا مال فرمائے اور ان کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے!

آمین یا رب العالمین

خالد سیف اللہ عفا اللہ عنہ

خادمِ حدیث وافتاء وخادم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

ماہ ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ

عرضِ مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکر اللہ کے فضائل اور مناقب کے سلسلہ میں قرآن پاک اور احادیثِ شریفہ میں بہت زیادہ ترغیبات اور تاکیدات وارد ہوئی ہیں، جس کی وجہ سے ہر دور میں اس پر عمل کرنے کا بے حد جذبہ رہا ہے، کوئی دور سابق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے لیکر عصر حاضر کے اولیاء اللہ تک ایسا نہیں بچا جس میں ذکر اللہ کی اہمیت وعظمت کو تسلیم نہ کیا گیا ہو، جملہ انبیاء علیہم السلام، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بعد کے تمام علماء صلحاء اور مشائخ اولیاء اللہ کی حیات کا یہی وصف عنصر غالب تسلیم کیا گیا ہے اور اسی پر ان کی حیات دائر رہتی تھی اور وہ دوسروں کو بھی اس کی طرف راغب کرتے تھے، اللہ کا ذکر کرنا کرانا نیز اللہ کے نام کو بلند کرنا ہی ان کی زندگی کا مقصدِ اعظم رہا ہے، اور اس کے لئے تمام مجاہدات اور تکالیف برداشت کرتے رہے اور ہر وہ کوشش جو ان کی قدرت میں ہوسکتی تھی انہوں نے اس کا استعمال کیا، اسی کے لئے ان کا وعظ وبیان تھا، اسی کے لئے ان کی دعوت وتبلیغ تھی، اسی چیز کیلئے ان کی جد وجہد تھی، اسی کے لئے ان کا جہاد ومجاہدہ تھا۔

پھر بہت سے انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات میں خالص ذکر وفکر مراقبہ ومشاہدہ اور دعائیں وغیرہ تھیں اور بہت سے انبیاء علیہم السلام کی شریعت میں عبادات اور اخلاقیات تھیں، یہاں تک کہ سب سے عظیم الشان، عظیم المرتبت، عظیم البرکت، رفیع الدرجت، امام الانبیاء سید المرسلین رحمۃ اللعالمین حضرت رسول مقبول ﷺ کی ذاتِ بابرکات کی تشریف آوری ہوئی اور آپ کو ایسی شریعت وطریقت اور حقیقت بھری معرفت ومحبت کے

علوم وحقائق عطا ہوئے جن سے ایک عالم منور ہوگیا اور تمام انبیاءؑ کی تعلیمات کا خلاصہ اس میں جمع ہوگیا، تمام شریعتیں اس میں آگئیں بلکہ انکے تمام علوم ومعارف ہزاروں گنا اضافہ کے ساتھ اس میں سما گئے، پھر اس پر مستزاد رسول اکرم ﷺ نے امت کو ہر نوع کے کمالات سے مشرف ومزین کرنے میں حکمِ ربانی کی تعمیل میں، فیض الٰہی کے دریاؤں میں غوطہ لگا کر انوارات وتجلیات کے ایسے میناروں کو روشن کیا کہ جن کی روشنی اور ضیا بار شعاؤں سے عالَم کی ظلمات دور ہوئیں اور ہر طرف توحید کے انوارات وبرکات پھیل گئے اور جہالت وضلالت دور دور بھاگنے لگی، انسانیت شرافت واخلاق، عزت وکرامت کے اسباب وذرائع اور مرضیات الٰہیہ کے حصول کے راستے آسان ہوئے اور فیوضات ربانیہ کے حصول کے طریقے اور معارف صمدیہ کے حصول کے ذرائع منکشف ہوئے۔

ان چیزوں سے امت کے تمام طبقات نے اپنی اپنی وسعت کے مطابق فیض پایا، یہاں تک کہ وہ گروہ جو تزکیۂ واحسان اور ذکر وفکر کی وادیوں سے گذرا اور مجاہدات کے صحراؤں سے گذر کر مشاہدات کے باغوں کی سیر وتفریح میں مشغول ہوا اور جوان کے ساتھ شامل ہوئے انہوں نے بھی اس سے خوب خوب اپنے دامن مراد کو بھرا اور یہ چاہا کہ دوسرے بھی اس الٰہی دسترخوان سے متمتع اور منتفع ہوں، چنانچہ انہوں نے اپنی حیات مستعار اس پر صرف کی اور مقاماتِ رفیعہ پر پہنچے، یہ حضرات عارفین وصوفیاء کہلائے، جن کی حیات طیبہ سے ایک طرف ظاہرِ شریعت کی خوب اشاعت ہوئی اور دوسری طرف باطنِ شریعت کی طرف خوب میلان ہوا، حق تعالیٰ شانہ ان حضرات کو امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے، جو لوگ ان سے قریب رہے انہوں نے اس چیز کو گہرائی سے سمجھا اور جو ان پر معترض رہے وہ ان نعمتوں سے دور رہے، ایسے حضرات کی خدمت کیلئے ہر

دور کے مشائخ نے اور صوفیاء نے کوششیں کی جس کی برکت سے بہت سوں کو ہدایت حاصل ہوئی۔ اسی قسم کی کچھ بات ہمارے بعض بزرگوں کے ساتھ پیش آئی جن کے احوال کتاب کے اخیر میں ذکر کئے گئے ہیں اور یہی دراصل سبب بنا اس مختصر رسالہ کی تالیف کا، ان بزرگوں کی تسلی کیلئے وہی تسلی بخش کلمات کافی ہیں جن کے ذریعہ سے حق تعالیٰ شانہ نے اپنے پیغمبروں کو دلاسا دیا ہے، چنانچہ ایک موقع پر ارشاد ربانی ہے:

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُکَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَلَاتَکُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْکُرُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ هُمْ مُحْسِنُوْنَ ۝۔

ترجمہ: اور آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا خاص خدا ہی کی توفیق سے ہے اور ان پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ تدبیریں کیا کرتے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہوجیئے، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو پرہیزگار ہوتے ہیں اور جو نیک کردار ہوتے ہیں۔

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَاهُمْ یَحْزَنُوْنَ اَلَّذِیْنَ آمَنُوا وَکَانُوا یَتَّقُوْنَ ۝۔

خبردار اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ غم یعنی جو کہ ایمان لائے اور اللہ سے ہمیشہ ڈرتے رہے۔

کسی نے کیا خوب کہا:

عاشقاں را روزِ محشر با قیامت کار نیست
عاشقاں را جز تماشائے جمالِ یار نیست

دست بدعاء ہوں کہ حق تعالیٰ اس ادنیٰ سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے اور ناچیز کیلئے ذریعۂ آخرت بنائے آمین، وباللہ التوفیق۔

خالد سیف اللہ عفا اللہ عنہ

خادم حدیث وافتاء وخادم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

فضائلِ ذکر قرآنی آیات کی روشنی میں

ذکر اللہ کے تعلق سے قرآن وحدیث میں بے شمار ہدایات، ترغیبات وتحریضات وارد ہوئی ہیں جن پر علماء ومشائخ نے مستقل کتابیں لکھی ہیں، اولاً نفس ذکر اللہ پر دلالت کرنے والی چند آیات اور احادیث یہاں لکھی جاتی ہیں تا کہ ہمارے اندر بھی ذکر اللہ کا ذوق وشوق پیدا ہوجائے۔ پھر ذکر جہری انفرادی اور اجتماعی پر گفتگو کی جائے گی۔

(۱) یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا (سورۂ احزاب)۔ ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ پاک کو خوب یاد کرو اور صبح وشام اس کی خوب تسبیح بیان کرو۔

حضرت جبریلؑ کا رسول پاک ﷺ کو ذکر کی تلقین کرنا

اس آیت کی تشریح میں صاحب روح المعانی لکھتے ہیں: حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضرت جبریلؑ رسول پاک ﷺ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے نبی! اللہ کی تسبیح ایسے بیان کرو سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ عَدَدَ مَا عَلِمَ وَزِنَۃَ مَاعَلِمَ وَمِلْءَ مَا عَلِمَ جو شخص ان کلمات کو کہے گا اس کے لئے چھ فضائل لکھے جائیں گے (۱) ایک تو وہ اللہ پاک کا کثرت سے ذکر کرنے والوں میں شمار ہوگا اور (۲) دوسرے اس شخص سے افضل ہوگا جو رات دن اللہ کو یاد کرتا ہو اور (۳) تیسرے جنت میں اس کے لئے درخت لگائے جائیں گے اور (۴) چوتھے اس کے گناہ اس سے اس طرح جھڑیں گے جیسا کہ خشک درخت سے پتے جھڑتے ہیں اور (۵) پانچویں یہ کہ حق تعالیٰ شانہ اس کی طرف نظر

کرم فرمائیں گے اور (۶) جس کی طرف حق تعالیٰ شانہ کی نظر کرم ہوگی اس کو عذاب نہیں دیں گے (روح المعانی ص۴۲؍ج۱۲)۔

صاحب صحائف معرفت لکھتے ہیں: جب آں حضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل انسانی اعمال میں سب سے افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ پاک کا ذکر۔ ذکر پر مداومت اختیار کر، دن رات کے اشغال میں اس کی تسبیح وتہلیل کے لئے اپنے اندر شوق اور ذوق پیدا کر، کلمۂ طیبہ، اللہ جل شانہ کی تکبیر وتمجید، نماز، تلاوتِ قرآن پاک، علمِ دین کا حصول، علاوہ بریں درود شریف، یہ سب چیزیں ذکر میں شامل ہیں، اپنے اوقات کو سرکارِ دوعالم ﷺ کی طرح مشغولیتِ حق کے ساتھ گذار، اور فرمایا کہ اللہ کا ذکر کرو کہ یہی وجہِ صلاح وفلاح ہے۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے بہتر کام اور انجام یہ ہے کہ مرتے وقت تیری زبان پر کلمۂ طیبہ **لا الٰہ الا اللہ** ہو (صحائف معرفت ص۲۳۴) (اس روایت کو امام بیہقیؒ نے بھی ذکر کیا ہے)۔

نیز تسبیحات، دعائیں اور استغفار اور کلمۂ طیبہ کے فضائل بے شمار ہیں جن پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں، طوالت کے خوف کی وجہ سے یہاں انکو ذکر نہیں کیا جارہا ہے، ہاں صرف ایک مشہور روایت پیش کی جاتی ہے جس میں فرمایا گیا کہ جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ کو سو بار پڑھے تو حق تعالیٰ شانہ اس کے گناہ معاف کردیں گے چاہے سمندر کے جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں: **عن ابی ھریرۃؓ من قال سبحان اللہ وبحمدہ مائۃ مرۃ حطت خطایاہ وان کانت مثل زبد البحر** (رواہ البیہقی فی شعب الایمان ۴۲۲؍ج۱)۔

نیز فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں سبحان اللہ والحمدللہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھتا رہوں یہ مجھ کو ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر کہ سورج طلوع ہوتا ہے (رواہ البیہقی ۴۲۳ رج ۱)۔

اس آیت سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اپنے بندوں کو ذکر کی تلقین کر رہے ہیں اور جو کچھ جبریلؑ نے رسول اقدس ﷺ کو پہنچایا ہے وہ بھی حق تعالیٰ شانہ کے حکم سے ذکر کی تلقین ہے اور اس آیت پر عمل کرنے کا طریقہ بتایا ہے، رسول پاک ﷺ نے حضرات صحابہ کرامؓ کو اذکار تلقین فرمائے، تعلیم فرمائے، اوقات بھی بتائے بہت دفع ان کی تعداد بھی بتائی اور بہت دفع بلا تعداد کے اللہ کے ذکر کا حکم دیا، اسی طرح تعلیم و تعلم کا سلسلہ حق تعالیٰ شانہ سے شروع ہوا کہ اللہ پاک نے اپنے پیغمبر ﷺ کو علم کثیر سے نوازا **وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا** سے اس کی وضاحت فرمائی، پھر رسول پاک ﷺ نے صحابۂ کرامؓ کو علم سکھایا آپ ﷺ سب سے بڑے معلم تھے اور صحابہ کرامؓ سب سے بڑے متعلم تھے، پھر بعد میں وہ چیز کتابوں کی شکل میں مدون اور مرتب ہوئی اور سینکڑوں، ہزاروں احادیث، تفسیر اور فقہ کی کتابیں وجود میں آئیں، پھر مدارس قائم ہوئے، تعلیم و تعلم کا نظام قائم ہوا، اساتذہ مقرر ہوئے، گھنٹوں کی ترتیب بنی اور ایک سلسلہ اور نظام جاری ہوا، رسول پاک ﷺ نے فیصلے فرمائے، صحابہ نے ان فیصلوں کو قبول کیا اس سے قضا اور عدالت کا نظام باضابطہ دور فاروقی میں مرتب ہوا، عدالتوں کے لئے باقاعدہ بلڈنگیں اور مکانات تعمیر کئے گئے جہاں باضابطہ قاضی شرعی (Judge) اور اس کے نائبین وعملہ بیٹھنے لگا،

لوگ عدالت میں اپنے فیصلوں کیلئے رجوع ہوئے انہوں نے قرآن وحدیث کی روشنی میں فیصلے کئے، جملہ علوم وفنون نکالے گئے اور اس کا ایک نظام بنا، اسی طرح ایک جماعت نے قرآن پاک سے ذکر وفکر، مراقبہ ومشاہدہ اور تزکیۂ اخلاق تزکیۂ نفوس اور تطہیرِ باطن کیلئے استخراج واستنباط فرمایا اور بعد کے دور میں وہ بھی مستقل ایک فن بن گیا، جس مقدس گروہ کو اللہ پاک نے اس سعادت سے نوازا وہ حضرات صوفیائے کرام، عارفین عظام، مشائخ اولیاء اللہ سے موسوم مقدس گروہ کہلایا انہوں نے اپنی اپنی جگہ پر، اپنی اپنی مسجدوں میں، اپنی اپنی خانقاہوں میں، اپنے اپنے گھروں میں یا جہاں جس کو موقع ملا اس محنت کو عام وتام کرنے کیلئے زندگیاں صرف کردیں، اب اس مقدس گروہ کی ہر بات پر اعتراض کرنا سوائے کم علمی کے اور قلت مطالعہ کے اور کیا ہوسکتا ہے؟ اللہ پاک جب بندوں کو تلقین فرماتے ہیں تو ہر بندہ حق تعالیٰ شانہ کے ان احکامات کو نہیں سمجھ سکتا جیسا کہ فقہی احکام اور مسائل اور جزئیات سمجھنے کیلئے فقہاء کی ضرورت، احادیث شریفہ سمجھنے کیلئے محدثین کی ضرورت، عقائد سمجھنے کیلئے متکلمین کی ضرورت ہے، اسی طرح ذکر وفکر کی تلقین کیلئے اور اس کو حاصل کرنے کیلئے مشائخ کی صحبت، ان کی خدمت اور ان سے تربیت کی سخت ضرورت ہے اور یہ سب بغیر تلقین کے اور تعلیم کے نہیں ہوسکتا، پھر اس کو خلاف شرع کیسے کہا جاسکتا ہے؟۔

ذکر اللہ کی اہمیت اور تاکیدی حکم

(۲) فَاذْكُرُوْنِىْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِىْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ (سورۂ بقرہ) پس تم میرا ذکر کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو۔

فائدہ: مفتی بغداد حضرت علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں:

فاذکرونی بالطاعة قلبا وقالبا فیعم الذکر باللسان والقلب والجوارح ،وقال اهل الحقیقة: حقیقة ذکرالله تعالیٰ ان ینسی کل شیء سواه (روح المعانیؒ ص۱۹ ج۲)۔

فاذکرونی یعنی اطاعت کے ذریعہ سے تم مجھکو یاد کرو، اپنے قلب اور قالب کو اللہ کی اطاعت میں لگاؤ۔ یہ عام ہے اور ذکر باللسان ذکر بالقلب والجوارح سب اس میں شامل ہیں (یعنی زبان سے تسبیح وتحمید، تہلیل وتکبیر وغیرہ مقدس کلمات پڑھنا اور دل کو ان دلائل کے تدبر میں لگانا جن سے حق تعالیٰ شانہ کی معرفت کاملہ حاصل ہو، وعد وعید کے اسرار منکشف ہوں اور صفات الٰہیہ اور اسرار ربانیہ پر اطلاع ہو اور اعضاء وجوارح کو اللہ کی عبادت اور اطاعت میں لگایا جائے) نیز اہل حقیقت نے فرمایا کہ ذکر اللہ کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ پاک کے علاوہ سب کچھ بھول جائے، تو پھر اس کا ثمرہ یہ ہوگا کہ میں تم کو یاد کروں گا ثواب دے کر اور اپنی نعمتوں سے فیضیاب بنا کر۔ صاحب روح المعانی نے سبحان اللہ کتنی زبردست بات بیان فرمائی جس سے ان کے ذوق کا اندازہ ہوتا ہے۔

نیز امام بیہقیؒ نے حضرت زید ابن اسلمؒ سے نقل کیا انہوں نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ نے عرض کیا یا الٰہی! آپ نے مجھ پر بہت احسان فرمائے ہیں اب آپ مجھے یہ بتائیے کہ آپ کا بہت شکر کیسے کیا جائے؟ ارشاد فرمایا کہ تم میرا خوب ذکر کرو جب تم میرا خوب ذکر کرو گے تو اسی سے تم میرا خوب شکر ادا کرنے والے ہو جاؤ گے اور جب

تم مجھے بھول جاؤ گے تو یہ کفرانِ نعمت ہوگا (شعب الایمان ص ۴۵۸ ج ۱)۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کا شکر ان کا ذکر ہی ہے جیسا کہ عارفین کاملین فرماتے ہیں، ہمارے حضرت شیخ فاروقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی ایک تقریر میں بھی اس بات کا خلاصہ کیا گیا ہے۔

ذکر وفکر کرنے والوں کی تعریف

(۳) **اَلَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ وَیَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ ہٰذَا بَاطِلًا سُبۡحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ** (سورۂ آل عمران)۔

ترجمہ: وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے ہوئے بھی اور آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! آپ نے یہ سب بیکار تو پیدا کیا نہیں، ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں آپ ہم کو عذاب جہنم سے بچا لیجئے۔

اس آیت مقدسہ میں ذکر وفکر دونوں کا بیان ہے اور دونوں کو ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور ایسے حضرات کی تعریف کی گئی ہے جو ذکر وفکر میں ہوش گم ہوتے ہیں اور حق تعالیٰ شانہ وعم نوالہ کی کامل معرفت اور محبت تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں، شروع آیت میں ان حضرات کو **اولوا الالباب** کہا گیا ہے، صاحب روح المعانی قدس سرہ حضرت ابو ہریرہؓ کے حوالہ سے لکھتے ہیں: کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت میں ایک منادی اعلان کرے گا **اولوا الالباب** کہاں ہیں؟ لوگ کہیں گے کہ کونسے **اولو**

الالباب لوگ تمہاری مراد ہیں، کن کو تلاش کر رہے ہو؟ وہ کہے گا کہ وہ لوگ جو کھڑے، بیٹھے اللہ کو یاد کیا کرتے تھے، پھر ان کے لئے جھنڈا لگایا جائے گا، لوگ ان کے جھنڈوں کے پیچھے ہو جائیں گے اور کہا جائے گا تم ہمیشہ کیلئے جنت میں داخل ہو جاؤ، ظاہرِ آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مراد ذکر سے ذکر باللسان ہے لیکن قلب کے حضور کے ساتھ، اس لئے کہ صرف ذکر لسانی قابل تعریف نہیں۔ اس لئے اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر ایسی حالت میں کرے کہ اس کا دل غافل ہو اس کو ثواب نہیں ملتا۔ بہت سے علماء کا یہی مسلک ہے، اگرچہ بقول حضرت گنگوہیؒ ایسا ذکر بھی مطلق نفع سے خالی نہیں ہے، حضرات صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے متعلق منقول ہے جن میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ حضرت عروہ ابن زبیرؓ بھی ہیں کہ یہ حضرات عید کے روز عیدگاہ تشریف لے گئے اور وہاں جا کر حق تعالیٰ شانہ کو یاد کر رہے تھے کسی نے کہا کیا اللہ پاک نے نہیں فرمایا **اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَاماً وَّقُعُوْدًا** تو یہ حضرات کھڑے ہو گئے اور حق تعالیٰ شانہ کو یاد کرنے لگے۔

یعنی ان حضرات نے اس آیت کے ظاہر پر بھی اس طرح عمل کر کے بتایا کہ عمل کا یہ بھی ایک طریقہ ہے، اگرچہ ان حضرات کا منشاء اس آیت کی مکمل تفسیر اور علی التعیین اس کے مصداق کی تشریح مقصود نہیں تھی، ورنہ پھر وہاں لیٹ کر بھی ذکر کر کے بتاتے، ہاں البتہ یہ ضرور ظاہر کر دیا کہ اگر کوئی شخص اس طرح بھی ذکر کرتا ہے یا کوئی جماعت ایسا بھی کرتی ہے، تو آیت قرآن کے ظاہر سے اس کے لئے بھی ایک دلیل موجود ہے، چنانچہ بعض مشائخ صوفیائے کرام جو کھڑے ہو کر حلقہ لگاتے ہیں غالبا ان کے پیش نظر یہی چیز ہوگی، **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب** ۔

علماء کی ایک جماعت نے اس آیت کا مصداق نماز کو قرار دیا ہے جن میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی ہیں اور فرمایا: کہ یہ نماز سے متعلق ہے کہ نماز اگر کھڑے ہو کر پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھے اور اس کی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر پڑھے جیسا کہ حضرت عمران بن حصینؓ بواسیر کے مرض میں گرفتار ہو گئے تو لیٹے لیٹے نماز پڑھتے تھے، علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے نماز کے ساتھ اس آیت کو خاص کرنے کے سلسلہ میں بعض حضرات نے کلام کیا ہے، کیونکہ نماز ذکر کا ایک فرد ضرور ہے لیکن ذکر کے اور افراد دیگر صورتوں میں بھی موجود ہیں اس لئے کسی ایک فرد کی تخصیص کرنا محل کلام ہے، اور آیت کے سیاق وسباق سے بھی کچھ بعید ہے۔

بہرحال مقصد یہ ہے کہ جو لوگ حق تعالیٰ شانہ وعم نوالہ کو خوب کثرت سے یاد کرتے ہیں، کھڑے ہو کر بھی بیٹھ کر بھی اور جب اپنے اپنے مقامات پر ہوتے ہیں تب بھی اور لیٹنے جاتے ہیں اس وقت بھی، ان پر ذکر کا غلبہ رہتا ہے اور پھر اسی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی مصنوعات میں غور وفکر بھی کرتے ہیں، جس کے متعلق ارشاد باری ہے: **ویتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض** یہ تفکر قلب وروح سے ہوتا ہے اور اللہ پاک کے افعال میں ہوتا ہے نہ کہ اللہ کی ذات میں، کیونکہ روایات میں ہے حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے منقول ہے کہ ایک بار رسول اکرم ﷺ اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے سامنے تشریف لائے جو تفکر میں مشغول تھے، یعنی اس آیت کی تعمیل میں لگے ہوئے تھے تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا **لاتفکروا فی اللہ تعالیٰ ولکن تفکروا فی ماخلق** یعنی خالق تبارک وتعالیٰ کی ذات میں تفکر نہ کرو بلکہ مخلوقات میں تفکر کرو۔

اسی طرح حضرت عمرو ابن مرّہؓ سے منقول ہے کہ رسول اقدس ﷺ صحابہ کرام کی یک جماعت کے پاس سے گذرے تو فرمایا کہ خلق میں تفکر کرو خالق میں تفکر نہ کرو، اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا **تفکر فی آلاء الله ولا تفکر فی الله تعالیٰ** اسی کے مثل حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے منقول ہے فرماتے ہیں **تفکروا فی کل شیء ولا تفکروا فی ذات الله تعالیٰ** اس سب سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرامؓ قرآن پاک پر عمل کرنے کے کس درجہ حریص اور شوقین تھے اور کیسا زبردست جذبہ رکھتے تھے پھر یہ بات کیسے ممکن ہے کہ قرآن کریم میں ذکراللہ کی اس قدر آیات ہوں اور رسول پاک ﷺ کا اس قدر عمل ہو اور صحابہ کرامؓ ذکراللہ نہ کرتے ہوں اور انفراداً اور اجتماعاً ذکراللہ پر دلالت کرنے والی اِن لاتعداد فضیلتوں کو حاصل کرنے کے شوقین نہ ہوں کہ جن کے نتیجہ میں ایک بندۂ مؤمن حق تعالیٰ شانہ کے قرب خاص تک پہنچتا ہے۔

صرف عقل ہدایت کیلئے کافی نہیں

نیز صاحب روح المعانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان آیات کی روشنی میں علماء نے یہ بھی فرمایا کہ صرف عقل ہدایت کے لئے کافی نہیں ہے جب تک اللہ کے ذکر سے دل منور نہ ہو، جس کے لئے رجوع الی اللہ ضروری ہے، اور یہ تفکر جس کے نتیجہ میں معرفت ربانیہ اور الٰہیہ کے ابواب کھلتے ہیں اسی فکر وتفکر کو ان مشائخ کبار نے اپنے کلام میں ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ یہ ایک منٹ کا فکر وتفکر ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے، بلکہ بعض حضرات نے تو ان کو حدیث پاک کے الفاظ قرار دیئے ہیں،

جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے: **عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ فكر ساعة خير من عبادة ستين سنة** حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے **تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ قِيَامِ لَيلَةٍ** کہ چند منٹ کا تفکر پوری رات شب بیداری سے بہتر ہے۔ نیز منقول ہے کہ ایک شخص رات میں اپنی چار پائی پر لیٹا ہوا تھا اور ستاروں اور آسمان کو دیکھ رہا تھا اور غور کر رہا تھا، اس وقت اس نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ ضرور تمہارا کوئی رب اور خالق ہے، پھر اس نے اللہ سے مغفرت کی دعا کی، حق تعالیٰ شانہ نے اس پر نظر کرم فرمائی اور اس کو معاف فرما دیا۔ نیز شیخ ابن المنذرؒ نے حضرت عونؒ سے نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت ام درداءؓ سے جو حضرت ابو درداؓ کی اہلیہ ہیں یہ پوچھا کہ آپ کے شوہر کی سب سے پسندیدہ عبادت کونسی تھی؟ کہا ”تفکر واعتبار“ یعنی حق تعالیٰ کی مصنوعات اور تخلیقات میں غور کرنا اور عبرت پکڑنا۔

صاحب روح المعانی کی بعض عبارات یہ ہیں: **قال بعض المحققين: المراد به ذكره تعالیٰ مطلقاً سواء كان ذلک من حيث الذات او من حيث الصفات والافعال، وسواء اولا، و عليه يحمل ماحكی عن ابن عمرؓ، وعروة بن الزبير، وجماعةؓ من انهم خرجوا يوم العيد إلى المصلى فجعلوا يذكرون الله تعالیٰ فقال بعضهم: اما قال الله تعالیٰ (يذكرون الله قياما وقعوداً) فقاموا يذكرون الله تعالیٰ على اقدامهم على ان مرادهم بذلک التبرک بنوع موافقة للآية فی ضمن فرد من افراد مدلولها وليس مرادهم به تفسيرها وتحقيق مصداقها على التعيين والا لا ضطجعوا وذكروا ايضا**

التفسیر وتحقیق المصداق۔

اخرج ابن ابی حاتم والطبرانی عن الضحاک عن ابن مسعود فی الآیة انه قال: انما هذا فی الصلاة اذا لم تستطع قائما فقاعداً وان لم تستطع قاعدا فعلی جنب، وکذلک امر ﷺ عمر ان بن حصین، وکانت به بواسیر کما اخرجه البخاری عنه، وتخصیص ابن مسعود الذکر بالصلاة لاینتهض حجة علی انه بعید من سیاق النظم الجلیل وسباقه (روح المعانی ص۱۵۸/۱۵۹ ج۴)۔

ذکراللہ کا طریقہ اور سلیقہ

(۴) وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ (سورۂ آل اعراف)۔

ترجمہ: اور (آپ ہر ہر شخص سے یہ بھی کہدیجئے کہ) اے شخص اپنے رب کی یاد کیا کر (قرآن سے یا تسبیح وغیرہ سے خواہ) اپنے دل میں (یعنی آہستہ آواز سے) عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور (خواہ) زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ (اسی عاجزی اور خوف کے ساتھ) صبح اور شام (یعنی علی الدوام) اور (دوام کا مطلب یہ ہے کہ) اہل غفلت میں شمار مت ہونا (کہ اذکار مامور بہا بھی ترک کردو)۔

فائدہ: حاصل یہ ہے کہ دل اور ہیئت میں تذلل اور خوف ہو اور آواز کے اعتبار سے جہر مفرط نہ ہو یا تو بالکل آہستہ ہو یعنی مع حرکت لسانی کے اور یا جہر معتدل ہو اور جہر فی نفسہ ممنوع نہیں ہے، جن حدیثوں میں اس کی ممانعت آئی ہے مراد اس سے مفرط ہے، البتہ اگر کسی عارض کی وجہ سے مثل دفع خطرات یا دفع قساوت وتحصیل رقت وغیرہ، ان شرائط کے ساتھ ہو کہ کسی شیخ محقق نے تجویز کیا ہو، کسی نائم یا مصلی کو تشویش نہ ہو، ورنہ بستی سے باہر چلا

جاوے اس جہر کو قربت نہ جانتا ہو بلکہ علاج سمجھتا ہو تو اجازت ہے، کیونکہ جو مفاسد علل نہی کے تھے وہ اس میں نہیں ہیں واللہ اعلم (بیان القرآن ج۴ ص۶۳)۔

اس آیت کریمہ کی یہ تشریح تو بیان القرآن سے آپ نے ملاحظہ فرمائی اور جو کچھ اس آیت کی تشریح میں مفتی بغداد ومفسرِ قرآن صاحب روح المعانی علامہ محمود آلوسی نقشبندی قدس سرہ نے لکھا ہے وہ انہیں کا حصہ ہے، حضرت فرماتے ہیں کہ اس آیت مقدسہ میں فرمایا گیا کہ اللہ پاک کو یاد کر اس طور پر کہ تو حق تعالیٰ شانہ کی صفات سے آراستہ ہو جائے، مزیّن ہو جائے، صبح کے وقت میں جو روح کے نور کے ظہور کا وقت ہوتا ہے اور شام کے وقت میں جو نفس کی صفات کے غالب ہونے کا وقت ہوتا ہے، اور وحدت ذاتیہ کے مشاہدہ سے کبھی غافل نہ ہو۔

بعض اکابر نے فرمایا کہ **واذکر ربک فی نفسک تضرعا وخیفۃ** ذکر وفکر کے اعلیٰ مرتبہ اور اعلیٰ مقام کی طرف اشارہ ہے جو کامل واصلین اور وحدت ذاتیہ کا مشاہدہ کرنے والوں کا نصیب ہے اور **دون الجهر** میں درمیانی مرتبہ کا تذکرہ ہے جو مقام مشاہدہ کی طرف چلنے والوں اور کوشش کرنے والوں کو نصیب ہوتا ہے اور **ولا تکن من الغافلین** اس سے بھی نیچے کے مقام کا تذکرہ ہے جو سالکین میں سے مبتدی لوگوں کا درجہ ہے اور مشائخ نے ذکر کیا ہے کہ ان مقامات کے حضرات کے احوال شیخ کامل کی رائے اور بصیرت پر موقوف ہے کیونکہ وہی امراض قلوب کا طبیب ہے جو ان کے علاج سے خوب واقفیت رکھتا ہے، اگر وہ ان کے لئے ذکر جہری کو مناسب سمجھے بطور علاج کے کہ اس سے خطرات نفس وساوس شیطان کا علاج ہوتا ہے تو اس کو بھی تجویز کرسکتا ہے، شیخ شہاب الدین

سہروردیؒ اپنی مشہور کتاب ''عوارف المعارف'' میں لکھتے ہیں: کہ جب کوئی بندہ زبان سے اس کلمہ کا تکرار کرتا رہتا ہے قلب کی موافقت کے ساتھ، تو یہ ذکر اس کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہوتا ہے اور اس کے دل میں راسخ ہو جاتا ہے اور پھر خطرات نفس کے زوال کا ذریعہ بن جاتا ہے، پھر جب یہ کلمہ طیبہ اس کی زبان کے ذریعہ اس کے دل پر پوری طرح جگہ پکڑ لیتا ہے اور قلب اس کو پی جاتا ہے تو اس وقت ذکر، ذکرِ ذاتی بن جاتا ہے اور پھر یہی ذکر مشاہدہ، مکاشفہ اور معائینہ کا باعث بن جاتا ہے اور یہی خلوت سے مقصود اصلی ہے اور کبھی یہ چیز بکثرت قرآن عزیز کی تلاوت سے بھی حاصل ہوتی ہے جبکہ اس کی تلاوت زبان سے متجاوز ہو کر دل پر وارد ہوتی ہے اور قلب کی کیفیت اس میں شامل ہو جاتی ہے تو اس وقت اس کو تلاوت قلبیہ نصیب ہوتی ہے اور پھر تلاوت کا اور نماز کا لطف بھی کچھ اور ہوتا ہے۔

نیز انہوں نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ انسان کے بدن کی مثال ایک شہر جیسی ہے اور اس کے اعضاء وجوارح اس شہر کے رہنے والوں کی طرح ہیں اور بندہ جب ذکر کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی مؤذن اذان دینے کیلئے شہر کی کسی بلند جگہ پر کھڑا ہوتا ہے اور شہر والوں کے کانوں کو کھٹکھٹاتا ہے، پس وہ شخص جو ذکر کا محقق اور ذکر کے باب میں پورے طور پر داخل ہو چکا ہے وہ اپنے قلب کو اور اجزاء کو زبان کے ذکر کے ذریعہ بیدار کرنے والا ہے اور دل میں اتارنے والا ہے جس کے ذریعہ سے اس کی زبان اور قلب منور ہوتے ہیں اور پھر اس کو قسم قسم کی کیفیات نصیب ہوتی ہیں اور پھر یہ قلب کا نور اس کے قالب اور اعضاء وجوارح پر چھا جاتا ہے جس کی برکت سے اس کو اعمال صالحہ کی رغبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی کو فرمایا گیا: اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّکَ

لَایَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبادَتِی وَیُسَبِّحُوْنَہٗ وَلَہٗ یَسْجُدُوْنَ یعنی یہی لوگ ہیں جو ذکر اللہ میں فنا ہو کر باقی باللہ ہو جاتے ہیں اور یہی ارباب استقامت ہیں، پھر یہ حق تعالیٰ شانہ کی عبادت سے کبھی اعراض نہیں کرتے ہیں اور ان پر انانیت کا حجاب کبھی طاری نہیں ہوتا، حق تعالیٰ شانہ کی تسبیح اور تقدیس میں ہمیشہ مشغول ہوتے ہیں اور فنائے تام کے ساتھ ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں، باقی سب ختم ہو جاتا ہے اور حق تعالیٰ شانہ ہی کی ذات ان کے سامنے رہتی ہے جس کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں ہے (روح المعانی ج ۵ ص ۱۵۷)۔

سبحان اللہ العظیم! یہ سب صاحب روح المعانی کا کلام ہے اتنے بلند حقائق وہی شخص بیان کرسکتا ہے جو خود ان کیفیات سے متصف ہو۔

چنانچہ آپ خود بھی سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ سے سرشار ہوئے ہیں اور حضرت اقدس مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کے کلام سے حد درجہ انسیت رکھتے ہیں اللہ پاک ہمیں بھی ان بزرگوں کی ان کیفیات میں سے کچھ حصے نصیب فرمائے آمین۔

ذکر اللہ سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے

(۵) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ (سورۂ انفال)۔

ایمان والے تو وہی لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کی بڑائی کے تصور سے ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے اللہ پر توکل کرتے ہیں۔

فائدہ : یہاں اس آیت پاک میں ایمان والوں کی جس صفت کا تذکرہ ہے وہ بہت اونچی صفت ہے، کہ اللہ کے ذکر سے ان کے قلوب میں خوف کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، اس سے مراد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب کبھی ان کو اللہ کے عذابات یاد دلائے جاتے ہیں اور آخرت کا خوف سامنے لایا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور توبہ واستغفار کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں، اور دوسرے معنیٰ یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ اللہ کے ذکر سے ان کے قلوب میں رقت ونرمی کی وجہ سے خشوع اور خضوع اور خوف الٰہی کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔

ذاکرین کی روحانی کیفیات

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَۃِ قُلُوْبُھُمْ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ o اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِھًا مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْہُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَقُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ھُدَی اللّٰہِ یَھْدِیْ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَالَہٗ مِنْ ھَادٍ۔

ترجمہ: سوجس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام (کے قبول کرنے) کے لئے کھول دیا (یعنی اسلام کی حقیقت کا اس کو یقین آگیا) اور وہ اپنے پروردگار کے (عطا کئے ہوئے) نور (یعنی ہدایت کے مقتضیٰ) پر (چل رہا) ہے (یعنی یقین لاکراسی کے موافق عمل کرنے لگا) کیا وہ شخص اور اہل قساوت برابر ہیں (جن کا ذکر آگے آتا ہے) سوجن لوگوں کے دل خدا کے ذکر سے (اس میں احکام ومواعید سب آگئے) متاثر نہیں ہوتے (یعنی ایمان

نہیں لاتے) ان کے لئے (قیامت میں) بڑی خرابی ہے (اور دنیا میں) یہ لوگ کھلی گمراہی میں (گرفتار) ہیں (آگے اُس نور اور ذکر کا بیان ہے یعنی) اللہ تعالیٰ نے بڑا عمدہ کلام (یعنی قرآن) نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ (باعتبار اعجاز نظم وصحت معانی کے) باہم ملتی جلتی ہے (جو دلیل ہے معجز ہونے کی **اما بالنظم فظاھر واما بالمعنی فکما مرفی قولہ تعالیٰ** : **وَلَوْکَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا**۔ اور جس میں سمجھانے کے لئے بعضی بعضی بہت ضروری بات) بار بار دہرائی گئی ہے (**وھذا کقولہ تعالیٰ** : **وَلَقَدْ صَرَّفْنَا الخ** جس میں باوجود فائدۂ تاکید ورسوخ مدعا کے قلب مخاطب میں ہر جگہ خالص خالص لطائف بھی مرعی ہوتے ہیں، جس سے تکرار محض نہیں رہتا اور مثانی ہونا دلیل ہے **کما قال** ہدایت پر مشتمل ہونے کی) جس سے ان لوگوں کے جو کہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں بدن کانپ اٹھتے ہیں (یہ کنایہ ہے خوف سے گو قلب ہی میں رہے، بدن پر اثر نہ آوے اور گو وہ خوف عقلی وایمانی ہو طبعی وحالی نہ ہو) پھر ان کے بدن اور دل نرم (اور منقاد) ہوکر اللہ کے ذکر (یعنی کتاب اللہ پر عمل کرنے) کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں (یعنی ڈر کر اعمالِ جوارح واعمالِ قلب کو انقیاد وتوجہ سے بجالاتے ہیں اور) یہ (قرآن) اللہ کی ہدایت ہے جس کو وہ چاہتا ہے اس کے ذریعہ سے ہدایت کرتا ہے (جیسا کہ خائفین کا حال ابھی سنا گیا) اور خدا جس کو گمراہ کرتا ہے اس کا کوئی ہادی نہیں (جیسا کہ قاسین کا حال ابھی سنا گیا) (بیان القرآن سورہ زمر ص ۲۱)۔

شرح صدر کی علامات

اس آیت مقدسہ میں ایک تو شرح صدر کا بیان ہے جس کے تعلق سے بعض صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ! شرح صدر کیسے ہوتا ہے؟ فرمایا جب حق تعالیٰ شانہ پر ایمان کا نور دل میں داخل ہوتا ہے تو شرح صدر ہوجاتا ہے، عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ اس کی علامت کیا ہوتی ہے؟ ارشاد فرمایا آخرت کی توجہ، دنیا سے اعراض اور موت کی تیاری موت سے پہلے کرنے کی توفیق ہوجاتی ہے۔ حدیث شریف کے الفاظ اس طرح ہیں: **قلنا فما علامة ذلک یارسول اللہ فقال الإنابة الی دارالخلود والتجافی عن دارالغرور والتاهب للموت قبل نزوله (کذا فی الروح عن مستدرک۔**

دوسری بات یہ فرمائی گئی: کہ جو قلوب اللہ کے ذکر سے غافل ہیں ان میں قساوت پیدا ہوجاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کھلی گمراہی میں چلے جاتے ہیں، تیسری بات یہ فرمائی گئی ہے: کہ وہ لوگ جو حق تعالیٰ شانہ سے محبت رکھتے ہیں اور خشیت رکھتے ہیں قرآن کریم کے سننے سے ان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور ان پر ایک خاص کیفیت طاری ہوجاتی ہے، اس کے بعد پھر جب وہ اللہ کے ذکر میں لگتے ہیں تو اس سے ان کے قلوب میں ایک خاص قسم کی نرمی اور اطمینان کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے پہلے خوف کی کیفیت پیدا ہوتی ہے جو قرآن کریم کی وعیدات کا اثر تھا پھر حق تعالیٰ شانہ کے ذکر سے رقت اور اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے، یہ پورا مجموعہ اللہ پاک کی خاص ہدایت ہے، اللہ پاک جس کو چاہتے ہیں ان روحانی کیفیات سے متصف فرماتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں گمراہ کردیتے ہیں

پھر اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، اس قسم کی کیفیات عموماً ذاکرین اہل اللہ پر اترا کرتی ہیں، جیسا کہ مشاہدہ ہے۔ اگرچہ کبھی کبھار دوسرے بھی اس سے فیضیاب ہوتے ہیں۔

تلاوت، نماز، ذکر اللہ کی ترغیبات

(۶) اُتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَاتَصْنَعُوْنَ (سورۂ عنکبوت)۔

ترجمہ: اے محمد ﷺ چونکہ آپ رسول ہیں اسلئے جو کتاب آپ پر وحی کی گئی ہے آپ (تبلیغ کے واسطے) اس کو (لوگوں کے سامنے) پڑھا کیجئے اور (تشریع قولی کے ساتھ تشریع فعلی بھی کیجئے کہ انکو دین کے کام کرکے دکھلائیے بالخصوص) نماز کی (جو کہ اعظم عبادات ہے پابندی رکھئے) تاکہ اور لوگ بھی اس کا اتباع کریں اور اس اتباع کی ترغیب کے لئے اس کی فضیلت سنائی جاتی ہے کہ بیشک نماز (اپنی وضع کے اعتبار سے بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روک ٹوک کرتی رہتی ہے) یعنی بلسان حال کہتی ہے کہ جس معبود کی تو اتنی تعظیم کرتا ہے فحشاء ومنکر کے ارتکاب سے اس کی بے تعظیمی نہایت نازیبا ہے) اور اسی طرح نماز کے سوا جتنے اعمال خیر ہیں سب پابندی کے قابل ہیں کیونکہ وہ سب قولاً یا فعلاً اللہ کی یاد ہیں اور) اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے (یعنی اس میں بڑی فضیلت ہے، اسلئے قابل پابندی کے ہے) اور ترغیب کے ساتھ ترہیب کا مضمون بھی عام عنوان سے سن لو! وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو جانتا ہے (اور جیسا کام کروگے ویسا بدلہ

ملے گا خیر کا خیر اور شر کا شر) (بیان القرآن)۔

حکیم الامۃ حضرت تھانویؒ اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں مسائل سلوک کے عنوان سے:

قولہ تعالیٰ: اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ الخ فی الآیۃ جمع بین اصول اعمال السلوک من التلاوۃ والصلوٰۃ والذکر و المراقبۃ وما عداھا تابع لھا۔

ترجمہ: اس آیت میں اعمال سلوک کے اصول یعنی تلاوت وصلوٰۃ وذکر ومراقبہ مجتمع ہیں اور دوسرے اعمال ان کے تابع ہوتے ہیں۔

ذکر اللہ سب سے بڑا عمل ہے

نیز اس آیت میں غور فرمائیے کہ حق تعالیٰ شانہ اپنے ذکر کو فرما رہے ہیں کہ وہ سب سے بڑی چیز ہے، یعنی سب سے بڑی نعمت، سب سے بڑی شرافت، سب سے بڑی عزت، سب سے بڑی برکت، سب سے زیادہ نجات کا ذریعہ ہے اور سب سے زیادہ رفع درجات کا باعث ہے، اس کے باوجود بعض لوگ اس کو انفرادی عمل بتا رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ انفرادی اعمال کے پہاڑ اجتماعی اعمال کے ذرات سے بھی چھوٹے ہیں، کیا اللہ پاک کے اس ارشاد میں کسی چھوٹی چیز کی تعلیم دی گئی ہے؟ نہیں نہیں بلکہ حق تعالیٰ شانہ فرما رہے ہیں کہ اللہ کا ذکر سب سے بڑی شئے ہے، ثواب کے اعتبار سے، اللہ پاک کے یہاں تقرب حاصل کرنے کے اعتبار سے اور جو شخص جس قدر ان آیات پر سچے دل سے غور کرے گا اسی قدر اس پر ذکر کی فضیلت اور اہمیت روشن ہوتی چلی جائے گی اور وہ ایسے خیالات سے توبہ کرتا جائے گا جس سے کسی درجہ میں بھی ذکر اللہ کی عظمت پر فرق پڑتا

ہو اور حرف آتا ہو۔

علامہ آلوسیؒ صاحب روح المعانی رص۱۶۵/۲۱ پر لکھتے ہیں: **واخرج ابن جریر عن سلمان انہ سئل ای العمل افضل ؟ قال: اما تقرا القرآن ؟ (ولذکر اللہ اکبر) لا شیء افضل من ذکر اللہ ونسب فی البحر الی ابی الدرداء وسلمانؓ القول الذی ذکرناہ اولا عما سمعت ولعل ذلک احدی روایتین عنہما وجاء عن ابن عباس ایضا روایۃ تشعر بان المراد بذکر اللہ تعالیٰ ذکر العبد لہ سبحانہ** (روح المعانی)۔

نماز تہجد اور ذکر واستغفار کی ترغیب وفضیلت

(۷) تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورۂ سجدہ)۔

ترجمہ: ان کے پہلو خوابگاہوں سے علیحدہ رہتے ہیں اس طرح پر کہ عذاب کے ڈر سے اور رحمت کی امید سے، وہ اپنے رب کو پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں سے خرچ کرتے ہیں، پس کسی کو بھی خبر نہیں کہ ایسے لوگوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان خزانۂ غیب میں محفوظ ہے، جو بدلہ ہے ان کے اعمال کا۔

فائدہ: مفسرین کرام کے کلام دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک جماعت کے نزدیک اس کے مصداق وہ لوگ ہیں جو تہجد پڑھتے ہیں، وہ حضرات اس پر بعض احادیث سے استدلال کرتے ہیں چنانچہ امام بیہقیؒ نے ''شعب الایمان'' میں اور دیگر محدثین نے اپنی کتابوں میں حضرت معاذ بن جبلؓ کے حوالہ سے نقل کیا، وہ

فرماتے ہیں: کہ ایک سفر میں، میں رسول پاک ﷺ کے ساتھ تھا ایک دن آپ سے بہت قریب ہوگیا، ہم چل رہے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے ایسا کوئی عمل بتایئے جس سے میں جنت میں داخل ہوجاؤں اور جہنم سے دور ہوجاؤں؟ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ تم نے بہت بڑی بات پوچھی ہے، ہاں مگر یہ آسان ہے اس شخص کے لئے کہ حق تعالیٰ شانہ جس کے لئے آسان فرمادے، اللہ پاک کی عبادت کرو اس طور پر کہ ان کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان المبارک کے روزے رکھو، اور حج کرو، پھر فرمایا، کیا میں تجھے مزید ابواب خیر کی رہنمائی نہ کروں؟ روزہ جہنم سے بچانے کی ڈھال ہے اور صدقہ گناہوں کو ختم کرتا ہے اور رات میں تہجد کی نماز پڑھنا انسان کو نجات اور رفع درجات میں کام دیتا ہے، پھر یہ آیت پڑھی **تتجافیٰ جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم الآیۃ**۔

بعض علماء نے فرمایا کہ جو شخص عشاء اور فجر جماعت کے ساتھ پڑھے وہ بھی اس کا مصداق ہے، حضرت ابودردا، حضرت قتادہ، حضرت ضحاک سے یہ قول منقول ہے۔ ایک جماعت نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ وہ لوگ اپنی خواب گاہوں کو ذکر اللہ کے لئے چھوڑتے ہیں یعنی جب بیدار ہوتے ہیں تو اللہ کا ذکر کرتے ہیں، چاہے نماز میں اور چاہے قیام وقعود میں، چاہے بغیر نماز کے قیام وقعود اور لیٹنے کی حالت میں ہوں، ہر وقت ہر حال میں اللہ پاک کو یاد کرتے ہیں، اور کیوں نہ کریں جبکہ احادیث شریفہ میں یہاں تک فرمایا گیا کہ جو شخص کسی مجلس میں بیٹھے اور اللہ کو یاد نہ کرے وہ بیٹھنا اس پر وبال ہوگا، جو شخص کہیں کھڑا ہوا اور اس میں اللہ کو یاد نہ کرے تو وہ اس پر وبال ہوگا جو

شخص کہیں چلے اس چلنے میں اللہ کو یاد نہ کرے تو وہ چلنا وبال ہوگا جو شخص لیٹے اور اس لیٹنے میں اللہ کو یاد نہ کرے تو وہ لیٹنا وبال ہوگا۔

ان تمام احادیث کو امام بیہقیؒ نے نقل کیا ہے اور عنوان قائم کیا ہے: **ومنها الذکر عند کل اضطجاعة والذکر عند کل مشی والذکر عند کل حجر ومدر وشجر** (شعب الایمان رص ۴۰۳ رج ۱)۔

اور پھر نماز تہجد یا ذکر اللہ اور استغفار کے بعد دعاء میں مشغول ہوتے ہیں کبھی خوف کی کیفیت طاری ہوتی ہے اور کبھی امید کی کیفیات سے سرشار ہوتے ہیں، ایسوں کیلئے اللہ پاک نے اس آیت مبارکہ میں بشارتیں سنائی ہیں کہ ان کے لئے وہ کچھ تیار ہے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کان نے سنا اور نہ کسی دل پر اس کا گذر ہوا، یہ سب خلاصہ روح المعانی رص ۱۳۱ سے ماخوذ ہے۔

اتباعِ سنت اور ذکر اللہ کا گہرا تعلق ہے

(۸) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (سورۂ احزاب)۔

ترجمہ: بیشک تم لوگوں کیلئے اللہ کے رسول ﷺ کی ذاتِ اقدس میں بہترین نمونہ موجود ہے، یعنی ہر اس شخص کیلئے جو اللہ سے ڈرتا ہوا اور قیامت کے دن کی حاضری سے ڈرتا ہوا اور اللہ کو خوب یاد کرتا ہو۔

اس آیت شریفہ میں یہ فرمایا گیا ہے کہ عمل کرنے والوں کے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس میں ہر طرح کا نمونہ ہے اور یہ کہ ہر چیز میں اتباع شریعت وسنت

لازم ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں اور آگے فرمایا گیا کہ یہ سب اس وقت تک مکمل نہ ہوگا جب تک کہ شریعت اور سنت کے ظاہر پر عمل کے ساتھ ساتھ خوب اللہ کو یاد نہ کرے، جس کی طرف اشارہ ہے وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا سے، اس میں یہ بتانا ہے کہ کثرت ذکر ہی سے اطاعتِ ربانی مکمل ہوگی اور حقیقت میں متبع سنت بنے گا۔

ذکر کا فائدہ کب ہوتا ہے؟

اس آیت کی تشریح میں صاحب روح المعانی لکھتے ہیں: کہ ذکر اللہ کا حقیقی فائدہ اس وقت ہوگا جب کہ کلماتِ ذکر کا مفہوم بھی سمجھتا ہوگا، مثلاً سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ جیسے کلمات کے معانی اور مفاہیم بھی اس کے ذہن میں ہونگے تب اصل فائدہ متحقق ہوگا، اور بعض علماء نے یہ کہا کہ لفظ مفرد فقط ''اللّٰہ'' یا قادر یا سمیع وغیرہ ذکر نہیں ہیں اور اس پر ثواب بھی نہیں ملے گا، اسی طرف بعض علماء جیسا کہ امام نوویؒ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا رجحان ہے، بندہ مؤلف کہتا ہے کہ ہمارے اکابر نے اس قول کی تردید کی ہے، چنانچہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ ایسا کہنا غلط ہے اور حضرت نے اس پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں فرمایا گیا لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَايُقَالَ فِى الْاَرْضِ اَللّٰهُ اَللّٰه کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ روئے زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنا والا باقی رہے گا۔

ایک روایت مسلم شریف میں ہے، حضرت شاہ صاحبؒ نے اس پر یہ بھی فرمایا کہ رسول پاک ﷺ نے اس کا سبق دیا ہے اور ترمذی شریف میں بھی یہ حدیث

''باب اشراط الساعۃ'' میں موجود ہے: حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے درس ترمذی میں فرمایا تھا کہ اس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کا مفرد نام بھی ذکر ہے اور یہ بھی فرمایا تھا کہ علماء امت کی تحقیق کے مطابق دنیا کی روح ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' میں ہے جب روح نہ رہے گی تو دنیا ختم ہو جائے گی، اور قرآن مجید میں بھی ایسا ہی ہے قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِىْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ۔

علامہ ابن تیمیہؒ کا رد

علاوہ ازیں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن تیمیہ نے دعویٰ کیا ہے کہ اللہ مفرداً ذکر نہیں ہے اور مذکورہ دلائل میں تاویل سے کام لیا ہے (العرف الشذی ص۵۱۴) آگے حضرت مولانا محمد انوری رقمطراز ہیں کہ حضرت شاہ صاحبؒ خود بھی ذکر اسم ذات مفرداً کرتے تھے اور اپنے مریدین ومتوسلین کو بھی اس کی تلقین فرماتے تھے، نیز حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ''القول الجمیل'' میں قادریہ کا طریق ذکر فرمایا ہے کہ ان کے یہاں پہلے آٹھ تسبیح، پانچ اللّٰہ اللّٰہ اسم ذات کی اور تین لا الٰہ الا اللّٰہ نفی واثبات کی ہیں، کیا یہ بدعت ہے؟ نیز حضرت بلالؓ جب امیہ بن خلف ان کو زدوکوب کرتا تھا تو ''احد احد'' کا نعرہ لگاتے تھے (ابن ماجہ ص۱۴) کیا یہ بھی بدعت تھا؟ نیز الیواقیت والجواہر میں حضرت شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ نے ولذکر اللہ اکبر کی شرح میں تحریر فرمایا ہے کہ اسم ذات ''اللّٰہ'' کا ذکر دوسری تمام اسماءِ الٰہیہ کے ذکر سے اکبر واعظم ہے، وہ بھی پڑھ کر سنایا تو حضرت اقدس رائپوریؒ بہت مطمئن وخوش ہوئے (ملفوظات حضرت رائپوری ص۵)۔

نوٹ: یہ ملفوظ گرامی اس لئے بھی اہم ہے کہ اس میں ذکر اسم ذات مفرداً

کی پوری تحقیق ہے اور علامہ ابن تیمیہ کے تفرد کا رد بھی ہے، اس زمانہ میں سلفی وتیمی حضرات ان کے تفردات کے قائل ومعتقد ہیں اور اپنی جماعت کے بھی بعض علماء کرام ان سے غلط فہمی کی وجہ سے یا اپنے دلائل سامنے نہ ہونے کے باعث متاثر ہو جاتے ہیں، جیسے اس واقعہ میں مولانا کریم بخش صاحب کا ذکر ہوا ہے۔

ذکر اللہ مفرداً بھی ذکر ہی ہے

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوریؒ حضرت علامہ کشمیریؒ کے تلمیذ تھے، خود ہی فرمایا تھا کہ میں نے ''ملاحسن'' اور ''ترمذی شریف'' کا کچھ حصہ حضرت شاہ صاحب سے پڑھا ہے، سبق پڑھاتے وقت کہیں سے کہیں نکل جاتے تھے، اور میں تو غیر مقلد ہو جاتا، اگر حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر نہ ہوتا جب حاضر ہوا تو ترمذی شریف میں فاتحہ خلف الامام کی ہی بحث ہو رہی تھی، حضرت شاہ صاحبؒ کی تقریر سنی تو قلب مطمئن ہو گیا کہ ہمارے پاس بھی دلائل موجود ہیں۔

ایک دفعہ سنہری مسجد دہلی میں میں نے دیکھا کہ حضرت شاہ صاحبؒ اسمِ ذات اللّٰہ اللّٰہ کا ذکر درمیانہ جہر کے ساتھ کر رہے ہیں، حجرے کے اندر بیٹھے تھے اور دروازہ پر پردہ لٹک رہا تھا اس وقت میں سمجھا کہ شاہ صاحب صوفی بھی ہیں، حضرت مولانا گنگوہیؒ کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔

۱۹۴۲ء کا واقعہ ہے کہ حضرت اقدس رائپوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مولانا کریم بخش مرحوم پروفیسر عربی گورنمنٹ کالج لاہور حضرت سے مناظرہ کر رہے تھے کہ آپ خلافِ سنت ذکر کراتے ہیں، مفرد ذکر اللہ تو بدعت ہے، حضرتؒ نے میری طرف دیکھا

تا کہ میں جواب دوں تو میں نے عرض کیا کہ ''مسلم شریف'' میں حدیث صحیح موجود ہے کہ جب تک زمین پر اللہ اللہ کہنے والا کوئی شخص بھی باقی رہے گا قیامت قائم نہ ہوگی، کیا حضور ﷺ نے بدعت کا سبق دیا تھا؟ (ماخوذ از: ملفوظات حضرت علامہ کشمیریؒ ص ۴۱۰)

بکثرت ذکر اللہ کرنے والوں کیلئے مغفرت اور اجر عظیم ہے

(۹) وَالذَّاكِرِينَ اللّٰهَ كَثِيرًا وَّالذَّاكِرَاتِ اَعَدَّاللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيمًا (سورۂ احزاب)۔

اور بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور اللہ کا ذکر کرنے والی عورتیں ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

اس آیت پاک میں ایمان والوں کی تعریف کی گئی ہے اور ان کی صفات وکمالات سے بحث کی گئی ہے اور ان کے لئے بڑی زبردست بشارت دی گئی ہے وَالذَّاكِرِينَ اللّٰهَ كَثِيرًا وَّالذَّاكِرَاتِ کی تفسیر میں صاحب روح المعانی لکھتے ہیں: بالألسنة والقلوب ومدار الكثرة العرف عند جمع، وأخرج عبدالرزاق وسعيد بن منصور، وعبد بن حميد، وابن المنذر، وابن ابی حاتم، عن مجاهد قال: لايكتب الرجل من الذاكرين الله كثيرا حتى يذكر الله تعالىٰ قائما وقاعدا ومضطجعا. وأخرج أبو داؤد والنسائی وابن ماجه وغيرهم عن أبی سعيد الخدری أن رسول الله ﷺ قال: إذا أيقظ الرجل امرأته من الليل فصليا ركعتين كانا تلك الليلة من الذاكرين الله كثيرا والذاكرات، وقيل: المراد بذكر الله تعالىٰ ذكر آلائه سبحانه ونعمه وروى ذلك عن عكرمة ومآل هذا إلى الشكر وهو خلاف الظاهر (روح المعانی ص ۲۱ / ج ۱۲)۔

تشریح: صاحبِ روح المعانی کی اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت کا مصداق وہ لوگ ہیں جو زبان سے، دل سے حق تعالیٰ شانہ کو خوب یاد کرتے ہیں اور کثرت کا مدار عرف پر ہے سب کے نزدیک، امام مجاہدؒ نے فرمایا کہ کوئی شخص اس آیت کا مصداق اس قت تک نہیں بن سکتا جب تک کہ کھڑے بیٹھے اور لیٹنے کی حالت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو یاد کرنے والا نہ بن جائے، حضرت ابوسعید خدریؓ سے منقول ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص رات میں اپنی بیوی کو بیدار کرے اور دونوں مل کر دو رکعت پڑھیں تو وہ دونوں اس رات اس آیت کے مصداق قرار پاتے ہیں، اور کہا گیا ہے کہ اللہ کے ذکر سے مراد حق تعالیٰ شانہ کی نعمتوں کو یاد کرنا اور ان پر شکر کرنا ہے۔

مال اولاد کی وجہ سے ذکر اللہ سے غافل ہونا باعث خسارہ

(۱۰) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (سورۂ منافقون)۔

ترجمہ: اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال اور اولاد اللہ کے ذکر سے، اس کی یاد سے غافل نہ کرنے پائیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارہ والے ہیں کیونکہ یہ چیزیں تو دنیا ہی میں ختم ہوجانے والی ہیں اور اللہ کی یاد آخرت میں کام دینے والی ہے۔

فائدہ: اس آیت کریمہ میں یہ فرمایا گیا کہ مال کے حصول اور اولاد کے حقوق کی ادائیگی میں اس قدر منہمک ہونا ہلاکت کا باعث ہے کہ جس سے انسان نماز اور دیگر ارکان اور ذکر فکر سے محروم ہوجائے، یہاں ذکر سے مراد عام ہے تمام فرائض، نمازیں وغیرہ اس میں شامل

ہیں، بعض حضرات نے یہاں ذکر سے مراد جہاد کرنے کو بھی لیا ہے، اور بعض نے کہا قرآن پاک ہے اور اس کو عموم پر محمول کرنا زیادہ اولیٰ ہے (کذافی روح المعانی ص۱۱۷ ج۱۴)۔

اس میں شک نہیں کہ لفظ ذکر اپنے وسیع مفہوم کے اعتبار سے تمام طاعات اور عبادات کو بھی شامل ہوتا ہے جیسا کہ دیگر علماء نے بھی اس کو لکھا ہے، کہ اللہ کی ہر اطاعت ذکر میں شامل ہے، چنانچہ امام نوویؒ لکھتے ہیں: **اعلم ان فضيلة الذكر غير منحصرةٍ في التسبيح والتهليل والتحميد والتكبير ونحوها، بل كل عاملٍ لله تعالىٰ بطاعة فهو ذاكر لله تعالىٰ، كذا قاله سعيد بن جبيرؓ وغيره من العلماء وقال عطاءؒ مجالس الذكر هي مجالس الحلال والحرام، كيف تشتري وتبيع وتصلي وتصوم وتنكح وتطلق وتحج واشباه هذا** (کتاب الاذکار للنووی ص۲۶)۔

تزکیہ اور ذکر اللہ کا گہرا تعلق

(۱۱) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (سورۂ اعلیٰ)۔

ترجمہ: بیشک بامراد ہوگیا وہ شخص جو برے اخلاق سے پاک ہوگیا اور اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔

فائدہ: اس آیت پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ شخص فوز وفلاح کو پہنچے گا جو کفر وشرک سے اپنے قلب وجگر کو پاک کرے گا اور توحید کے مقدس نور سے اپنے آپ کو منور کرے گا اور پھر معاصی سے بچے گا اور زبان ودل سے اللہ اللہ کرے گا اور پانچوں نمازوں کا اہتمام کرے گا (کذافی روح المعانی وغیرہ ص۱۲۶)۔

اسی لئے ذکر اہلِ عشق ومحبت کا سب سے بڑا مشغلہ ہے، جس سے جتنی محبت

ہوتی ہے اسی قدر کثرت سے آدمی اس کا ذکر کرتا ہے، یہی حال اللہ والوں کا بھی ہے، ذکر منشورِ ولایت ہے جس شخص کو اللہ تعالیٰ ذکر کی توفیق دیتے ہیں، اپنی ولایت کا تصدیق نامہ خود اس کو مرحمت فرما دیتے ہیں، اور اس کے ذریعہ سے یہ انسان ذاکرِ حق بن جاتا ہے اور مذکورِ حق بھی، اس سے بڑھ کر اور کیا اس کا فائدہ ہو سکتا ہے؟۔

حضرت عارف پرتا پگڈھیؒ فرماتے ہیں:

بتاؤں آپ سے کیا عاشقوں کا کام ہوتا ہے
دل ان کی یاد میں اور لب پہ ان کا نام ہوتا ہے
ہر وقت تیرا ذکر ہے ہر وقت تیری یاد
کچھ اور ہی عالم میں ہیں خاصانِ محبت

نیز کسی نے کہا:

ذکر گو ذکر تا ترا جانست   پاکئی دل ز ذکر رحمٰن است

جب تک کہ جان میں جان ہے اللہ کو یاد کرتے رہو، کہ دل کی پاکی اللہ کے ذکر ہی سے ہوتی ہے۔

اللہ کے دیوانوں کو، اللہ کے سچے طالبین کو مطلوبِ حقیقی کے بغیر آرام نہیں ملتا اور وہ اللہ کے علاوہ سے انسیت نہیں رکھتے اور ہر وقت اس شعر کے ساتھ مترنم رہتے ہیں:

بچہ مشغول کنم دیدہ و دل را کہ مدام   دل ترا می طلبد دیدہ ترا می خواہد

کس چیز کے ساتھ مشغولی کو اختیار کروں کہ قلب و نظر کا یہ حال ہے کہ قلب ہمیشہ اللہ کی طلب میں اور نظر ان کے دیدار کیلئے تڑپتی ہے۔

فی الحقیقت عشق و محبت کا تقاضا یہی ہے کہ دل محبوب کی یاد میں لگا رہے اور زبان

اس کے نام سے تر بتر رہے اور ذکر بھی قلیل نہیں بلکہ کثیر، تبھی کچھ بات بنتی ہے اور اسی سے وصالِ حبیب حاصل ہوتا ہے، اسی لئے عشاق ذکر کو بہترین شراب تصور کرتے ہیں۔

ذکرُک للمشتاق خیر شراب   وکل شراب دونہ کسراب

آپ کا ذکر مشتاق کیلئے بہترین شراب ہے اور ہر شراب اس کے سامنے ریت کی طرح بیکار ہے، جو دور سے پیاسے کو چمکتا ہوا پانی نظر آتا ہے اور قریب جانے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ وہ ریت ہے، اس سے پیاس نہیں بجھ سکتی۔

جہاں اللہ کا ذکر ہو وہ مقامات قابلِ عظمت ہیں

(۱۲) فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ o رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوةِ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ o لِیَجْزِیَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَیَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۔

ترجمہ: وہ ایسے گھروں میں جا کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ انکا ادب کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے، ان میں ایسے لوگ صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جن کو اللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے نہ خرید غفلت میں ڈالنے پاتی ہے اور نہ فروخت، وہ ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ جاویں گی، انجام یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان کو انکے اعمال کا بہت ہی اچھا بدلا دیگا اور ان کو اپنے فضل سے اور بھی زیادہ دے گا اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بے شمار دے دیتا ہے۔

خانقاہوں کی فضیلت اور ذکر قلبی کی اہمیت قرآن پاک سے

فائدہ: ان آیات کی تشریح میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے فرمایا فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ سے مراد عام ہے، مساجد، مدارس اور خانقاہ سب اسمیں شامل ہیں، نیز لکھتے ہیں **وفیہ دلالة علی هذ التقریر علی عظم قدر الخانقاهات الذکریة وتعظیم قدرها باداء حقها الموضوعة له من الذکر والمراقبة قوله تعالیٰ رجال لاتلهیهم تجارة الآیة فی الروح یدخل فی عمومه الذین حصل لهم الذکر القلبی ورسخ فی قلوبهم بحیث لا یغفلون عنه سبحانه فی حال من الاحوال قلت هو اصل مقام یسمی بملکة "یادداشت" مقام یسمی بخلوت "درانجمن"** (حاشیہ بیان القرآن رسورۂ نور، مسائل السلوک)۔

غور فرمایئے! ان آیات کی تشریح میں حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے خانقاہوں کی عظمت اور رفعت شان کو بھی ثابت کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ذکر قلبی کا بھی اثبات ہے جس کو وہ ملکہ یادداشت اور خلوت درانجمن سے تعبیر کرتے ہیں، بندہ کہتا ہے یہی سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی محنت کا خلاصہ ہے جس کو حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے روح المعانی وغیرہ کے حوالہ سے یہاں تحریر کیا ہے کہ رجال اللہ وہ حضرات ہیں جو تجارت اور زراعت کے وقت بھی ذکر قلبی سے غافل نہیں ہوتے اور برابر دل سے اللہ کی یاد میں اور بظاہر دیگر مصروفیات میں ہوتے ہیں۔

ذکر سے اعراض زندگی کو خراب کرنے والی چیز

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا وَّنَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰیo

ترجمہ: اور جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا تو اس کے لئے (قیامت

سے پہلے دنیا اور قبر میں) تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے روز ہم اس کو اندھا کر کے (قبر سے) اٹھائیں گے وہ (تعجب سے) کہے گا کہ اے میرے رب آپ نے مجھکو اندھا کر کے کیوں اٹھایا میں تو (دنیا میں) آنکھوں والا تھا (مجھ سے ایسی کیا خطا ہوئی) ارشاد ہوگا کہ (جیسی تجھکو سزا ہوئی ہے) ایسا ہی تجھ سے عمل ہوا تھا وہ یہ کہ تیرے پاس (انبیاءؑ وعلماء کے واسطے سے) ہمارے احکام پہونچے تھے، پھر تونے ان کا کچھ خیال نہ کیا اور ایسا ہی آج تیرا کچھ خیال نہ کیا جاوے گا (جیسا تونے خیال نہ کیا تھا) اور (جس طرح کہ یہ سزا مناسب عمل دی گئی) اسی طرح (ہر) اس شخص کو ہم (مناسب عمل) سزا دیں گے جو حد (اطاعت) سے گذر جاوے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لاوے اور واقعی آخرت کا عذاب ہے بڑا سخت اور بڑا دیرپا (کہ اس کی کہیں انتہا ہی نہیں تو اس سے بچنے کا بہت ہی اہتمام کرنا واجب ہے) (بیان القرآن رص ۷۳رج ۷)۔

نیز صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ اس آیت پاک میں ذکر سے مراد قرآن پاک اور قرآن پاک کے مضامین ہیں اور اسی طرح گذشتہ آسمانی کتابیں بھی اس کا مصداق ہوسکتی ہیں اور ذکر کی تفسیر ہدایت سے بھی کی گئی ہے، کیونکہ ہدایت حق تعالیٰ شانہ کے ذکر اور اللہ پاک کی عبادت کا ذریعہ ہے (روح المعانی رص ۲۷۶رج ۱۶) نیز معلوم ہوا کہ احکام الٰہیہ بھی ذکر کا مصداق ہیں۔

شعراءِ ذاکرین قابلِ تعریف

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَکَرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَo۔

ترجمہ: ہاں (مگر جو لوگ ان شاعروں میں سے) ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کئے (یعنی شرع کے خلاف نہ ان کا قول ہے نہ فعل، یعنی ان کے اشعار میں بیہودہ مضامین

نہیں ہیں) اورانہوں نے کثرت سے اللہ کا ذکر کیا (یعنی تائیدِ دین واشاعت علم میں ان کے اشعار ہیں کہ یہ سب ذکراللہ ہے) اور (اگر کسی شعر میں بظاہر کوئی نامناسب مضمون بھی ہے جیسے کسی کی ہجو کہ بظاہر اخلاق حسنہ کے خلاف ہے تو اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ) (اس کا) بدلہ لیا ہے (یعنی کفار یا فساق نے اول ان کو ایذا پہنچائی خواہ قولاً مثلاً ان کی ہجو کی، یا دین کی توہین کی کہ اپنی ہجو سے بھی بڑھ کر موجب ایذا ہے، خواہ فعلاً کہ ان کے مال کو یا جان کو ضرر پہونچایا، یہ لوگ مستثنیٰ ہیں اور ایسے اشعار میں بعضے مُباح ہیں بعضے طاعت ہیں) اور (یہاں تک شبہات متعلقہ رسالت کے جوابات پورے ہوگئے اور اس سے پہلے رسالت دلائل سے ثابت ہوچکی تھی اب آگے ان لوگوں کی تردید ہے جو اس پر بھی منکر نبوت رہے اور حضور ﷺ کو ایذا پہونچاتے ہیں یعنی (عنقریب ان لوگوں کو معلوم ہوجائے گا جنہوں نے (حقوق اللہ وحقوق الرسول یا حقوق العباد میں) ظلم کر رکھا ہے کہ کیسی (بری اور مصیبت کی) جگہ انکو لوٹ کر جانا ہے (مراد اس سے جہنم ہے)۔ (بیان القرآن رص۹۷رج۷)۔

صاحبِ روح المعانی رص۱۴۷رج۱ر پر لکھتے ہیں وہ صحابۂ کرامؓ جو اشعار کا ذوق وشوق رکھتے تھے اور بڑے فصیح وبلیغ شعراء میں شمار ہوتے تھے، جیسے حضرت عبداللہ ابن رواحہ، حضرت حسان بن ثابت اور حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ عنہم اجمعین، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روتے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اللہ پاک جانتے ہیں کہ ہم شعراء ہیں اور حق تعالیٰ شانہ نے شعراء کی مذمت کی ہے، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور یہ آیات مبارکہ رسول پاک ﷺ نے ان کو پڑھ کر

سنائی جن میں ان شعراء کرام کی تعریف ہے جو صاحبِ ایمان ہیں اور اعمال صالحہ کرتے ہیں اور اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اپنے اشعار کے ذریعہ سے ایمان پر ''اعمال صالحہ'' پر، اللہ کے ذکر پر اور رسول پاک ﷺ کی محبت پر ابھارتے ہیں۔

نیز آگے لکھتے ہیں: کہ بہت سے صحابۂ کرامؓ کو اشعار سے رغبت تھی اور خاص طور پر خلفاء راشدین بڑے زبردست اشعار کہتے تھے، اور پھر صاحب روح المعانی نے حضرت صدیق اکبر حضرت فاروق اعظم حضرت عثمان اور حضرت علیؓ (وہ تو اس باب میں سب سے زیادہ بڑھے ہوئے تھے) اور دیگر آل بیت اطہار کے تفصیل سے اشعار ذکر کئے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسانؓ کیلئے مسجد نبوی شریف میں منبر رکھوایا اور ان سے فرمایا کہ حضرت جبریلؑ تمہاری تائید ونصرت کرتے ہیں جب تک تم اللہ اور ان کے رسول کی اشعار میں حمایت کرتے ہو اور کفار کی ہجو کرتے ہو، نیز ایک موقع پر یہ بھی فرمایا کہ یہ اشعار کفار پر تیر سے زیادہ سخت وار کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ مسجد نبوی شریف میں اس منبر پر رسول اللہ ﷺ کے تعلق سے بآوازِ بلند اشعار پڑھے جاتے ہوں گے، وہاں اور بھی صحابہ کرامؓ جمع ہوتے ہونگے اور ان اشعار سے لطف اندوز ہوتے ہونگے، جب رسول اللہ ﷺ کی محبت وعشق میں اشعار پڑھنا اور ان کو سن کر ایمان تازہ کرنا نصوص سے ثابت ہورہا ہے تو مشائخ وصوفیاء کرام اللہ کے عشق ومحبت کے دریاؤں میں غرق ہوکر کچھ اشعار پڑھیں یا سنیں اور دوسرے بھی اس سے اپنی ایمانی کیفیات کو ترقیات بخشیں تو اس میں کیا قباحت ہے؟ جس کی طرف بعض فتاویٰ میں اشارہ کیا گیا ہے۔

ذکر اللہ کے فضائل وفوائد

حافظ ابن قیمؒ ایک مشہور محدّث ہیں انہوں نے ایک مبسوط رسالہ عربی میں ''اَلوَابِلُ الصَّیِّب'' کے نام سے ذکر کے فضائل میں تصنیف کیا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ذکر میں سو سے بھی زیادہ فائدے ہیں ان میں سے اُناسی (۷۹) فائدے انہوں نے ذکر فرمائے ہیں جن میں سے چند فائدے یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱) ذکر اللہ شیطان کو دفع کرتا ہے اور اس کی قوت کو توڑتا ہے (۲) اللہ جلّ جلالہ کی خوشنودی کا سبب ہے (۳) دل سے فکروغم کو دور کرتا ہے (۴) ذکر اللہ دل میں فرحت وسرور اور انبساط پیدا کرتا ہے (۵) بدن کو اور دل کو قوت بخشتا ہے (۶) چہرہ اور دل کو منور کرتا ہے (۷) ذکر اللہ رزق کو کھینچتا ہے (۸) ذکر اللہ ذکر کرنے والے کو ہیبت اور حلاوت کا لباس پہناتا ہے یعنی اس کے دیکھنے سے رعب پڑتا ہے اور دیکھنے والوں کو حلاوت نصیب ہوتی ہے (۹) ذکر اللہ اللہ تعالی شانہ کی محبت پیدا کرتا ہے اور محبت ہی اسلام کی روح اور دین کا مرکز ہے (۱۰) ذکر سے مراقبہ نصیب ہوتا ہے جو مرتبۂ احسان تک پہنچا دیتا ہے (۱۱) ذکر اللہ اللہ کی طرف رجوع پیدا کرتا ہے جس سے رفتہ رفتہ یہ نوبت آجاتی ہے کہ ہر چیز میں حق تعالی اس کی جائے پناہ بن جاتے ہیں (۱۲) ذکر اللہ اللہ کا قرب پیدا کرتا ہے اور جتنا ذکر میں اضافہ ہوتا ہے اتنا ہی قرب میں اضافہ ہوتا ہے (۱۳) ذکر اللہ اللہ کی معرفت کا دروازہ کھولتا ہے (۱۴) ذکر اللہ اللہ جل شانہ کی ہیبت اور اس کی بڑائی دل میں پیدا کرتا ہے (۱۵) ذکر اللہ اللہ کی بارگاہ میں ذکر کا سبب ہے (۱۶) ذکر اللہ دل کو زندہ کرتا ہے (۱۷) ذکر اللہ دل اور روح کی روزی ہے (۱۸) ذکر اللہ دل کو زنگ سے صاف کرتا ہے (۱۹) لغزشوں اور خطاؤں کو

دور کرتا ہے (۲۰) ذکر اللہ بندہ کو اللہ جل شانہ سے جو وحشت ہو جاتی ہے اس کو دور کرتا ہے (۲۱) جو بندہ اللہ پاک کا ذکر کرتا ہے عرش کے چاروں طرف اس کا ذکر ہوتا ہے (۲۲) جو شخص راحت میں اللہ جل شانہ کا ذکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ مصیبت کے وقت اس کو یاد کرتا ہے (۲۳) ذکر اللہ اللہ پاک کے عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے (۲۴) ذکر اللہ سکینہ اور رحمت کے اترنے کا سبب ہے (۲۵) ذکر اللہ کی برکت سے زبان غیبت، چغلخوری، جھوٹ، بدگوئی سے محفوظ رہتی ہے (۲۶) ذکر اللہ قیامت کے دن حسرت سے محفوظ رکھتا ہے (۲۷) ذکر اللہ کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں (۲۸) اللہ کا ذکر جنت کے پودے ہیں (۲۹) ہمیشہ اللہ پاک کا ذکر کرنے سے اپنے نفس کو بھولنا اور امن نصیب ہوتا ہے (۳۰) ذکر کرنے سے آدمی کی ترقی ہوتی رہتی ہے (۳۱) ذکر کا نور دنیا میں بھی ساتھ رہتا ہے اور قبر میں بھی ساتھ رہتا ہے اور آخرت میں پُل صراط پر آگے آگے چلتا ہے (۳۲) آدمی کے دل میں ایک گوشہ ہے جو اللہ کے ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی پُر نہیں ہوتا (۳۳) ذکر آدمی کے دل کو نیند سے جگاتا ہے (۳۴) ذکر ایک درخت ہے جس پر معارف کے پھل لگتے ہیں (۳۵) ذکر غلاموں کے آزاد کرنے کے برابر ہے (۳۶) ذکر اللہ شکر کی جڑ ہے (۳۷) ذکر کرنے والا اللہ کے نزدیک معزز ہے (۳۸) ذکر اللہ سے دل میں ایک خاص قسم کی سختی ہے جو ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی نرم نہیں ہوتی (۳۹) ذکر کرنا اللہ کے ساتھ دوستی کا ذریعہ ہے (۴۰) ذکر کرنے والے پر اللہ کی رحمت اور فرشتوں کی دعا ہوتی ہے (۴۱) ذکر دوسری عبادت کے لئے بڑا معین ومددگار ہے (۴۲) ذکر کی وجہ سے ہر مشقت آسان بن جاتی (۴۳) ذکر اللہ کرنے کی وجہ سے دل سے ہر خوف وہراس دور ہو جاتا ہے (۴۴) ذکر اللہ کی وجہ سے آدمی میں

ایک خاص قوت پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے ایسے کام اس سے صادر ہونے لگتے ہیں جو دشوار نظر آتے ہیں (۴۵) ذکر اللہ کرنے والے کی اللہ پاک تصدیق کرتے ہیں (۴۶) ذکر سے جنت میں گھر تعمیر ہوتے ہیں (۴۷) ذکر اللہ جہنم کے لئے آڑ ہے (۴۸) ذکر اللہ کرنے والوں کے لئے فرشتے استغفار کرتے ہیں (۴۹) جس پہاڑ یا میدان میں ذکر اللہ کیا جاتا ہے وہ دوسرے پہاڑ پر فخر کرتا ہے (۵۰) ذکر اللہ کی کثرت نفاق سے بری ہونے کا اطمینان ہے (۵۱) ذکر اللہ کرنے والوں کے چہرے پر دنیا میں رونق اور آخرت میں نور ہوگا (۵۲) شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے اس کو دور کرنے کے لئے ذکر کے علاوہ کوئی چیز نہیں، حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ مفرد لوگ آگے بڑھ گئے، صحابہ نے عرض کیا کہ مفرد لوگ کون ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ذکر پر مر مٹنے والے کہ ذکر ان کے بوجھوں کو ہلکا کر دیتا ہے۔

جو کچھ تفصیل گوش گذار کی گئی ہے یہ بھی کافی سے زیادہ ہے اور جس کو توفیق نہیں ہے اس کے لئے ہزارہا فضائل بھی بیکار ہیں، **وما توفیقی الا بالله علیه توکلت والیه انیب۔**

سبحان اللہ! جو شخص ذکر کے اتنے زبردست فضائل لکھ رہا ہو یعنی حضرت علامہ ابن قیمؒ پھر بھی اگر ان کے متعلق کوئی یہ خیال کرے کہ وہ ذکر و فکر، مجاہدہ اور مشاہدہ اور نسبت احسان کی ان کیفیات سے جن پر مشائخ صوفیا محنت کرتے ہیں محروم ہوں یا ان کے خلاف ہوں تو اس کا یہ خیال بالکل ایک احمقانہ خیال ہے جو کہ انکی تحریرات سے مناسبت نہیں رکھتا، حافظ ابن قیمؒ کی ''مدارج السالکین'' میں جو کچھ لکھا گیا ہے اسی کو حاصل کرنے کی محنت کرنا ہی

تصوف ہے، اسی کو تزکیہ و احسان کہتے ہیں، اسی کو ذکر و فکر کہتے ہیں اسی کو مراقبہ و مشاہدہ سے تعبیر کیا جاتا ہے:

عبارا تنا شتیٰ وحسنک واحدٌ   وکلٌ الیٰ ذاک الجمال یشیر

یعنی صرف تعبیرات کا فرق ہے، اور مقصود سب کا ایک ہے سب اسی حسن وجمال کے طالب ہیں اور سب اسی کی طرف اشارہ کرتے ہیں، یعنی سب کا مقصود حق تعالیٰ جل وعلیٰ کی ذات عالی ہے اور سب اسی کا طواف کرتے ہیں، اسی طرح شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کو بھی سمجھنا چاہئے کہ وہ بھی بہت بڑے عالم، عابد و زاہد اور ذاکر و شاغل انسان تھے اور ابن قیمؒ کے استاذ تھے۔ مزید تفصیل ''فضائل ذکر'' مؤلفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

کیا حضرت شیخؒ کے نزدیک ذکر اللہ اور خانقاہوں میں جانا انفرادی عمل تھا؟

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ذکر اللہ کے عاشق بھی تھے اور داعی و مبلغ بھی تھے، قولاً و فعلاً آپ نے اس پر بہت زور دیا ہے، گنگوہ میں حضرت اقدس گنگوہیؒ کے مزار پر بھی آپ مع الجماعت ذکر جہری فرماتے تھے، سارا مجمع ذکر جہری کرتا اور عجیب منظر ہوتا تھا، حضرت شیخ نے دنیا بھر میں خانقاہیں قائم کرائیں اور اپنے خلفاء چھوڑے، چشتیہ کا یہ سارا خاندان ذکر جہری والوں کا خاندان ہے، شیخ الحدیثؒ بھی اسی مشرب اور خاندان سے تعلق رکھتے تھے، پھر ان کی طرف ایسی بات منسوب کرنا کہاں تک روا ہو سکتا ہے کہ انہوں نے کسی موقع پر جناب مفتی زین العابدین صاحبؒ سے فرمایا تھا جبکہ وہ خانقاہ رائے پور میں حضرت رائے پوریؒ کے

پاس تھے اور ذکر اللہ کی لذتوں سے فیضیاب ہو رہے تھے کہ میاں! یہاں آ کے پڑ گئے، یہ تو انفرادی عمل ہے اور انفرادی اعمال کے پہاڑ اجتماعی اعمال کے ذرات سے بھی چھوٹے ہیں، اس فرضی جملہ کو شیخ کی طرف اس قوت سے منسوب کیا جا رہا ہے گویا کہ یہ کوئی آیت ہو یا حدیث ہو، جس پر ایمان لائے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوگا اور اس کو ایک عقیدہ کی شکل دی جا رہی ہے، حالانکہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے جو کچھ ”فضائل ذکر“ میں آیات، احادیث اور واقعات سَلَفِ صالحین اور صوفیائے عظام کے حوالہ سے لکھا ہے اگر اسکو مدنظر رکھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت شیخ سے اس بات کا نہ کوئی جوڑ ہے نہ کوئی میل ہے نہ کوئی رشتہ وتعلق ہے، نیز جو کچھ حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ نے ”حیاۃ الصحابہ“ میں لکھا ہے ذکر اللہ کے تعلق سے اس کا بھی اس جملہ سے کوئی رشتہ نہیں ہے، اور خود ان کو اس عظیم الشان کام (دعوت وتبلیغ) کا ذمہ دار، ان کے والد بزرگوار نے اس وقت تک نہیں بنایا جب تک وہ ذکر وفکر میں نہیں لگے اور اپنے والد کی طرف سے ان کو خلافت واجازت نہیں مل گئی جس کی تفصیل حیات حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ ص ۲۰۵ رمیں دیکھی جا سکتی ہے۔

کیا انفرادی اعمال ذرات ہیں؟

اور اس چیز کا غلط ہونا اس سے بھی واضح نظر آتا ہے کہ بہت سارے ارکان جیسا کہ زکوٰۃ ہے وہ بھی انفرادی عمل ہے، روزہ ہے وہ بھی انفرادی عمل ہے، تلاوت ہے وہ بھی انفرادی عمل ہے، اور اگر بہت سے لوگ جمع ہو کر زکوٰۃ دیں اور روزہ رکھیں اور تلاوت ایک ساتھ کریں تب آپ اس کو اجتماعی عمل کہیں گے؟ کیا ایسا ہر وقت ہوتا ہے اور نہ ہونے

کی صورت میں ان کی حیثیت ثواب کے اعتبار سے ذرات میں تبدیل ہو جائے گی؟۔

نیز فرض نماز کے علاوہ نوافل جس میں تہجد اور صلوٰۃ التسبیح جیسی فضیلت اور ثواب سے بھرپور عبادات بھی ہیں، اعمال کے ذرات کہلائے جائیں گے جبکہ ان سب پر آیات اور احادیث میں بہت بڑی بڑی ترغیبات وارد ہوئی ہیں اور خود عام نوافل اور سنن جو فرائض سے قبل وبعد پڑھی جاتی ہیں اور ان کو لوگ انفراداً ہی پڑھتے ہیں جو تقرب عند اللہ کیلئے بہت مفید ہے اور قرب باری تعالیٰ کا بہت بڑا ذریعہ ہے، جیسا کہ اس بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ بندہ نوافل کے ذریعہ سے میرا قربِ خاص حاصل کر لیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، زبان بن جاتا ہوں جس سے بولتا ہے، آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے وغیرہ وغیرہ، کیا وہ سب اسی زمرہ میں آئیں گے کہ ان کو اعمال کے ذرات کہا جائے گا یا سمجھا جائے گا اور خدانخواستہ کوئی ایسا سمجھے تو نوافل پر جو بیشمار فضائل وارد ہوئے ہیں سب ضائع ہو جائیں گے! جبکہ ہمارا موضوع ہی فضائل ہے اور فضائل ہی کے سہارے سے ہم اپنے سارے دینی امور انجام دے رہے ہیں۔

نیز اول تو انفرادی اور اجتماعی کی یہ بحثیں کتب حدیث وفقہ میں کہیں نظر نہیں آتی اور اگر آتی بھی ہیں تو اس قدر تفاوت اور فرق کے ساتھ نہیں ہے کہ انفرادی اعمال مطلقاً ذرات ہوں اور اجتماعی اعمال ہر جگہ اور ہر وقت پہاڑ کی شکل میں ہوں بھلے ہی ان کی اجتماعیت پر کتاب وسنت سے کوئی دلیل قوی بھی ہو یا نہ ہو اور ہم اِس سب پر غور کئے بغیر ان کو پہاڑ تصور کریں، بلکہ غور کرنے سے ایک حدیث مشہور ابواب الصلوٰۃ میں یہ ملتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فرض نماز جماعت کے ساتھ تنہا پڑھنے والے

کی نماز پر ستائیس درجے اور ایک روایت میں فرمایا گیا کہ پچیس درجے ثواب کے اعتبار سے زیادہ ہوتی ہے۔

فرض نماز مع الجماعت اور صلوٰۃ منفرد کا فرق

غور فرمائیے کہ ایک طرف تو فرض نماز جماعت کے ساتھ ہے اور دوسری طرف فرض نماز تنہا پڑھی جارہی ہے اس کا تفاوت پچیس یا ستائیس درجہ ہے نہ یہ کہ یہ فرمایا گیا کہ یہ انفرادی عمل ہے لہذا یہ ذرات ہیں اور جماعت کی نماز یہ پہاڑ ہے۔

حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ کے قصہ سے استدلال کا جواب

پھر اس مفروضہ پر حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ کے قصہ سے استدلال کرنا بھی عجیب ہے، جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ موتہ کے موقع پر صحابہ کرامؓ کی جہاد کیلئے ایک جماعت بھیجی اور فرمایا کہ اس کے امیر حضرت زید ابن حارثہ ہونگے، اگر یہ شہید ہوگئے تو امیر حضرت جعفرؓ ہونگے، اگر یہ بھی شہید ہوگئے تو امیر حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ ہونگے۔ اور مخصوص ہدایات دیکر اس قافلہ کو رسول اللہ ﷺ نے روانہ فرمادیا، اتفاق سے یہ جمعہ کا دن تھا قافلہ صبح کو روانہ ہوا حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ کے ذہن میں یہ بات آئی کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جمعہ کی نماز میں شرکت کرلوں معلوم نہیں کہ بعد میں کبھی ایسا موقع ہوگا یا نہیں، پھر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ جاؤں گا اور ان کے ساتھ ملکر کام کرونگا۔ چنانچہ جمعہ میں شرکت کی نماز سے فارغ ہوئے رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو تعجب سے فرمایا کہ تم یہیں ہو؟ عرض کیا کہ میرے دل میں یہ بات آئی کہ میں آپ کے ساتھ ایک بار اور نماز باجماعت میں شرکت کرلوں اور یہ جمعہ کا دن ہے اور بھی بہتر ہے

بعد میں چلا جاؤں گا، یہ سب بات سن کر رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے اچھا نہیں کیا اگر تم زمین بھر سونا اور چاندی راہِ خدا میں دیدو تب بھی اس فضیلت کو نہیں پہنچ سکتے جو تمہارے ساتھیوں کو صبح سویرے جانے میں حاصل ہوئی ہے۔

ملا علی قاریؒ مرقات میں لکھتے ہیں: **تحت قول النبی ﷺ لو انفقت مافی الارض جمیعا ما ادرکت فضل غدوتهم (بفتح العین وضمها) ای فضیلة اسراعهم ای ذهابهم الی الجهاد قال الطیبی کان الظاهر ان یقال غدوتهم افضل من صلاتک هذه فعدل الی المذکور مبالغة کانه قیل لایوازیها شیء من الخیرات وذلک ان تاخره ذاک ربما یفوت علیه مصالح کثیرة ولذلک ورد لغدوة فی سبیل الله او روحة خیر من الدنیا وما فیها** (مرقات ص۳۳۹/ج۷)۔

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ یہاں تقابل انفرادی اور اجتماعی معاملہ کا ہے یا ان وقتی حالات کے پیش نظر کفار کے ساتھ مقابلہ میں جانے اور پیچھے رہنا کا ہے اور بالخصوص جبکہ رسول اللہ ﷺ کا تاکیدی حکم کسی چیز سے متعلق ہوجائے تو اس کی اہمیت اور عظمت کس قدر بڑھ جاتی ہے اور صورتاً بھی اس کے خلاف کرنا مناسب نہیں ہوتا، الا یہ کہ کوئی ایسا ہی موقع ہو جیسا کہ حضرت علیؓ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر امر رسول ﷺ ہونے کے باوجود لفظِ ''رسول اللہ'' نہیں کاٹا تھا کہ وہاں ادب یہی تھا، یہ سب غور کرنے کی بات ہے، اگر دوسرے اس غزوہ کے ذمہ داران یا اور صحابہ کرام یہی سوچتے تو پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم کی کتنی مخالفت لازم آتی اور یہ کتنا غلط ہوتا کہ ایک ذرا سی چوک پر واقعۂ احد میں کیا گیا

گزر راتھا، یہ سب جن حضرات پر گذر راہو تو ان کو آگے پھر کس قدر امر رسول ﷺ کو سامنے رکھنے کی ہر وقت ضرورت رہے گی۔

پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ نے جو سوچا وہ بھی ایک عشق ومحبت ہی کے جذبہ سے تھا اور جمعہ میں شرکت خود ایک عظیم الشان اجتماعی عمل میں شرکت ہے کہ جمعہ جامع الجماعات ہے، پھر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز کی فضیلت پر تو کیا کچھ قربان نہیں کیا جاسکتا چاہے وہ نفلی ہی کیوں نہ ہو اور پڑھانے والے رحمت اللعالمین ﷺ ہوں تو اس صورت میں ان دو رکعت کی فضیلت، برکت، عظمت اور قربت عنداللہ کا حصول کس درجہ ہوگا! اس کو بھی انفرادی عمل کے زمرہ میں نہیں لایا جاسکتا چہ جائے کہ اعمال کے ذرات کہنے کا وہاں کوئی تصور کرے، جب ہم ان سب چیزوں پر غور کریں گے تو ہمیں بہت کچھ سمجھنے کو ملے گا۔

الغرض بہت سے ارکانِ اسلام اعمالِ ایمان انفراداً ہیں تو کیا یہ ارکان اسلام آپ کے نزدیک اعمال کے ذرات ہیں؟ جو آپ کے بتائے ہوئے اجتماعی اعمال کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے سوائے چند ذرات کے، اس پر ہمیں کتنی بار استغفار پڑھنا چاہئے! نیز خود فیصلہ کرنا چاہئے کہ ہماری محنتوں کا منشاء اعمال کو زندہ کرنا ہے اور ان کی اہمیت کو دلوں میں بٹھانا ہے یا کچھ اور ہے؟ اور ہمارے اس قول سے کیا ثابت ہو رہا ہے؟۔

ذکر مطلق منصوص ہے

ذکراللہ کے سلسلہ میں آیاتِ کریمات اور بہت سے فوائد لکھے جانے کے بعد مزید یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے: کہ نصوص قرآنی سے ذکر الٰہی کا ماموربہ ہونا ثابت ہے،

بیسیوں آیتیں موجود ہیں جن میں ذکراللہ کا حکم پایا جاتا ہے اور یہ حکم کثرت کی قید سے مقید ہے، البتہ کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے مطلق ہے، کمیت کے اعتبار سے مطلق ہونے سے مراد یہ ہے کہ ذکر کی کوئی مقدار یا حد مقرر نہیں، یعنی اتنی مقدار میں ذکر کیا جائے یا اتنے وقت ذکر کیا جائے، اور جو کچھ مشائخ معمولات بتاتے ہیں وہ سب اسی تک پہنچانے کے ابتدائی مراحل ہیں، اور کیفیت کے اعتبار سے مطلق ہونے سے مراد یہ ہے کہ کسی خاص حالت کی قید نہیں، یعنی انفرادی ہو یا اجتماعی، قیام ہو یا قعود واضطجاع، پس جس نوعیت کا ہو اور جس کیفیت سے ہو سب عمومِ نص میں داخل ہے، لہذا کسی خاص حالت یا نوعیت پر اصرار کرنا یا اعتراض کرنا کہ یہ طریقہ بدعت ہے، بیجا اعتراض ہے، ایسا اعتراض ذکرِالٰہی سے مانع ہونے کے مترادف ہے، ایسے شخص کے لئے وعید موجود ہے۔صاحب روح المعانی نے اس آیت کی تفسیر یوں کی ہے:

اَلَّـذِيْـنَ يَـصُـدُّوْنَ عَـنْ سَبِيْـلِ اللّٰـهِ وَيَبْـغُـوْنَهَـا عِوَجاً ای الذین یصدون السالکین عن سبیل الله ای الطریقة الـمـوصـلة الیـه تـعـالیٰ سبحـانـه ویبـغـونهـا عـوجـا بان یصفونها بما یتـنـفـر الســالک مـنـهــا من الزیغ والمیل عن الحق (روح المعانی)۔

کہ جو لوگ سالکین کو اس طریق سے روکتے ہیں جو موصل الی الحق ہے اور اس میں کجی کا قصد کرتے ہیں، اس طرح کہ اس طریق کو اس رنگ میں بیان کرتے ہیں کہ سالک کو اس سے نفرت پیدا ہو جائے اور وہ طریق حق سے ہٹ جائے۔

ذکر الٰہی کے مطلق ثابت ہونے کے بعد یہ اعتراض بھی بیجا ہوگا کہ ذکر سے مراد

صرف فرض نماز، تلاوتِ قرآن، تسبیح وتہلیل اورنوافل ہی ہیں جیسا کہ بعض لوگ کہتے اور سمجھتے ہیں کہ صوفیہ کا طریقۂ ذکر جو مروجہ ضربات وغیرہ سے کیا جاتا ہے ذکر سے خارج ہے ایسا سمجھنا غلط ہے، چونکہ نصِ قرآنی میں ذکر مطلق ہے اس لئے تمام اذکار اور اذکار کی تمام صورتیں اسی کے افراد ہوں گے، نماز اور نوافل، تلاوت قرآن، استغفار، **لاالٰہ الا اللّٰہ ،اللّٰہ موجود ،یا** صرف اللہ، یا درود شریف اسی مطلق ذکر کے افراد ہونگے (ماخوذ از دلائل السلوک)۔

بلکہ حضرت ملا علی قاریؒ حدیث رسول اللہ ﷺ **اِنَّمَا جُعِلَ رَمْیُ الْجَمْرِ وَالسَّعْیِ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِاِقَامَةِ ذِکْرِ اللّٰہِ** کے تحت لکھتے ہیں: کہ مقصود عبادات سے ذکر اللہ ہی ہے۔ نیز بعض مشائخ نے اس کو مزید تفصیل سے کہا کہ نماز، حج اور صوم، قربانی وغیرہ جیسی عبادات کا منشاء بھی ذکر ہی ہے اور یہ ذکر ہی ہے جو متعدد صورتوں میں کرایا جارہا ہے۔

کیا نماز اور دیگر فرائض کے علاوہ بھی ذکر کی کوئی صورت ہے؟

بعض حضرات ذکر اللہ کی ترغیبات کو سن کر یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ الگ سے ذکر اللہ کی کیا ضرورت ہے؟ ہم نماز پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں، حج کرتے ہیں اور بعض حضرات جو درس وتدریس میں لگے ہوتے ہیں وہ یہ فرمایا کرتے ہیں کہ ہمارا تو پڑھنا پڑھانا ہی ذکر ہے، جیسا کہ بعض لوگ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہمارا چلنا پھرنا اور گشت کرنا اور یہاں وہاں جا کر دعوت دینا، یہی ذکر ہے، اب کسی اور ذکر کی کیا ضرورت ہے؟ ان کی خدمت میں یہ گذارش ہے کہ نصوص قرآنی سے نہایت وضاحت سے ثابت ہے کہ فرائض اور نوافل کے علاوہ بھی ذکر کی اور کئی دوسری صورتیں ہیں، **کما قال تعالیٰ: فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ**

فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْراً (الجمعة) پس جب نماز (جمعہ) پوری ہو چکے تو تم زمین میں چلو پھرو اور خدا سے روزی تلاش کرو اور اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو، نیز فرمایا: **رِجَالٌ لَا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ (النور)** یہ وہ لوگ ہیں جنہیں تجارت، اور خرید وفروخت اللہ کی یاد اور نماز سے غافل نہیں کرتی۔

پہلی آیت سے یہ ثابت ہے کہ جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو کاروبارِ دنیا میں مشغول ہو جاؤ اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو، ظاہر ہے کہ دنیا کا کاروبار نماز سے جدا شے ہے، دوسری آیت میں ذکر الٰہی کے بعد نماز کا ذکر ہوا اور ان دونوں کو عطف اور معطوف کی صورت میں پیش کیا گیا، تیسری آیت میں اول اور آخر نماز کا بیان ہے، درمیان میں ذکر الٰہی کا بیان ہوا اور ہر حالت میں ذکر کرنے کا حکم ہوا ہے جبکہ نماز کیلئے اوقات کی ایک حد متعین ہے، پس نماز کے علاوہ بھی ذکر الٰہی کی صورتیں ہوگئیں۔

تلاوت قرآن کے علاوہ ذکر کی شکل

نیز اس میں شک نہیں کہ قرآن پاک کی تلاوت بلا شک وشبہ ذکر اللہ کا ایک فرد ہے اور اس کے ذریعہ سے بے حد ترقیات ظاہری وباطنی، علمی وعملی، دنیوی، اخروی وابستہ ہیں لیکن اس کے باوجود خود قرآن پاک ہی میں ذکر اللہ کی بے حد ترغیبات وارد ہوئی ہیں چونکہ اصل منشاء قرآن پاک پر عمل ہے، اب اگر کوئی شخص آیات صلوٰۃ تو پڑھتا ہو لیکن نماز نہ پڑھے، اور روزہ کی آیات تو پڑھے لیکن روزہ نہ رکھے، حج کی آیات تو پڑھے لیکن حج نہ کرے، نکاح کی آیات تو پڑھے لیکن نکاح نہ کرے، اسی طرح شکر کی آیات پڑھے لیکن شکر نہ کرے، صبر کی آیات پڑھے اور صبر نہ کرے، دعوت وتبلیغ کی آیات پڑھے لیکن تبلیغ نہ

کرے، اسی طرح ذکراللہ کی آیات تو پڑھے لیکن خود ذکراللہ نہ کرے تو کیا مقصود قرآن پورا ہوجائے گا؟ اور اس کا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ مجھے سب کچھ حاصل ہوگیا اس لئے کہ میں تلاوت کرتا ہوں، نہیں بلکہ اللہ پاک کی مرضیات کا حصول جبھی ہوگا جب احکاماتِ الٰہیہ پر عمل ہوگا اور منشاء تلاوت بھی یہی ہے کہ عمل کا جذبہ اور شوق پیدا ہو نیز خوف اور وعیدات کا منشاء بھی یہی ہے اور احادیث شریف میں وارد ترغیبات وترہیبات بھی اسی لئے ہیں کہ عمل کیا جائے، اب اس سلسلہ میں کچھ گذارشات پیش خدمت ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَیکَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَذِکْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَإِنَّهٗ ذِکْرٌ لَّکَ فِی السَّمَاءِ وَنُوْرٌ لَّکَ فِی الْاَرْضِ (الترغیب)۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تلاوت قرآن کو لازم پکڑ اور ذکر الٰہی کر، کیونکہ اس سے آسمان میں تیرا ذکر ہوگا، زمین میں تیرے لئے نور ہوگا۔

یہ حدیث حضور ﷺ کی وصیت ہے جو آپ ﷺ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو فرمائی، اس سے ثابت ہوا کہ:

(۱) تلاوتِ قرآن اور ذکر الٰہی میں عطف ہے، جس سے تغائر ثابت ہوا، پس ذکر سے مراد تلاوت قرآن نہیں کیونکہ قرآن کریم کا پڑھنا لفظ تلاوت یا قرأت کے ساتھ بولا جاتا ہے، ہاں ذات قرآن پر لفظ ذکر بولا جاتا ہے مگر تلاوت قرآن پر نہیں۔

(۲) قرآن مجید تو ہر آدمی کو یاد نہیں ہوتا اور قرآن کریم کا یاد کرنا یا پورا پڑھنا فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں اور ذکر سب مسلمانوں پر فرض ہے کیونکہ مامور بہ ہے۔

(۳) ذکر مقید ہے کثرت سے، جسے قرآن مجید نے تمام حالات میں لازمی

قرار دیا ہے اور تلاوت قرآن ہر حالت میں اور ہر وقت ممکن نہیں جیسے نیند، کاروبار، بول وبراز کی حالت میں۔

(۴) ذکر کی غرض وغایت وصال مسمیٰ ہے کہ ذکرِ اسم درمیان سے اٹھ جائے اور مسمیٰ دل میں رہ جائے مگر قرآن میں قصص، امثال، احکام، عبادات ومعاملات کا ذکر ہے اور قرآن کی تلاوت سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ احکام سمجھے جائیں، یہ نہیں کہ مسمیٰ ہی دل میں رہ جائے اور احکام اٹھ جائیں۔

مذکورہ بالا نمبر۴ر کے سلسلے میں یہ آیت قابل غور ہے وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ اَیْ فِیْ قَلْبِکَ (روح المعانی) پس جب ذکر سے مراد ذکر روحی قلبی لیا گیا تو اس سے مراد قرآن نہیں ہوسکتا، کیونکہ قرآنی احکام کی تلاوت کا تعلق زبان سے قرأت کرنے سے ہے، خواہ نماز میں کی جائے یا نماز سے خارج اور صرف قلب سے قرآن کی تلاوت کرنے سے نماز ادا نہ ہوگی۔

سوال:۔ جب آپ ذکر کو مطلق پر محمول کرتے ہیں تو یہاں ذکر قلبی سے کیوں مقید کرتے ہیں؟

الجواب:۔ ہم نے محض ارخائے عنان کے طور پر کہا تھا کہ لوگ ذکر کو کثرت نوافل اور نمازوں پر ہی محمول کرتے ہیں تو باقی اذکار کو بدعت کیوں کہتے ہیں؟ حالانکہ تمام اذکار عمومِ نص میں داخل ہیں، پھر ہم نے تخصیص بھی قرآن سے بتادی کہ اس سے مراد صرف نماز نہیں، گو نماز افضل اور اعلیٰ ذکر ہے، پھر ذکر قلبی قرآن کی نص سے ثابت کیا اور یہ کہ ہر حال میں صرف ذکر قلبی ہی ممکن ہے، تلاوت قرآن اور نماز ممکن نہیں۔

ذکر کثیر ماموربہ ہے

قرآن مجید میں جہاں ذکر الٰہی کا حکم دیا گیا ہے اکثر مقامات پر اس کے ساتھ کثیر کی صفت موجود ہے، مثلاً:

(۱) یٰآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا (الاحزاب)۔

اے اہل ایمان! تم اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا کرو۔

(۲) وَالذَّاکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا (الاحزاب)۔ اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد۔

(۳) لِمَنْ کَانَ یَرْجُو اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْآخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا (الاحزاب)۔

حضور پاک ﷺ کا عمدہ نمونہ اس شخص کے لئے ہے جو روز آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو۔

(۴) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (الانفال)۔

اے اہل ایمان! جب تم کو کسی جماعت سے مقابلہ کا اتفاق ہوا کرے تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرو، امید ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ گے۔

ابن کثیرؒ نے اذکروا اللہ ذکرا کثیرا کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے:

عن ابن عباسؓ فی قولہ تعالیٰ اُذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا ان اللہ تعالیٰ لم یفرض علیٰ عبادہ فریضة الا جعل لھا حدا معلوما

حضرت ابن عباسؓ نے اس مذکورہ آیت کی تفسیر فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کوئی ایسی عبادت فرض نہیں فرمائی جس کی حد مقرر نہ ہو اور اس میں ایک معذور آدمی کا

ثم عذر اھلھا فی حال العذر غیر الذکر فان اللہ تعالیٰ لم یجعل لہ حدا ینتھی الیہ ولم یعذر احدا فی ترکہ الا مغلوبا علیٰ ترکہ فقال اذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلیٰ جنوبکم باللیل والنھار فی السر والعلانیة فی البر والبحر فی السفر والحضر والغنیٰ والفقر والسقم والصحة وعلیٰ کل حال (ابن کثیر ص۴۹۵، ج۳)۔

عذر قبول نہ فرمایا ہو، مگر ذکر الٰہی ایسی عبادت ہے جس کی کوئی حد مقرر نہیں فرمائی اور نہ کسی کو ترک ذکر پر معذور فرمایا، ہاں جو مغلوب الحال ہو اس کا معاملہ جدا ہے، اور فرمایا اللہ کا ذکر کرو کھڑے ہو، بیٹھے ہو، یا لیٹے ہو۔ رات ہو یا دن، دل سے ہو یا زبان سے، خشکی پر ہو یا سمندر میں، سفر میں ہو یا حضر میں، خوش حال ہو یا عسیر الحال، تندرست ہو یا بیمار، ہر حال میں ذکر کرو (اکل وشرب، جنب وطہر، بیع وشریٰ، خواب و بیداری) (دلائل السلوک ص۹۴)۔

ان گذارشات کے بعد اب خالص فقہ وفتاویٰ کی روشنی میں ذکر جہری کے سلسلہ میں اکابر علماء، اعلامِ امت اور فقہاء عظام کے فتاویٰ پیش خدمت ہیں:

(۱) باقیات فتاویٰ رشیدیہ

(یعنی حضرت گنگوہیؒ کے فتاویٰ)

ذکرِ جہری جائز ہے اگر مضرتوں سے خالی ہو

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے راسخین ومحققان دین متین اس مسئلہ میں کہ ذکر اللہ بالجہر کرنا خواہ اکیلا ہو یا مجمعِ مسترشدین میں، شب کو یا دن کو، تنہا مکان میں یا جنگل میں یا مسجد میں، کہ جس سے کسی کا حرج نہ ہو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب: کتب حنفیہ میں ذکر جہر کے باب میں روایات مختلفہ وارد ہیں، بعض روایات میں مکروہ لکھا ہے اور بعض میں جائز، اگر خالی شائبہ ریاء واذیت غیر سے ہو اور اس پر ہی عمل درآمد مشائخ کا ہے، بناءعلی ہذہ الروایۃ ذکر جہر میں جو خالی ہو مضار سے کچھ حرج نہیں، اور یہی راجح بندہ کے نزدیک ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الاحقر رشید احمد عفی عنہ گنگوہی

الجواب صحیح، وفی حاشیة الحموی عن الإمام الشعرانی، أجمع العلماء سلفاً وخلفاً علیٰ استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها إلا ان یشوش جهر هم علیٰ نائم أومصل أو قاریء انتهیٰ رد المحتار۔

کتبہ ابوالحسن مہتمم جامع مسجد سہارنپور

الجواب صحیح، عنایت الٰہی مدرس مدرسہ اسلامیہ سہارنپور۔

یہ جواب صحیح ہے، محمد مراد عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ مظفر نگر۔

صح الجواب، محمد صدیق احمد کاندھلوی مہتمم مدرسہ اسلامیہ کاندھلہ۔

الجواب صحیح: **وقد استنبط الجهر فی الذکر من قوله تعالیٰ: ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان یذکر فیهاا سمهالآیة۔**

عزیز الرحمٰن دیوبندی، مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ

اگرچہ علمائے حنفیہ کثر اللہ شوکتھم کو درباب ذکر جہر اختلاف ہے مگر صحیح یہی ہے کہ جب ذکر جہر صورت مذکورہ سے خالی ہو تو بلاشک جائز ہے۔

خادم الطلباء غلام محمد ہوشیارپوری، مدرس مدرسہ اسلامیہ کرنال

ذکر جہر ریاء حرام ست، وضرراً للقاری والمحدث والنائم والمصلی مکروہ ست، والخالی عنہا بلاشبہ جائز ست در مجمع ہیچو اشخاص افضل ست، فحکمہ مختلف باختلاف الاشخاص بموجب حدیث، **من ذکر نی الخ، والله اعلم بالصواب۔**

کتبہ العبد المذنب عبد الرحمٰن پانی پتی

وصلی الله تعالیٰ علیٰ خیر خلقه محمد واٰله وصحبه وتابعیهم أجمعین الیٰ یوم الدین برحمتک یاأرحم الراحمین۔

منظوم امیریہ، تالیف: مولانا امیر باز خاں سہارنپوری/ص۳۲۔

فائدہ: ان فتاویٰ میں یہ بات وضاحت سے آگئی ہے کہ ذکر جہری جبکہ اس سے کسی سونے والے، تلاوت کرنے والے، نماز پڑھنے والے کے کاموں میں خلل نہ ہو بلاشک وشبہ جائز ودرست ہے، چاہے گھر میں ہو یا مسجد میں یا کہیں بھی ہو، اور حالات اور مزاج کے لحاظ سے افضل اور غیر افضل ہونا مشائخ اولیاء اللہ کی رائے اور مشورہ پر موقوف ہے۔

مزید از فتاویٰ رشیدیہ

حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ

کیا ریا کاری کے خوف سے ذکر جہری ترک کیا جائے؟

سوال :۔ذکر سے یہ بات دل میں پیدا ہوتی ہے کہ اب تجھ کو ہر شخص عابد زاہد جانے گا، اس ریا کے دفع کی کیا تدبیر ہو آج کل آواز بیٹھ گئی ہے اگر حکم ہو تو آہستہ شروع کردوں، جبکہ آواز کو نفع ہوگا پھر جہر ہی کرونگا، فقط۔

جواب :۔ذکر جہر سے ریا پیدا ہوتا ہے تو اس کے واسطے لاحول الخ بکثرت پڑھا کریں مگر اس کے لئے ترک جہر مناسب نہیں البتہ عذر مرض کی وجہ سے تا زوالِ مرض ترک رکھنا اور اخفا پر اکتفا کرنا مناسب ہے۔

فائدہ :حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے جو جواب عنایت فرمایا ہے وہ ایک محققانہ جواب ہے جو دیگر اولیاء اللہ سے بھی منقول ہے چنانچہ شیخ الاسلام امام نوویؒ ''کتاب الاذکار'' میں لکھتے ہیں کہ ذکر کبھی قلب سے ہوتا ہے اور کبھی زبان سے اور افضل وہ ہے جو کہ دل اور زبان دونوں سے ہو، اور اگر ان میں سے کسی ایک پر اکتفا کرنے کا ارادہ ہو تو پھر دل پر اکتفا کرنا زیادہ افضل ہے پھر یہ مناسب نہیں ہے کہ ذکر لسانی کو اس خوف سے چھوڑ دے کہ اس کے بارے میں ریا کاری کا گمان کیا جائے گا، بلکہ کوشش یہ کرے کہ ذکر لسانی کے ساتھ ذکر قلبی بھی جمع ہو جائے اور خالص اللہ کے لئے یہ عمل ہو چنانچہ حضرت فضیل ابن عیاضؒ نے ارشاد فرمایا کہ اس خیال سے کہ لوگ مجھے ریا کار کہیں گے عمل نہ کرنا

خود ایک ریا ہے اور اگر کسی شخص پر اس قسم کے خیال کا غلبہ ہو جائے تو پھر اس پر تمام ہی ابواب خیر بند ہو جائیں گے اور وہ بہت ساری مہمات دین کو ضائع کردیگا، ہر ایک چیز کے بارے میں یہی خیال کرکے اس کو چھوڑتا رہے گا جس کا انجام خطرناک ہے اور یہ عارفین کا طریقہ نہیں ہے **وقد قدّمنا عن الفضیلؒ ان ترک العمل لاجل الناس ریاء ، ولو فتح الانسان علیه باب ملاحظة الناس ، والاحتراز من تطرق ظنونهم الباطلة لانسدَّ علیه اکثرُ ابواب الخیر ، وضیع علی نفسه شیئا عظیما من مهمات الدین ولیس هذ طریق العارفین** (کتاب الاذکار ص۳۶)۔

کیا امام اعظمؒ نے ذکر جہری کو بدعت فرمایا؟

سوال :۔ذکر جہر کرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا صوفیاء نے اپنی طرف سے مقرر کرلیا ہے، زید کہتا ہے کہ ذکرِ جہر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدعت ہے، عمرو کہتا ہے کہ جب ذکر جہر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدعت ٹھہرا تو بڑے بڑے حنفی اس ذکر کرنے کی کیوں اجازت دیتے ہیں، مفتی بہ کس طور پر ہے؟۔

جواب :۔ذکر جہر اور خفی دونوں حدیث سے جائز معلوم ہوتے ہیں، امام صاحبؒ نے جہر کو بدعت اس موقعہ پر فرمایا ہے جہاں ذکر کا موقعہ ہے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وہاں جہر ثابت نہیں جیسا کہ عید الفطر کی نماز کو جاتے ہیں اور مطلقاً ذکر جہری کو منع نہیں فرمایا، ذکر ہر طرح درست ہے، فقط۔

فائدہ :اس جواب میں حضرت اقدس گنگوہیؒ نے اس بات کی وضاحت فرمادی ہے کہ جس ذکر جہری کے تعلق سے گفتگو ہورہی ہے اس کو امام اعظمؒ نے کہیں بدعت

نہیں فرمایا بلکہ صلوٰۃ عیدالفطر میں جاتے ہوئے تکبیر جہراً کہی جائے یا سراً اس میں امام صاحبؒ کے نزدیک تکبیر سراً ہے اور صاحبین کے یہاں جہراً ہے، اس موقع پر امام صاحبؒ نے جہراً تکبیر کو بدعت فرمایا نہ کہ مطلقاً ذکر اللہ کو جو مشائخ صوفیائے کرام کے یہاں رائج ہے اور معمول بہ ہے۔ اور صلوٰۃ عیدالاضحیٰ میں عیدگاہ کی طرف جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیر کہنے کا شرعاً حکم ہے، چنانچہ آگے ایک فتویٰ میں اس کی مزید وضاحت آرہی ہے۔

سوال: ذکر بالجہر اور دعا بالجہر و درود بالجہر خواہ جہر خفیف ہو یا شدید جیسے نماز میں نزدیک حضرات محدثین اور حضرات ائمہ اربعہ وغیرہم کے کیا حکم رکھتا ہے اور جائز ہے یا نہیں؟۔

جواب: ذکر خواہ کوئی ذکر ہو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سوائے ان مواقع کے کہ ثبوت جہر نص سے ہے وہاں مکروہ ہے اور صاحبین اور دیگر فقہاء و محدثین جائز کہتے ہیں اور مشرب ہمارے مشائخؒ کا اختیار مذہب صاحبینؒ ہے، والسلام۔

فائدہ: اس جگہ امام ربانی عالم حقانی حضرت اقدس گنگوہیؒ نے وضاحت فرمادی کہ مسلک مختار کیا ہے اور کس پر ہمارے مشائخ کا عمل ہے۔ اس سے پہلے وضاحت آچکی ہے کہ حضرت امام اعظمؒ نے ذکر کو بدعت کس موقع پر کہا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام اعظمؒ نے اگر کسی خاص موقع پر جہراً تکبیر کہنے کو مکروہ فرمایا ہو جس کو ان الفاظ سے فقہاء نے ذکر کیا (**ورفع الصوت بالذکر مکروہٌ**) مراد تو یہ تھا کہ عیدالفطر میں زور سے تکبیر کہنا مکروہ ہے اور مکروہ سے بھی مراد مکروہ تحریمی نہیں صرف اتنا کہ خلاف اولیٰ ہے، پھر اس کا مطلب یہ کیسے نکالا جاسکتا

ہے کہ انہوں نے ذکر اللہ انفراداً یا اجتماعاً کو مطلق بدعت و مکروہ فرمادیا ہو! اور ایسا کیسے ہوسکتا ہے جبکہ اس بارے میں کثیر روایات موجود ہیں، کیا ہم ایسا سمجھتے ہیں کہ اتنی کثیر روایات ان کے سامنے نہ ہونگی جن کی تفصیل کبار فقہائے احناف، ماہرین فقہ وفتاویٰ قدیم و جدید علماء صلحاء اجمالاً اور تفصیلاً کرتے چلے آئے ہیں، یعنی گفتگو تو کی جارہی ہے کہ عید کے دن راستہ میں تکبیر زور سے کہی جائے یا آہستہ؟ اور آپ اس کو لیکر مساجد میں خانقاہوں میں ذکر اللہ کی ممانعت پر استدلال کررہے ہیں! یہ عجیب وغریب فہم ہے جو مشائخ صوفیاء کی صحبت سے بُعد کا نتیجہ ہے، اور امام اعظمؒ کے قول کو اس طرح پیش کرنا کہ وہ ذکر جہری کو مکروہ یعنی مکروہ تحریمی، حرام و بدعت کہہ رہے ہیں یہ کیسی عجیب وغریب بات ہے، حالانکہ وہ خود اہل اللہ کی صحبت کا اور ذکر وفکر کا ذوق رکھتے تھے اور عبادات اور تلاوت اور ذکر ان سب بزرگوں کا محبوب مشغلہ تھا، یہ ائمۂ کبار ایسے نہ تھے کہ چند مسائل کو جان لیا باقی سب کو چھوڑ دیا بلکہ امام اعظمؒ نے جو فقہ کی تعریف فرمائی تھی اس میں بیک وقت تین علوم شامل تھے: (۱) فقہ: یعنی احکامات وجزئیات کا علم اور (۲) دوسرے عقائد کا علم جس کو بعد میں علم کلام سے موسوم کیا گیا اور (۳) تیسرے علم تزکیۂ واحسان، ذکر وفکر، جس کو بعد میں تصوف سے موسوم کیا گیا ہے۔

نیز حضرت علامہ شامیؒ، صاحب درالمختار کے قول **ھل یکرہ رفع الصوت بالذکر والدعا قیل نعم تمامہ قبیل جنایات البزازیة** . کے تحت لکھتے ہیں کہ صاحب فتاویٰ بزازیہ کے کلام میں اختلاف اور اضطراب ہے یعنی کبھی کچھ کہا، کبھی کچھ کہا انہوں نے قاضی خاں سے حرام نقل کیا استدلال کرتے ہوئے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ

کے اس اثر وحدیث سے جس میں وارد ہوا ہے کہ انہوں نے مسجد میں ایسی جماعت کو جو کلمۂ طیبہ اور درود شریف زور سے پڑھ رہے تھے نکلوایا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ یہ لوگ بدعتی ہیں نیز اس حدیث سے استدلال کیا جس میں حضور ﷺ نے زور سے ذکر اللہ کرنے والوں کو فرمایا کہ آہستہ تکبیر پڑھو، اس کے بعد علامہ شامیؒ لکھتے ہیں: وہاں ممانعت اس وجہ سے ہوسکتی ہے کہ زور سے تکبیر کی کوئی مصلحت وہاں نہیں تھی بلکہ آہستہ چلنے میں مصلحت تھی جیسا کہ بعض دفعہ گھنٹی رکھنے سے بھی منع فرمایا، جو غازی لوگ رکھا کرتے تھے، اور رہا مسئلہ ''رفع الصوت بالذکر'' کا تو یہ جائز ہے، جیسا کہ اذان اور خطبہ اور جمعہ اور حج وغیرہ میں جائز ہے اور پھر بہت سی وہ تفصیل بیان کی جو آگے آرہی ہے، یہاں تک کہ لکھا کہ حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے تنہا ذکر کرنے والے اور اجتماعاً ذکر کرنے والوں کو تشبیہ دی ہے کہ ایک تنہا اذان پڑھ رہا ہے اور ایک جگہ الگ الگ مسجدوں میں بہت سے مؤذن اذان پڑھ رہے ہوں ایک شخص وہ ہے جو محلّہ کے ایک مؤذن کی اذان سنتا ہے اور ایک وہ شخص ہے جو محلّہ کے بہت سے مؤذنوں کی کی اذان سنتا ہے، پھر فرماتے ہیں کہ یہ مختلف آوازیں حجابات غفلت کے دور کرنے میں قلب پر زیادہ مؤثر ہیں اسی طرح ذکر اجتماعی کا حال بھی ہے کہ وہ بھی حجابات کثیفہ کے زائل کرنے میں زیادہ مؤثر ہے (شامی جلد۵ رص ۲۵۵)۔

پھر یہ اختلاف بھی جو امام صاحب اور صاحبین کے درمیان ہے صرف ایک افضلیت کا اختلاف ہے کہ افضل کیا ہے؟ امام اعظمؒ کے یہاں سراً اور صاحبین کے یہاں جہراً افضل ہے، عیدالاضحیٰ پر قیاس کرتے ہوئے اور خود امام اعظمؒ کی ایک روایت مثل قول صاحبین ہے تب تو اور زیادہ تخفیف ہوگئی ہے اور کراہت منتفی ہوگئی، چہ جائے

کہ کوئی شخص یہاں امام اعظمؒ کے قول (کہ مکروہ ہے) کو کراہت تحریمی تک پہنچادے، چنانچہ حضرت علامہ شامیؒ اس پوری بحث کے بعد لکھتے ہیں: **بل حکی القهستانی عن الامام روایتین احد اهما انه یسرو الثانیة انه یجهر کقولهما قال وهی الصحیح علی ماقال الرازی ومثله فی النهر وقال فی الحلیة واختلف فی عید الفطر فعن ابی حنیفة وهو قول صاحبیه واختیار الطحاوی انه یجهر الیٰ ان قال وفی شرح المنیة الصغیر ویوم الفطر لایجهر عنده وعندهما یجهر وهو روایة عنه والخلاف فی الافضلیة اما الکراهة فمنتفیة عن الطرفین** (شامی جلد ۱ رص ۶۱۴)۔

اور علامہ شامی قدس سرہ کی حیثیت جملہ متاخرین مشائخ علماء صلحاء کے یہاں مسلم ہے، نیز یہ بھی لکھا کہ صاحب درمختار کا اس قول کو قیــــلَ سے ذکر کرنا اس قول کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

سوال :۔ذکر جہر کونسی حدیث سے ثابت ہے اور امام اعظمؒ نے کس موقعہ پر بدعت اور کس جگہ جائز فرمایا ہے؟ زید کہتا ہے کہ ذکر جہر کرنا کیا ضروری ہے؟ کیا اللہ بہرہ ہے کہ چپکے سے نہیں سُنتا ہے، جناب اس مسئلہ کو مع ثبوت آیت وحدیث کے ارقام فرمائیں اور جس حدیث سے ثابت ہوا ہے وہ حدیث ضرور لکھدیں، اور وجہ بدعت ہونے اور جائز ہونے کی اور مفتی بہ ہونے کی زیب قلم فرماویں، اور جناب نے پہلے فتویٰ میں جو ذکر جہر کا ثبوت لکھا ہے وہ سمجھ میں نہیں آیا، فقط۔

جواب :السلام علیکم! بندہ مفتی ہے مسئلہ حق جو اپنے نزدیک ہوتا ہے اس کو بتانا

ہی فرض جانتا ہوں اور مسائل کے دلائل لکھنے کی ضرورت نہیں اور وہ واجب نہیں اس کی تحقیق کتب میں ہے اگر علم ہو اس کو دیکھو، ورنہ دلائل سے آپ کو کیا فائدہ ہوگا۔

یہ جواب حضرت اقدس نے اس سائل کی سمجھ کے اعتبار سے لکھا ہے اور باب فتویٰ میں یہ بھی ایک اصول ہے کہ عوام الناس کو تمام دلائل بتانے اور سوال کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں لیکن آگے اس رسالہ میں دلائل کی مکمل تفصیلات آرہی ہیں۔

سوال: ذکر جہر مذہب حنفیہ میں جائز ہے یا نہیں مدلل ارقام فرماویں۔

جواب: ذکر جہر میں حنفیہ کی کتب میں روایات مختلفہ ہیں، کسی سے کراہت ثابت ہوتی ہے غیر محل ثبوت میں اور بعض سے جواز ثابت ہوتا ہے اور یہی راجح ہے اور اس کی دلیل طلب کرنا بے سود ہے کیونکہ مجتہدین کا اختلاف ہے، جواز کی دلیل یہ ہے کہ **قال اللہ تعالیٰ اذکر ربک فی نفسک تضرعا وخیفة ودون الجھر الآیة دون الجھر** بھی جہر ہی ہے کہ ادنیٰ درجہ ہے **قال علیہ السلام اربعوا علی انفسکم الحدیث** اور یہ بھی ذکر جہر ہی ہے، رفق کو فرمایا ہے گلا پھاڑنے سے منع کیا ہے اور مطلق آیات وحدیث بہت جواز پر دال ہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (جن کی تفصیلات آگے آرہی ہیں)۔

ذکر جہری میں ضرب کا طریقہ

سوال: ذکر جہر میں ضرب، اللہ کی کس قدر جہر سے قلب پر مارنا چاہئے، کیا ایسی شدت ہو کہ آواز بیٹھ جاوے؟۔

جواب: ایسی شدت کی ضرورت نہیں ہے۔

ذکر کے وقت تصور

سوال: یاباسط یا مغنی کے پڑھنے میں کیا خیال رکھے؟۔

جواب: ان کے معنیٰ کا دھیان رکھے۔

فائدہ: اسی طرح دیگر اذکار اور اوراد کو بھی سمجھنا چاہئے کہ معانی اور مقاصد کو بھی سمجھے اس سے زیادہ فائدہ وابستہ ہے۔

ذکر جہری افضل ہے یا خفی

سوال: ذکر جہر افضل ہے یا خفی بالدلائل ارقام فرماویں۔

جواب: دونوں میں فضیلت ہے من وجہ، کسی وجہ سے جہر افضل ہے اور بعض وجہ سے خفی افضل ہے اور دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے مطلق ذکر کا حکم فرمایا ہے **اذکروا اللہ ذکرا کثیرا** مطلق کے فرد میں جو بھی عمل ہو جائے وہ مامور ہے اور فضائل خارجی مختلف ہوتے ہیں باعتبار ذکر اور وقت اور کیفیت اور ثمرات کے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حیض ونفاس کی حالت میں ذکر کرنا

سوال: عورت حیض ونفاس کی حالت میں مراقبہ جیسا طریق نقشبندیہ میں دستور ہے، کرسکتی ہے یا نہیں اور ایسی حالت میں حلقۂ مرشد میں توجہ لے سکتی ہے یا نہیں؟۔

جواب: عورت کو حیض ونفاس میں سوائے قرآن شریف کے سب اذکار درست ہیں، لہذا مراقبات واشغالِ مشائخ بھی جائز ہیں اور صحبتِ پیر میں بیٹھ کر اس کو توجہ لینا بھی درست ہے، مگر دخول مسجد حائضہ ونفساء کو حرام ہے، جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے، **کذا فی الدر المختار**۔ فقط واللہ اعلم۔

بغیر وضو کے ذکر کرنے کا مسئلہ

سوال: ذکر بلا وضو جائز ہے یا نہیں؟۔

جواب: ذکر بلا وضو درست ہے، فقط۔

بیعت وذکر اللہ کے تعلق سے صاحب فتاویٰ کے بعض حالات

حضرت اقدس گنگوہیؒ سے استفادہ کرنے والوں میں اکابر دیوبند کی ایک بہت بڑی جماعت ہے، جن میں حضرت شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ محدث دارالعلوم دیوبند، ان کے شاگرد شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ، حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری قدس سرہ، حضرت علامہ انورشاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہ شیخ ومرشد حضرت شیخ زکریاؒ، اوران کے والدگرامی حضرت مولانا یحییٰ صاحب کاندھلوی اور حضرت مولانا الیاس صاحب کاندھلویؒ، اور دیگر بہت سے علماء اعلام ہیں جوحضرت سے باضابطہ بیعت ہوئے اورذکروفکراورمراقبہ ومشاہدہ کے لئے مجاہدات کی راہ سے گزرے اوراس دربار رشیدی سے فیضیاب ہوکرایک عالَم کے مقتدیٰ ہوئے۔

بیعت وسلوک

ہمارے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ لکھتے ہیں کہ: سلوک وتحصیل طریقت کا ابتدائی واقعہ جوخود امام ربانیؒ نے بارہابیان فرمایا کہ جب میں اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ دہلی میں زیرتعلیم تھےتو ہماراارادہ ''سُلَّم'' (منطق کی ایک کتاب) پڑھنے کا ہوالیکن حضرت الاستاذ مولانا مملوک علی صاحبؒ کی مشغولیت کی وجہ

سے فرصت نہ تھی اس لئے انکارفرماتے تھے، بالآخر یہ طے ہوا کہ ہفتے میں صرف دوبار اس کا سبق ہوگا حسب معمول ''سلم'' کا سبق ہورہا تھا کہ ایک شخص نیلی لنگی کندھے پرڈالے ہوئے آگئے، ان کے آتے ہی تمام لوگ کھڑے ہوگئے اورشورمچ گیا کہ حاجی صاحب آگئے، حاجی صاحب آگئے، حضرت الاستاذ نے فرمایا کہ لومیاں رشیداحمد سبق بعد میں ہوگا، مجھے سبق کا بڑادکھ ہوااور میں نے مولانا قاسم صاحب سے کہا کہ یہ اچھاحاجی آیا کہ ہمارا سبق بھی گیا مولانا قاسم صاحبؒ نے کہا ایسامت کہو یہ بڑے بزرگ آدمی ہیں ایسے ویسے ہیں حضرت مولانا گنگوہیؒ نے اس قصہ کو بیان کرنے کے بعد کہا ہمیں کیاخبرتھی کہ یہی حاجی ہمیں مونڈیں گے یہ حضرت حاجی امداداللہ صاحبؒ کی پہلی زیارت وملاقات تھی، حاجی صاحبؒ نے ہمارا حال معلوم کیااورفرمایا کہ طلبہ میں بس یہ دوطالب علم ہی اچھے سمجھدار لگتے ہیں اوربس (تذکرۃ الرشید ص۴۱ رمیں بھی تقریباً اسی طرح ہے)۔

خودحضرتؒ فرماتے تھے کہ بوجہ حدیث شریف حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددی نقشندیؒ سے پڑھنے کے دل میں باربارخیال حضرت شاہ صاحبؒ سے بیعت کا آتا رہتا تھا، اورمولانا قاسمؒ سے تذکرہ ہوتا مگرمولانا نانوتویؒ ہرمرتبہ کہہ دیتے کہ نہیں بیعت تو حضرت حاجی امداداللہؒ ہی سے کریں گے اورمولانا قاسم صاحب حضرت حاجی صاحب سے پہلے سے بھی تعلق رکھتے تھے، ایک تورشتہ داری کا بھی تعلق تھااوردوسرے وطن کا بھی رشتہ تھا کہ حاجی صاحبؒ کی نانہال قصبہ نانوتہ ہی کی تھی اورحاجی صاحب کی بہن بھی نانوتہ میں ہی کسی کے نکاح میں تھیں اس لئے اکثر وبیشتر حضرت حاجی صاحبؒ جب نانوتہ تشریف لایا کرتے تھےتو مولانا محمد قاسم صاحب اورمولانا یعقوب صاحبؒ دونوں

حضرت حاجی صاحب کے پاس بکثرت حاضر ہوتے رہتے تھے اور حضرت حاجی صاحب بہت ہی شفقت و محبت کا معاملہ فرمایا کرتے تھے، اسلئے حضرت مولانا قاسم صاحبؒ نے ہر دفعہ تذکرہ پر یہی کہا کہ بیعت تو حضرت حاجی امداداللہ ہی سے کریں گے۔

اس ملاقات کے بعد اور بھی متعدد بار ملاقات ہوئی، کشش بڑھتی رہی محبت وتعلق میں اضافہ ہوتا چلا گیا، یہاں تک کہ پھر اپنا سب کچھ حضرت حاجی صاحبؒ پر قربان کردیا جس کی ابتداء اس طرح سے ہوئی کہ تھانہ بھون کے ایک علامۂ وقت حدیث کے زبردست عالم شیخ محمد محدثؒ کی ایک تحریر کسی ایک شخص نے حضرتؒ کے پاس بھیجی جس میں شیخ محمدؒ نے لکھا کہ روضۂ اقدس ﷺ میں جو ایک قبر کی جگہ خالی ہے وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مدفون ہوں گے اور اس کا منکر ایسا ہے ایسا ہے (یعنی کافر ہے) حضرت گنگوہیؒ نے تصدیق وتصویب کے بجائے اس پر لکھا کہ سارا ثبوت اخبارِ آحاد سے ہے یعنی ایسی احادیث سے ہے جو اصول حدیث کے اعتبار سے خبر واحد کہلاتی ہے، جس سے قطعیت کا ثبوت نہیں ہوتا ہے بلکہ علم ظنی حاصل ہوگا لہذا منکر کو ایسا نہیں کہا جاسکتا ہے۔

اس پر شیخ محمدؒ کو غصہ آیا کہ طفل مکتب میرا رد کرتا ہے اور انہوں نے ایک رسالہ لکھا اور حضرت مولانا کی خدمت میں بھیجا، حضرت نے خوب غور سے دیکھا اور اس رسالہ کی پشت پر تحریر فرمایا کہ میں نے نہ احادیث کا انکار کیا ہے اور نہ اصل مضمون کا انکار کرتا ہوں میں نے تو یہ لکھا ہے اور اب بھی لکھتا ہوں کہ اس بحث کی جملہ احادیث اخبار آحاد ہیں جن سے قطعیت کا ثبوت کیسے ہوسکتا ہے؟ جو میرا

شبہ ہے اس کا رسالہ میں جواب نہیں ہے، اس کے بعد یہ شعر بھی لکھا

گرتے ہیں شہ سوار ہی میدان جنگ میں　　وہ طفل کیا گرے جو گھٹنوں کے بل چلے

اس پر شیخ محمدؒ کو اور بھی غصہ آیا اور چند جگہ شکایت کی کہ میرے سامنے کا بچہ مجھے طفل لکھتا ہے، حضرت امام ربانی کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ میں نے آپ کو طفل نہیں لکھا بلکہ اپنے آپ کو لکھا ہے اور آپ کو تو شہ سوار لکھا ہے جن سے لغزش ہوگئی، اس کے بعد دل میں یہ خیال وارادہ آیا کہ تھانہ بھون جاکر مناظرہ کرلیا جائے اور وہاں فیصلہ ہوجائے، نوجوانی کا دور تھا، ذکی عالم ہونے کے ساتھ نڈر تھے اتفاق سے کسی کام سے رامپور بھی جانا تھا جو آپ کا آبائی وطن تھا اسی سفر میں آپ نے مناظرہ اور مباحثہ کے لئے تھانہ بھون کا بھی قصد فرمایا اور رسالہ اپنے ساتھ لے لیا، رامپور سے فارغ ہوکر تھانہ بھون کے لئے روانہ ہوگئے، چند گھنٹوں کا کام تصور کئے ہوئے اس لئے جو کپڑے پہنے ہوئے تھے بس ساتھ تھے، ظہر کی نماز کے بعد تھانہ بھون پہنچے حضرت حاجی صاحبؒ اپنی سہ دری میں مشغول تلاوت تھے، بعد فراغت حضرت سے ملاقات ہوئی بقول حضرت شیخ یہ پانچویں ملاقات تھی حضرت نے معلوم کیا کہ کیسے آنا ہوا ہے؟ فرمایا کہ شیخ محمد سے مناظرہ کے ارادہ سے آیا ہوں، حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا ہاہا ایسا ارادہ مت کرنا میاں! وہ تو ہمارے بزرگ ہیں، بس مباحثہ کا تو یہیں فیصلہ ہوگیا اور حضرت یہ کہہ کر خاموش ہوگئے کہ آپ کے بڑے ہیں تو میرے بھی بڑے ہیں (تذکرۃ الرشید ص ۷۴/ تاریخ مشائخ چشت ۲۶۹)۔

پھرتو مرمٹا

اس کے بعد دوسری باتیں ہوتی رہیں، دل میں جو خیال تھا وہ نکلا اور بیعت ہونے کا خیال پیدا ہوگیا، چنانچہ آپ نے موقع پاکر بالفاظ مناسب یہ درخواست پیش کی، مگر حاجی صاحب نے امتحاناً اور اعتقاد وشوق بڑھانے کیلئے بظاہر انکار فرمایا اب ادھر سے اصرار اور ادھر سے انکار کا معاملہ چلتا رہا، جب حضرت حاجی صاحبؒ نے استقلال واخلاص کا پورا مظاہرہ کرلیا تو حضرت نے قبول فرمالیا اب جب بیعت کا موقع آیا تو عرض کیا کہ حضرت مجھ سے ذکر وشغل محنت ومجاہدہ کچھ نہیں ہوسکتا ہے اور نہ رات کو اٹھا جاسکتا ہے، حضرت حاجی صاحب نے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا اچھا کیا مضائقہ ہے، اس تذکرہ پر حضرت مولانا گنگوہی سے کسی خادم نے دریافت کیا کہ حضرت پھر کیا ہوا؟ تو آپ نے جواب دیا اور عجیب ہی جواب دیا کہ پھرتو ''مرمٹا''۔

اس مرمٹنے کے جملہ پر مجھے اپنے شیخ ومرشد فانی فی اللہ، عاشق رسول اللہ، ولی مرتاض، امداد اللہِ زمانہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ کے اشعار یاد آگئے جو پیش خدمت ہیں:

زندگی کی بہار ہے مرنا — اپنی مرضی کو ہے فنا کرنا
اتباع ہوا سے دور رہیں — اتباع رسولؐ پر مرنا
یہی ایمان ہے یہی عرفاں — جان ودل ان پہ سب فدا کرنا
زندگی کی کیا ہے خبر ہم کو — ہم نے سیکھا نہیں مگر مرنا
جوبھی پیش آئے انکی جانب سے — شکر بندے کو چاہئے کرنا

ان کی مرضی پہ بس رہو راضی — نہ کبھی بھول کر گلا کرنا
یوں تو مرتے ہیں مرہی جائیں گے — یہ بھی مرنے میں ہے کوئی مرنا
اصل مرنا ہے راہ میں ان کی — اس کو کہتے ہیں دوستو! مرنا
ایسے مرنے پہ زندگی قرباں — یہ تو جینا ہے یہ نہیں مرنا
اس سے بڑھ کرنہیں کوئی دولت — اللہ اللہ ہر گھڑی کرنا
زندگی نام ہے اطاعت کا — اورغفلت کا نام ہے مرنا
لطف جینے کا ہے محبت میں — اورمرنا بھی لطف کا مرنا
زندگی ہم جسے سمجھتے ہیں — زندگی یہ نہیں ہے ہے مرنا
مرکے ہوتی ہے زندگی حاصل — ایسے مرنے کی تم دعا کرنا

(عرفان محبت رص ۱۲۵)

بارہ تسبیح کی تلقین

الغرض بیعت ہونے کے بعد حضرت حاجی صاحبؒ نے ۱۲ر تسبیح جسکا مشائخ چشتیہ کے یہاں معمول ہے[۱] تلقین فرمادیں، شب کے وقت حضرت حاجی صاحبؒ نے اپنی چارپائی کے قریب مولانا کی چارپائی کرادی تاکہ اس پر آرام فرمائیں، حضرت حسب معمول اٹھے تو مولانا کی بھی آنکھ کھل گئی چونکہ بیعت کے وقت شرط تھی اس لئے کچھ نہ فرمایا، چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ آخر کار میں نے ذکر بالجہر شروع کیا

---

[۱] جس کا طریقہ یہ ہے کہ اولاً درودشریف ۱۱ر بار، اس کے بعد یہ دعاء تین بار پڑھے **اللھم طھر قلبی عن غیرک ونور قلبی بنور معرفتک**، بعدہ **لاالہ الااللہ** دوسو بار، **الااللہ** ۴۰۰ر بار، **اللہُ اللہُ** ۶۰۰ر بار، **اللہُ** **اللہُ** ۱۰۰ر بار، اخیر میں گیارہ مرتبہ درودشریف پڑھ کر دعا کرے۔

گلا اچھا تھا، بدن میں قوت تھی بڑا لطف آیا، صبح حاضر خدمت ہوئے تو حضرت نے فرمایا کہ تم نے تو ایسا ذکر کیا جیسے کوئی بڑا مشاق و ماہر ذاکر ذکر کرتا ہے، اس دن سے ذکر جہر کے ساتھ محبت ہوگئی پھر کبھی چھوڑنے کو جی نہیں چاہا اور نہ کوئی وجہ شرعی اس کی ممانعت کی معلوم ہوئی۔

یہ پہلا انعام تھا جو شیخ کامل کی زبان سے حاصل ہوا یہاں تک کہ آپ بیعت ہوئے اور ذکر بالجہر کرتے ہوئے ایک ہفتہ گزرا، آٹھویں دن حضرت نے فرمایا کہ میاں مولوی رشید احمد! جو نعمت حق تعالیٰ نے مجھکو دی تھی وہ آپ کو دیدی، آئندہ اس کو بڑھانا آپ کا کام ہے، حضرت مولانا گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ مجھے تعجب ہوا وہ کونسی چیز ہے جو حضرت نے مجھے عنایت فرمائی، پندرہ برس کے بعد معلوم ہوا وہ کیا تھا، یہ دوسرا انعام تھا، اس طرح ۴۲/روز گذر گئے حضرت تھانہ بھون سے روانہ ہوئے اور حضرتؒ بہ نفس نفیس مع دیگر متعلقین کے ایک جم غفیر کے ساتھ بغرض مشایعت مسنونہ ہمراہ ہوئے۔

اجازتِ بیعت

مجمع سے الگ حضرت مولانا کا ہاتھ پکڑ کر ایک جانب علیحدہ لے گئے اور یہ الفاظ فرمائے ''اگر تم سے کوئی بیعت کی درخواست کرے تو اس کو بیعت کر لینا'' حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا مجھ سے کون درخواست کریگا؟ فرمایا تمہیں کیا، میں جو کہتا ہوں وہ کرنا، یہ تیسرا انعام تھا جو اس پہلے سفر کی آخری ملاقات کے وقت عطا فرمایا گیا، اس طرح سے ۴۲/دن میں فائز المرام ہوکر واپس تشریف

لائے، مناظرہ کرنے آئے تھے مگر شیخ کامل اور امام طریقت بن کر لوٹے۔

خدا کی دَین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال　　کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

(تذکرۃ الرشید ص ۵۱)

ہمارے پیر ومرشد صاحب ''اقوال سلف'' حضرت اقدس مولانا شاہ محمد قمرالزماں صاحب دامت برکاتہم العالیہ تحریر فرماتے ہیں، اس طرح حضرت گنگوہیؒ ایک صاف شفاف آئینہ تھے جو آفتاب کے مقابل رکھ دیا گیا تھا، جس کی شعاؤں سے آپ منور ہوگئے اور دنیا کو اپنے علم وحکمت کے نور سے روشن فرمادیا۔

وطن واپسی

حضرت جب گنگوہ واپس تشریف لائے تو حالت ہی بدل چکی تھی، نہ کھانے کا ہوش تھا اور نہ پینے کا ہروقت استغراق ومحویت اور ذکر وفکر کے عالم میں رہتے، اکثر رات روتے گذر جاتی، اور جب آخر شب میں جہراً ذکراللہ فرماتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ ساری مسجد کانپ رہی ہے اور خود پر جو حالت گزرتی ہوگی اس کی تو کسی کو کیا خبر، اکثر اوقات گریہ وزاری، نماز، تلاوت، اور ذکراللہ میں گزارا کرتے تھے، حضرت شیخ قطب العالمؒ کا حجرہ جو صدیوں سے غیر آباد پڑا ہوا تھا، جہاں جانور باندھے جاتے تھے، جس کی تذکرۃ الرشید ص ۶۱/ میں اس طرح منظر کشی کی گئی ہے:

خانقاہِ قدوسیہ

قطب العالم کی پاک عبادت گاہ ''خانقاہِ قدوسیہ'' جس میں رحمت خداوندی ابر نیسان کی طرح رات دن برسا کرتی تھی، جہاں شیخ الشیوخ کی اپنے

جل وعلیٰ شانہ کے سامنے ناک اور پیشانی رگڑی جاتی تھی ،آج کس درجہ کس مپرسی کی حالت میں پڑی ہے، یہاں کسی زمانہ میں ''ھو حق '' کے نعرے اور ذکر کی دل آویز آوازوں سے دیواریں اور چھتیں گونجا کرتی تھیں اور آج سوائے مچھّر اور پسّو یا مکڑ اور مکھیوں کی بھنبھناہٹ کے کچھ بھی سنائی نہیں دیتا اور گرد کے حجرے جہاں شیخ کے متوسل اور سچے طالب اپنے بوریئے بچھا کر اللہ کا نام سیکھنے کو راتوں ذکر وشغل میں مشغول رہتے تھے ان میں اس وقت سوائے سانپ بچھو یا کیڑے مکوڑوں کے کوئی رہنے والا نہیں ہے ، جس جگہ واصل باللہ سید المشائخ کا وہ نورانی مصلیٰ بچھا کرتا تھا جس کو ہاتھ لگ جانا بھی دنیا اپنے لئے نجات کا سبب سمجھتی تھی ،آج وہاں گدھا بندھا ہوا رینگ رہا اور اپنے بَول وبَراز سے اس پاک زمین کو نجس بنا رہا ہے ،جس لطیف الطبع غوث وقت کی نظافت کا یہ اقتضا تھا کہ مسواک کئے بغیر نماز نہ پڑھی جاتی تھی اس قدسی نفس کے مسکن میں جگہ جگہ لید اور گوبر کے ڈھیر اور تودے نظر آتے تھے۔

اس عجیب حیرتناک منظر پر آپ کبھی روتے اور کبھی افسوس کرتے ،کبھی انقلاب دہر وفنائیت عالم کا اذعان حاصل فرماتے ،اور کبھی اپنے قادر مطلق پروردگار کی قدرت جلیلہ کے علم سے قلب کو اطمینان دلاتے ،غرض یہ نظارہ عبرت گاہ آپ کے لئے ازدیاد ایمان واذعان اور عروج وترقی روحانیت ہی کا سبب بنا، اور یہی وہ جدّی میراث تھی جو تین سو برس کے بعد خلف الصدق کو حاصل ہونے والی تھی ،اور اس کے ساتھ ہی وہ کوٹھریاں اور حجرے جو شیخ کا دنیاوی ترکہ تھا وہ بھی قدرت نے آپ ہی تک پہنچانے کے لئے ودیعت رکھا ،اور بایں ویرانی وبربادی تین صدی تک اس کی محافظت

فرمائی تھی کہ اچھی جگہ ہونے کے باعث نااہل دنیاداروں کی رال نہ ٹپکی اور حصہ بخرہ ہوکر کسی کی بیٹھک یا مسکونہ مکان قرار نہ پا جائے ،آخر گودڑ میں چھپے ہوئے اس بے بہا لعل کا قدردان جوہری سن بلوغ اور حالت رشد کو پہنچ گیا ،اور نجاست آلود نافہ میں ڈھانپے ہوئے مشک کا مرتبہ پہچاننے والا طبیب اس خوشبو سے عالم کا دماغ معطر کردینے کے لائق بن گیا ،اس لئے ملکوتی صفات شیخ کی یہ میراث بھی اس کے خلف الرشید سرتاپا نور نواسے یعنی مولانا رشید احمد صاحبؒ کے قبضہ وتصرف میں دی گئی۔

امام ربانی اٹھے اور گدھے گھوڑوں کی لید بہ نفس نفیس ٹوکرہ میں بھر بھر کر باہر پھینکی ،کوڑا کرکٹ جو جمع ہوکر کوڑی اور کھات کا انبار بن گیا تھا پھاوڑے سے صاف کیا اور کُھرپے سے کھود کر زمین کو ہموار بنایا ،ستھری مٹی پانی میں بھگوئی اور کہگل سے نیچے اوپر زمین اور دیواروں کو لیپا ،چھت پر برسات کی گھاس اکھٹی ہوکر ایک ایک ہاتھ اونچا کوڑا ہوگیا تھا اس کو درانتی سے کاٹا ،اور کُھرپے سے صاف کر کے مثل قلوب صافیہ آئینہ بنایا ،نئی مٹی ڈلوائی ،سوراخ بند کئے اور شکست وریخت کی اپنے ہی ہاتھوں اچھی خاصی مرمت کرلی ، زمین میں بوریہ کا فرش کیا ،گوشوں میں لوبان کی دھونی دی ،عطر بکھیرا ،خوشبو چھڑکی اور اس مقدس حجرہ کو از سرنو آباد فرما کر اپنا خلوت خانہ قرار دیا ،جس کے سوا تین سو برس بعد آج دن پھرے ،مشہور مثل تو یہ ہے کہ بارہ برس میں کوڑی کے دن پھرتے ہیں مگر جس کا نام دن پھرنا یعنی پہلے ہی سماں کا نظر آجانا ہے اس کے لئے تو تین سو برس بھی جلدی ہی میں داخل ہیں۔

(تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۶۱ تا ۶۲)

خلاصہ یہ ہے کہ اس طرح گنگوہ کی قدیم ''خانقاہِ قدوسیہ سعیدیہ'' جہاں سے ایک زمانہ میں کبار اولیاء اللہ نے فیض حاصل کیا تھا اور ہزاروں انسان وہاں آکر روحانی تسکین حاصل کرتے تھے، جو مقام ذکر اللہ ومراقبہ سے منور تھا اور انسانوں کو دین کا عادی بنانے کیلئے زبردست مجاہدات کرائے جاتے تھے، جس کے بعد وہ دین کے داعی، سپاہی اور مبلغ بن کر نکلتے تھے، حضرت اقدس گنگوہیؒ کے ذریعہ سے دوبارہ اس کی نشأۃ ثانیہ ہوئی اور پھر ذکر وفکر، مراقبہ ومجاہدہ، تعلیم وتعلم، تزکیۂ نفس اور اسی کے ساتھ ساتھ ہندوستان کی آزادی کیلئے جہاد کا مرکز ثابت ہوا، اور اس علاقہ میں دیوبند، سہارنپور، رائے پور، تھانہ بھون کے مشاہیر علماء صلحاء کی آمد ورفت، پھر اطراف واکناف سے عوام الناس کا اس قدر رجوع ہوا کہ پورا خطہ بقعۂ نور بن گیا، ہر طرف دین کی فضائیں چھاگئیں، ذکر اللہ کی صداؤں سے یہ علاقہ اس قدر گونجنے لگا کہ اس پورے خطہ میں ذکر اللہ کی آوازیں ہی سنائی دی جاتی تھیں، یہاں تک کہ اس کے قریب تالاب پر دھوبی کپڑا دھونے کے ساتھ ساتھ دلوں کو بھی دھونے کا کام کرنے لگے۔

گنگوہ کے تالاب پر الا اللّٰہ کی ضربیں

چنانچہ حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کے ملفوظات میں ہے:

حضرت قطب عالم مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خانقاہ کے بازو کا جو تالاب ہے وہ اس زمانہ میں آج سے دوگنا تھا، اس میں صبح ہی صبح تہجد کے وقت دھوبی کپڑے دھویا کرتے تھے اور کپڑوں کو چھانٹتے ہوئے کپڑا اٹھا کر کہتے تھے **لا الٰہ** اور کپڑے کو زور

سے نیچے مار کر کہتے تھے **الا اللہ**، اس طرح تمام دھوبی **لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ** کی زور سے ضربیں ایسی لگاتے تھے کہ رات کے اندھیرے میں دو میل دور تک یہ آواز جاتی تھی اور سہارنپور سے آنے والے بیل گاڑیوں اور بہلیوں میں اس کو سنا کرتے تھے (ملفوظات فقیہ الامت ج ۱/ ص ۴۱)۔

ہمارے اکابر ومشائخ میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہ کی شخصیت سب کے نزدیک مسلم ہے، جملہ علوم فنون، معارف وحقائق میں آپ ایک امام ومقتدیٰ کی حیثیت رکھتے ہیں، آپ کے فتاویٰ سب کے نزدیک مسلم اور معتبر ہیں، چنانچہ امداد الفتاویٰ جلد نمبر ۵/ سے ایک تفصیلی سوال وجواب آپ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے، اس کے بعد دوسرے اکابر علماء کے فتاویٰ لائے جائیں گے۔

امداد الفتاویٰ

از: حکیم الامت مجدد الملت حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہ

ذکر جلی کا حکم

سوال: طریق شاذلیہ میں ذکر جلی با فراط لوگوں کو لے کر کھڑے ہو کر کرتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟۔

الجواب: ذکر دو قسم پر ہے: ماثور و غیر ماثور (یعنی منقول)۔ ماثور تو وہ ہے جس کو شارع علیہ السلام نے بالجہر یا بالخفاء معین کر دیا، مثل اذان و اقامت و تکبیرات انتقال، قرأۃ فی الصلوٰۃ و تشہد و تسبیحات وغیرہا، اس کا حکم تو اتفاقاً یہ ہے کہ جس طریقہ پر معین کر دیا، اسی طرح چاہیئے، غیر ماثور دو نوع ہے، جہر اور خفی، خفی بالاتفاق جائز ہے۔

جہر میں دو قول ہیں: بعض علماء کے نزدیک مشروع، بعض کے نزدیک غیر مشروع۔

غیر مشروع کہنے والوں کے دو قول ہیں: بعض کے نزدیک حرام، بعض کے نزدیک مکروہ۔

مشروع کہنے والوں کے تین قول ہیں

بعض کے نزدیک جہر اصل و افضل ہے، خفی رخصت۔

بعض کے نزدیک خفی عزیمت اور افضل، جہر رخصت۔

بعض کے نزدیک دونوں فی نفسہٖ مساوی، لیکن بعض وجوہ سے بعض مواقع پر جہر افضل ہے اور بعض وجوہ سے بعض مواقع پر خفا اَولیٰ ہے۔

دلائل قائلین حرمت و کراہت

(۱) قال الله تعالیٰ ادعوا ربکم تضرعاً و خفیة الأیة۔

ترجمہ: اللہ پاک نے فرمایا اپنے رب کو آہستہ آہستہ پکارو الخ۔

(۲) عن ابی موسیٰ الاشعری قال کنا مع رسول اللهﷺ فی سفر فجعل الناس یجهرون بالتکبیر فقال رسول اللهﷺ یا ایهاالناس اربعوا علیٰ انفسکم انکم لا تدعون اصم ولا غائبا متفق علیه۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک سفر میں رسول پاکﷺ کے ساتھ تھے، حضرات صحابہ کرامؓ بہت زور سے تکبیر کہہ رہے تھے، اس پر رسول پاکﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اپنے اوپر نرمی سے کام لو تم کسی بہرے کو نہیں پکار رہے ہو اور نہ کسی غائب کو پکار رہے ہو۔

آیت و حدیث میں صیغۂ امر وارد ہے، اور مطلق امر وجوب کے لئے ہے اور ضد واجب حرام یا مکروہ ہوتی علیٰ اختلاف اهل الاصول۔

(۳) فی الدر المختار فی بحث الجهر بالتکبیر وعدمه یوم الفطر هکذا وجه الاول ان رفع الصوت بالذکر بدعة فیقتصر علیٰ مورد الشرع۔

درمختار میں عیدالفطر کے دن زور سے تکبیر پڑھی جائے یا آہستہ سے اس پر بحث میں لکھا ہے کہ زور زور سے تکبیر پڑھنا بدعت ہے جہاں شریعت کا حکم نہیں آیا یہ

عبارت مشعر حرمت ہے، وایضاً فیه ویکره رفع الصوت بذکر ای فی المسجد الا للمتفقهة انتهیٰ۔ یہ مشعر کراہت ہے۔ یعنی مسجد میں زور سے آواز بلند کرنا، زور سے

ذکر کرنا مکروہ ہے، مگر اس شخص کیلئے جو پڑھنے پڑھانے والے ہیں۔

مجوّزین کے دلائل

(۱)قال الله تعالیٰ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَسَعیٰ فِیْ خَرَابِهَا الاٰیه.

اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو مسجدوں کے اندر ذکراللہ سے منع کرے اوراس کی تخریب کاری میں حصہ لے۔

فائدہ : مساجد میں ذکراللہ سے روکنے والوں کواللہ پاک نے سب سے بڑا ظالم قرار دیا ہے اوران کومساجد کی تخریب اور بربادی کرنے والا فرمایا ہے۔

ظاہر ہے کہ منع ذکر بدون اطلاع ذکر ممکن نہیں اوراطلاع بدون جہر غیر متصور ہے۔یعنی منع کرنا اسی پر مرتب ہورہا ہے کہ منع کرنے والوں کوذکر کا علم ہواور یہ اسی صورت میں ہوگا جبکہ وہ جہراً ذکر کررہے ہوں، چونکہ جوشخص آہستہ آہستہ اپنے کام میں مشغول ہواس کے بارے میں کیا معلوم کہ وہ ذکر کررہا ہے یا تلاوت کررہا ہے۔آیت پاک سے ثابت ہوا کہ مساجد میں ذکر جہری کرنے والوں کومنع کرنا ظلم ہے یعنی گناہ ہے،اور گناہ بھی چھوٹا موٹا نہیں بلکہ بڑا گناہ ہے،اللہ پاک نے ایسے شخص کو بڑا ظالم قرار دیا ہے۔

پوری آیت اس طرح ہے :

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَسَعیٰ فِیْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِکَ مَاکَانَ لَهُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْهَا اِلَّا خَآئِفِیْنَ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ○(سورۂ بقرہ)

ترجمہ:اوراس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں (جس میں مکہ کی مسجد،مدینہ کی مسجد،بیت المقدس

کی مسجد اور سب مسجدیں آگئیں) ان کا ذکر (اورعبادت) کئے جانے سے بندش کرے اور ان (مساجد) کے ویران اور معطّل ہونے (کے بارے) میں کوشش کرے، ان لوگوں کوتو کبھی بے ہیبت (اور بے باک) ہوکران (مساجد) میں قدم بھی نہ رکھنا چاہئے تھا (بلکہ جب جاتے تو نہایت عظمت وحرمت وادب سے جاتے، جب بے باک ہوکر اندر جانے تک کا استحقاق نہیں تو اس کی ہتک حرمت کا تو کب حق حاصل ہے (اسی کوظلم فرمایا گیا) ان لوگوں کو دنیا میں بھی رسوائی (نصیب) ہوگی اور ان کوآخرت میں بھی سزائے عظیم ہوگی۔

(۲) وعن عبدالله بن الزبیر قال کان رسول الله ﷺ اذاسلم من صلوته یقول بصوته الاعلی لا اله الا اله وحده لاشریک له له الملک وله الحمد وهو علیٰ کل شیء قدیر الیٰ اٰخر الحدیث رواه مسلم۔

حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے سلام پھراتے تو زور سے بلند آواز سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھتے تھے۔

(۳)عن ابی بن کعب قال کان رسول الله ﷺ فی الوتر قال سبحان الملک القدوس رواه ابوداؤد والنسائی وزاد ثلث مرات یطیل وفی روایة للنسائی۔

ترجمہ: حضرت ابی ابن کعبؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی نماز کے بعد سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْس بلند آواز سے پڑھتے تھے۔

(۴) عن عبدالرحمن ابن ابزی عن ابیه قال کان یقول اذا سلم سبحان الملک القدوس ثلثا ویرفع صوته بالثالثة (مشکوٰة) ۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن ابن ابزیؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سلام پھراتے تو سبحان الملک القدوس تین بار پڑھتے تھے اور اس میں آپ کی آواز بلند ہوتی تھی۔

(۵) عن ابن عباس ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبة کان علی عهد النبی ﷺ رواه البخاری۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ زور سے ذکراللہ کرنا اس وقت جبکہ لوگ نماز سے فارغ ہوتے تو رسول پاک ﷺ کے دور میں موجود تھا (وہ اپنے اپنے طور پر تھا) لیکن تھا ضرور۔

ان احادیث سے مشروعیۃ جہر واضح اور لائح ہے (یعنی صاف اور روشن ہے)۔

(٦) علیٰ اختلاف الاصولین فی ان ادنیٰ مراتب فعل رسول الله ﷺ الا باحة والاستحباب۔

یعنی اصولیین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فعل کا ادنی درجہ کیا ہے؟ اباحت ہے یا استحباب؟۔

پھر علماء اس میں مختلف ہوئے کہ افضل کیا ہے، بعض نے ثبوت عن الشارع کو دلیل اباحۃ ٹھہرایا اور بوجہ حدیث ''خیر الذکر الخفی''، خفی کو افضل کہا۔

بعض نے نفسِ ثبوت عن الشارع کو دلیل استحباب اور افضلیۃ قرار دیا ہے۔

عبارات ان علماء کی یہ ہیں: قال المظهر هذا (ای حدیث رفع الصوت بسبحان الملک القدوس) یدل علیٰ جواز الذکر برفع الصوت بل علیٰ الاستحباب اذا اجتنب الریاء اظهاراً للدین وتعلیما للسامعین وایقاظاً لهم

من رقدة الغفلة وایصالا لبرکة الذکر الیٰ مقدار مایبلغ الصوت الیه من الحیوان والشجر والمدر وطلبا لاقتداء الغیر بالخیر ویشهد له کل رطب ویابس سمع صوته۔

بلند آواز سے ذکر کرنے کی حکمتیں

حضرت علامہ مظہر فرماتے ہیں کہ جس حدیث میں سبحان الملک القدوس کے ساتھ آواز کو بلند کرنا آیا ہے وہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنا مستحب ہے جبکہ ریا کاری سے بچتے ہوئے دین کا اظہار کرنا، سامعین کو تعلیم دینا، ان کو غفلت سے بیدار کرنا، ذکر کی برکت وہاں تک پہونچانا جہاں تک آواز پہنچ رہی ہو، یعنی حیوانات اشجار، احجار تک، نیز غیروں کو خیر کا طالب بنانا اور تا کہ ہر خشک تر کو جو ان کی آواز کو سن رہا ہو دعا میں لگانا پیشِ نظر ہو۔

وبعض المشائخ یختار اخفاء الذکر لانه ابعد من الریاء وهذا متعلق بالنیة ذکره مولانا علی القاری وقال الشیخ المحدث الدهلوی فی الحدیث دلیل علی شرعیة الجهر وهو ثابت فی الشرع بلا شبهة لکن الخفی منه افضل فی غیر الماثور انتهیٰ (حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۰۴)۔

اور بعض مشائخ ذکر میں اخفاء اس لئے پسند کرتے ہیں کہ وہ ریا سے دور ہیں اور اس کا تعلق نیت کے ساتھ ہے جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے ذکر کیا اور شیخ محدث دہلویؒ نے بھی فرمایا کہ حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جہراً ذکر درست ہے اور وہ شریعت میں بلا شبہ ثابت ہے، ہاں لیکن غیر ماثور میں اخفاء افضل ہے۔

اس عبارت سے واضح ہوا کہ بعض کے نزدیک جہر افضل ہے، بعض کے نزدیک اخفاء۔

اور قائلین بالتفصیل کے دلائل یہ ہیں:

(۱) قال اللہ تعالیٰ: وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِکَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِکَ سَبِيْلًا قيل معنى بصلوتك بدعائك (احمدی عن المدارک)۔

حق تعالیٰ نے فرمایا کہ نہ بہت زور سے قرات کیجئے اور نہ بہت آہستہ ہی بلکہ اسکے درمیان درمیان طریقہ اپنایئے۔

(۲) عن عقبة ابن عامر قال قال رسول اللہ ﷺ الجاهر بالقراٰن کالجاهر بالصدقة والمسّر بالقراٰن کالمسر بالصدقة رواه الترمذی ۔

حضرت عقبہ ابن عامرؓ سے منقول ہے کہ فرمایا رسول پاک ﷺ نے زور سے قرآن پاک پڑھنے والا اعلانیہ صدقہ کرنے والے کی طرح ہے اور آہستہ قرآن پاک پڑھنے والا آہستہ صدقہ کرنے والے کی طرح ہے۔

ذکر جہری کے بعض فوائد اور مساجد میں ذکر جہری کا استحباب

(۳) وفی الحاشية الشامية اقول اضطرب کلام البزازية فی ذلک (ای رفع الصوت بالذکر) فتارة قال انه حرام وتارة قال انه جائز وفی الفتاویٰ

فتاویٰ شامیہ کے حاشیہ میں ہے کہ میں کہتا ہوں کہ صاحب ’’بزازیہ‘‘ کا کلام اس بارے میں مختلف ہے کہ بلند آواز سے ذکر اللہ کرنا کیسا ہے؟ کبھی کہا کہ حرام ہے اور کبھی کہا جائز، اور فتاویٰ خیریہ

الخيرية من الكراهة والاستحسان وجاء فی الحديث مااقتضیٰ طلب الجهر به نحو وان ذکرنی فی ملاء ذکرته فی ملأخير منهم رواه الشيخان ۔ وهناک احاديث اقتضت طلب الاسرار والجمع بينهما بان ذلک يختلف باختلاف الاشخاص والاحوال کما جمع بذلک بين احاديث الجهر والاخفاء ولا يعارض ذلک حديث خير الذکر الخفی لانه حيث خيف الرياء وتاذی المصلين اولنيام فان خلاما ذکر فقال بعض اهل العلم ان الجهر افضل لانه اکثر عملا تتعدی فائدته الی السامعين ويوقظ قلب الذاکر فيجمع همه الی الفکر

میں ایک قول میں مکروہ کہا اور ایک قول میں مستحسن کہا ہے۔ اور حدیث میں ایسی چیزیں آئی ہیں کہ جس سے جہراً ذکر کا مطلوب ہونا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص مجھے یاد کرتا ہے مجمع میں تو میں اسے یاد کرتا ہوں اس سے بہتر مجمع میں یہ روایت بخاری میں آئی اور دوسری بات احادیث میں وہ بھی ہیں جس سے ذکر کا آہستہ ہونا مطلوب معلوم ہوتا ہے، اور تطبیق کی شکل یہ ہے کہ یہ اشخاص اور احوال کے اعتبار سے مختلف ہے۔ جیسا کہ جہراً تلاوت اور سراً تلاوت کی احادیث کے سلسلہ میں علماء نے تطبیق دی ہے کہ کسی کے حق میں جہراً تلاوت افضل ہے اور کسی کے حق میں آہستہ تلاوت افضل ہے، جس حدیث شریف میں آہستہ ذکر کو افضل کہا ہے وہ اس کے خلاف نہیں ہے، اس لئے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ ریا کا خوف ہو یا نماز

ویصرف سمعہ الیہ ویطرد النوم
ویزید النشاط ملخصا وتمام الکلام
ھناک فراجعہ وفی حاشیۃ
الحموی عن الامام الشعرانی اجمع
العلماء سلفا وخلفا علی استحباب
ذکر الجماعۃ فی المساجد وغیرھا
الا ان یشوش جھرھم علیٰ نائم او
مصلی اوقاری انتھیٰ۔

پڑھنے والوں کو یا سونے والوں کو اس کے ذکر جہری سے تکلیف ہو اور اگر ایسا کچھ نہ ہو تو بعض علماء نے کہا کہ جہر افضل ہے اس لئے کہ وہ ایسا عمل ہے جس کا فائدہ سامعین کے قلوب تک پہنچتا ہے اور خود ذاکر کا قلب بھی بیدار ہوتا ہے اور اس کی ہمت بھی فکر کی طرف مائل ہوتی ہے اور اس کا کان بھی متوجہ ہوتا ہے، نیند بھی بھاگتی ہے، نشاط بھی پیدا ہوتا ہے (یہ سب ذکر جہری کے فائدے ہیں اور کچھ فائدے اوپر گذرے ہیں) نیز ''حموی'' کے حاشیہ میں ہے کہ حضرت امام شعرانیؒ سے منقول ہے کہ سلف وخلف کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مساجد وغیرہ میں اجتماعاً ذکر مستحب ہے مگر یہ کہ ان کے جہر سے کسی سونے والے، نماز پڑھنے والے، تلاوت کرنے والے کو تشویش ہو۔

دلائل مانعین کے جوابات

آیت کا جواب اول تو یہ ہے کہ خِیفۃً مشترک ہے درمیان اعلان واسرار کے، چنانچہ ''منتھیٰ الارب'' میں ہے'' خفاہ خفیاً پنہاں کرد وآشکارا کرد ازلغات اضداد است انتہیٰ۔

یعنی جس آیت میں تَضَرُّعاً وَّخِیْفَۃً آیا ہے اس کے بارے میں حضرت لکھ رہے ہیں کہ یہ لفظ مشترک ہے، اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ نہ بہت زور سے اور نہ بالکل آہستہ

بلکہ درمیانی کیفیت سے، چنانچہ لغت کی کتاب ''منتہیٰ الارب'' کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ یہ لفظ اضداد میں سے ہے، اس میں دونوں معنیٰ آتے ہیں پنہاں کرنا اور آشکارا کرنا۔

پس آیت محتمل ہوئی **واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال ولو سلمنا** کہ خفیہ بمعنی اسرار ہے لیکن بوجہ تعارض اوّلہ جمعاً بینہما امر کو اباحت یا استحباب پر حمل کرنا ضرور ہے۔

یعنی اس آیت میں دونوں معنیٰ پیدا ہو گئے ہیں اور جب احتمال پیدا ہو گیا کہ مراد جہراً ہے یا سراً ہے یا درمیان کی کیفیت ہے تو استدلال باطل ہو گیا۔ اگر ہم اس بات کو تسلیم کرلیں کہ خفیہ بمعنیٰ اسرار ہے کہ بالکل خاموشی اور سکوت کی کیفیت ہو اور اندر اندر ذکر کر رہا ہو تو چونکہ دلائل اس بارے میں متعارض ہیں تو تطبیق پیدا کرنے کیلئے اس حکم کو اباحت یا استحباب پر محمول کریں گے، نہ یہ کہ اس کی ضد یعنی جہراً ذکر کرنا حرام یا مکروہ کہلائے گا، فقط یہ کہا جائے گا کہ آہستہ کرنا بھی جائز ہے یا مستحب ہے، نہ یہ کہ یوں کہا جائے گا کہ جہراً ذکر کرنا مکروہ ہے یا حرام ہے، یہ دراصل ان لوگوں کا جواب ہے جنہوں نے کہا کہ آیت میں آہستہ ذکر کرنے کو کہا گیا ہے لہٰذا اس کی ضد مکروہ ہے یا حرام ہے، ان کی یہ بات درست نہیں ہے یعنی مکروہ کہنا اور حرام کہنا نفس ذکر جہری کو کسی بھی حال میں درست نہیں ہے اور اگر مکروہ کہا بھی جائے گا تو ان وجوہات کے پیش نظر جو اوپر مذکور ہوئیں نہ کہ مطلقاً اور پھر یہ مکروہ تحریمی نہیں ہوگا بلکہ صرف ایک ادب اور خلاف اولیٰ کی حد تک ہوگا۔

جو جواب حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہ نے اس موقع پر دیا ہے اسی قسم کی ایک تحقیق علامۃ الزماں، امام المحدثین، فخر المفسرین، شیخ العارفین حضرت علامہ

انور شاہ کشمیریؒ سے بھی منقول ہے جو ان کے ملفوظات میں ایک جگہ نظر آئی اور افادہ کی غرض سے یہاں پیش کی جارہی ہے۔

حضرت علامہ کشمیریؒ اور ذکر جہری

حضرت علامہ کشمیریؒ نے فرمایا ''وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ'' اس میں ''دون الجہر'' معطوف واقع ہوا ہے، تو معلوم ہوا کہ ذکر جہر کا بھی جواز ہے اور دون بمعنی ذرا کم یعنی ''جہر مُفرِط'' سے ذرا کم، فقہا کا جہر مراد نہیں بلکہ ''لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ'' کے قبیل سے ہے، مثلاً ''وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ'' یعنی نبی کریم ﷺ کی مجلس میں چیخ کر نہ بولو، جیسے اعراب بولتے تھے، جیسے ''وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ'' یعنی جو گناہ شرک سے کم درجہ کا ہوگا اسے بخش دے گا۔ ''وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ'' یعنی تھوڑا عذاب جو ورے ہے اس بڑے کے ''ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا'' یعنی پھر دو رکعتیں ادا فرمائیں جو کہ پہلی دو رکعتوں سے کم طویل تھیں، غرض فقہا نے جہر کو ثابت کیا جو چیخ کر بولنے سے ذرا کم ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ جہر مفرط کی نفی ہے، مطلقاً جہر کی نفی نہیں (ماخوذ از: ملفوظات حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ ص ۳۳۱)۔

حدیث کا جواب: لمعات (شرح مشکوٰۃ) میں اس طرح دیا ہے **المنع من الجهر للتيسير والا رفاق لاان يكون الجهر غير مشروع انتهىٰ۔**

یعنی رسول اللہ ﷺ کا صحابہ کرامؓ کو ایک موقع پر زیادہ زور سے ذکر اللہ کرنے سے روکنا اس لئے تھا کہ یہ کام آسانی اور نرمی سے بھی ہوسکتا ہے، نہ یہ کہ اس لئے تھا کہ

ذکر جہری منع ہے، بندہ کہتا ہے کہ اسی طرح کا جواب حضرت گنگوہیؒ نے بھی دیا ہے جو حضرت شیخ زکریاؒ کی تقریر کے ساتھ آ گیا ایک موقع پر بالتفصیل آ رہا ہے۔

اور بعض فقہاء کے اقوال بعض پر حجت نہیں ہو سکتے، یہ خلاصہ ہے اختلاف اقوال کا، والبسط فی المطولات۔

یعنی بعض نے جو حرام اور مکروہ لکھ دیا اس قسم کے اقوال دوسرے فقہا پر حجت نہیں ہوتے ہیں۔

حضرت اقدس تھانویؒ کا فیصلہ

راقم کی رائے ناقص میں قائلین کا صحیح اور ان میں سے مفصلین کا قول راجح معلوم ہوتا ہے، کہ سب آیات واحادیث واقوال علماء کے جمع ہو جاتے ہیں:

ع ان خير الامور اعدلها

پس بعد ثبوت مشروعیت جہر کسی طور وہیئت کے ساتھ مقید نہیں بلکہ بوجہ اطلاق ادلّہ مطلق ہے، خواہ منفرد ہو یا مجتمع، حلقہ باندھ کر ہو یا صف باندھ کر یا کسی اور صورت سے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر، ہر طور سے جائز ہے۔

(۱) عن ابی هريرةؓ و ابی سعيدؓ قالا قال رسول الله ﷺ لا يقعد قوم يذكرون الا حفتهم الملائكة رواه مسلم ۔

حضرت ابو ہریرہؓ اور ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: نہیں بیٹھتی ہے کوئی جماعت اللہ کے ذکر کیلئے مگر یہ کہ فرشتے ان پر سایہ فگن ہوتے ہیں یعنی وہاں نازل ہوتے ہیں (اور یہ نزول ملائک برکتوں اور رحمتوں کیلئے ہوتا ہے)۔

(۲) عن ابی هریرةؓ انه قال قال رسول الله ﷺ یقول الله تعالیٰ انا عند ظن عبدی بی وانا معه اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی وان ذکرنی فی ملأ ذکرته فی ملأ خیر منهم متفق علیه۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول پاک ﷺ نے میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوتا ہوں اور جب وہ مجھ کو یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے کسی مجمع میں تو میں اس کا ذکر کرتا ہوں اس سے بہتر مجمع میں۔

(۳) عن انسؓ قال قال رسول الله ﷺ لان اقعد مع قوم یذکرون الله من صلوة العصر الی ان تغرب الشمس احب الیٰ من اعتق اربعة رواه ابوداؤد۔

حضرت انسؓ سے منقول ہے کہتے ہیں کہ فرمایا رسول پاک ﷺ نے میں بیٹھوں ان لوگوں کے ساتھ جو یاد کررہے ہوں اللہ پاک کو عصر سے لیکر غروب تک یہ مجھ کو زیادہ محبوب ہے اس بات سے کہ چار غلام آزاد کروں۔

(۴) عن انسؓ قال قال رسول الله ﷺ اذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا قالوا ماریاض الجنة؟ قال حلق الذکر رواه الترمذی۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب تم گذرو جنت کی کیاریوں کے پاس سے تو چرلیا کرو (یعنی ان میں بیٹھ جایا کرو) عرض کیا گیا کہ جنت کی کیاریاں کیا ہیں؟ فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔

قال الله تعالیٰ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَاماً وَّقُعُوْداً وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ الأیة وفی التفسیر الاحمدی فی بحث الجهر والاخفا وهذا بحث مختلف فیه بین الانام فی زماننا ولا طائل تحته اذ المقصود بکل، الوصول الی الله بأی طریق کان۔

حق تعالیٰ نے فرمایا وہ لوگ جو یاد کرتے ہیں اللہ پاک کو کھڑے ہوکر بیٹھ کر اور لیٹ کر وہ قابل تعریف ہیں اور ان کے لئے بڑی بشارتیں ہیں اور ’’تفسیر احمدی‘‘ میں ہے جہر اور اخفا کی بحث میں کہ اس میں علماء کے درمیان اختلاف رہا ہے اور زیادہ لمبی چوڑی بحثوں سے کچھ حاصل نہیں ہے کہ جہر افضل یا اخفا، اسلئے کہ مقصود تو حق تعالیٰ تک پہنچنا ہے جس طریقہ سے بھی ہو۔

پس ثابت ہوا کہ ذکر جہر ہر طور سے جائز ہے کسی کو کسی طور سے منع نہ کرے، یہی ارجح اور واضح ہے بلکہ اگر عدم مشروعیت کو بھی ترجیح دی جاوے تب بھی عوام کو منع نہ کریں، کہ اسی بہانہ سے کچھ خیر کر گذرتے ہیں، چنانچہ خود مانعین نے اس امر کی تصریح کردی ہے۔

قال فی الدرالمختار بعد المنع من الجهر وهذا للخواص واما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلا نقله رغبتهم فی الخیرات بحر قوله فلا یمنعون لا تحسن المقابلة الالوقال فلا یکره فی حقهم وقد یقال ماذکره لازم عدم الکراهة وقوله اصلاای لا سراً ولا جهراً فی التکبیر، (شامی) هذا ما عندی والله علیم بما عنده (امدادالفتاویٰ ج۵/ص۱۵۳)۔

یعنی یہ اختلاف عیدین میں جاتے وقت تکبیر جہراً کہنے یا سراً کہنے میں ہے، اسکا مطلق ذکر اللہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ذکرجلی کی حد

سوال: ذکرجلی کی حد کیا ہے؟۔

الجواب: ادنیٰ کی حد تو معیّن ہے، اصطلاح اول پر تو تحریک لسان اور اصطلاح ثانی پر اسماع نفس خود کما صرح به الفقهاء لیکن اکثر کی کوئی حد نہیں، اپنی نشاط پر موقوف ہے، مگراس کے جواز کی یہ شرط ہے کہ کسی مصلی یا نائم کو تشویش وایذا نہ ہو۔

کما صرح بہ الفقہاء۔ فقط واللہ اعلم (امداد الفتاویٰ ج۵رص۱۵۱)۔

اس عبارت کوغور سے پڑھئے! اور دیکھئے کہ ایک مجدد عصر اور امام وقت ہزاروں علماء کے شیخ ومقتدیٰ کیا فرما رہے ہیں! ان مشائخ اور علماء عظام کے مقابلے میں ہم جیسوں کی کیا تحقیق اور کیا حقیقت ہے! یہ حضرات پورے سلسلۂ دیوبند کے مقتداء ہیں۔

فتاویٰ دارالعلوم زکریا (افریقہ)

جلد اول کتاب السلوک والطریقہ

کیا ذکر جہری یعنی اللہ اللہ کرنا بدعت ہے؟

سوال: بعض حضرات ذکر جہری یعنی صوفیہ حضرات کے اللہ اللہ پڑھنے کو بدعت یا بے دلیل وبے ثواب سمجھتے ہیں کیا یہ بات درست ہے؟۔

جواب: کفایۃ المفتی میں ہے: ذکر جلی جائز ہے اور مشائخ صوفیہ کا معمول ومتوارث ہے، احادیث کثیرہ سے اس کا ثبوت ہوتا ہے جن مواقع میں شریعت نے خود ذکر جلی مقرر فرمایا ہے اس کے اندر تو کوئی کلام ہی نہیں کرسکتا جیسے اذان، تکبیر، تلبیہ، حج، تکبیرات تشریق وغیرہ کہ یہ سب اذکار ہیں اور جہر سے ثابت ہیں، ہاں جن مواقع میں

کہ شریعت سے ثبوت نہیں وہاں اگر کوئی وجہ عارضی مانع نہ ہو تو نفس حکم یہی ہے کہ کسی سونے والے کو تکلیف ہو مثلاً یا کسی نماز پڑھنے والے کی نماز میں خلل پڑتا ہو یا ذکر کرنے والا جہر کو ضروری یا لازم سمجھے وغیرہ، اور جہاں یہ موانع موجود نہ ہوں وہاں ذکر جلی جائز مگر ذکر خفی اولیٰ ہے۔

فتاویٰ محمودیہ میں ہے: فی نفسہ ذکر اللہ بہت مبارک ہے، قرآن کریم اور حدیث شریف میں اس کی کثرت سے ترغیب آئی ہے، جو کلمات سوال میں ذکر ہیں (**سبحان الله، الحمد لله، لا اله الا الله**) ان کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے، ان کو آہستہ اور جہر سے پڑھنا ہر طرح ٹھیک ہے، مگر مناسب یہ ہے کہ ان کو آہستہ پڑھا جائے۔

نیز مذکور ہے: **اما الذكر فى قوله تعالىٰ "فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَاماً وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ" هو الصلوة ولكنّه على احد الوجهين اما الذكر بالقلب وهو الفكر فى عظمة الله تعالىٰ وجلاله وقدرته فى خلقه وصنعه من الدلائل عليه وحكمه وجميل صنعه والذكر الثانى: الذكر باللسان بالتعظيم والتسبيح والتقديس (احكام القرآن ٢/٢٢٣) قال ابو سعود فى قوله تعالىٰ "فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ" اى فداوموا على ذكر الله تعالىٰ وحافظوا على مراقبته ومناجاته ودعائه فى جميع الاحوال حتى فى حل المسابقة والقتال كما فى قوله تعالىٰ "اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْراً لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ"**

(تفسير ابى السعود ٣/٩ رفتاوىٰ محموديه ٦/٣٩)۔

(فتاویٰ دارالعلوم زکریا جلد ارص ۴۵۸ تا ۴۵۹)

فتاویٰ محمودیہ

ازحضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ، مفتیٔ اعظم ہندوستان

ذکر بالجہر

سوال: صوبہ بنگال میں کچھ ایسی وبا پھیلی ہوئی ہے جس سے دین کو زیادہ نقصان پہنچ رہا ہے، یعنی جس آدمی نے صرف قرآن شریف ایک بار پڑھا ہے اس کو قرآنی اور میانجی کہتے ہیں اور اردو کی ایک دو کتابیں جس نے پڑھی ہوں وہ منشی کہلاتا ہے اور جس نے منیہ یا قدوری پڑھی ہوں اس کو مولوی کہتے ہیں اور جس نے مشکوٰۃ اور ہدایہ، جلالین شریف پڑھی ہوں اس کو مولانا صاحب کہتے ہیں۔ چونکہ صوبہ بنگال میں جہالت کا غلبہ ہے، ان لوگوں کا مزہ ہے کبھی کچھ دھوکہ کرتے ہیں اور کبھی کچھ اور لوگوں میں قسم قسم کے فسادات پیدا کرتے ہیں اللہ کی پناہ، مثلاً یہ کہ اس اطراف کے لوگ پہلے شرک میں مبتلا تھے، نماز روزہ کا پتہ ہی نہیں تھا، رفتہ رفتہ اللہ کے فضل وکرم سے اور علمائے کرام کے وعظ ونصیحت کی برکت سے اکثر لوگ ہدایت کی طرف آئے اور ہندوستان سے بعضے بعضے پیروں کا بھی آنا جانا ہوا اور لوگ مرید ہوگئے، پنجگانہ نماز باقاعدہ پڑھنے لگے اور ذکر واذکار اکیلا اور حلقہ بنا کر خفی وجلی کرنے لگے، اب اس پر ان منشیوں اور مولویوں کو بہت حسد ہوا کہ اب تو لوگ کچھ اچھا وبرا، حلال وحرام جاننے لگے ہم لوگوں کو تو مشکل ہوئی تو اس حسد اور بغض کی وجہ سے شر وفساد کرنا شروع کردیا کہ ذکر جہری قطعاً حرام ہے اور سلسلہ چشتیہ وقادریہ میں داخل ہونے والا شیطانوں کی جماعت میں شرکت کرتا ہے اور داخل ہوتا ہے اور ذکر جہری کرنے والوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہے، نعوذ

باللہ۔ میں نے ان کو بہت سمجھایا، بعضوں نے مان لیا اور بعضوں نے انکار کردیا اور یہ سب ان منشیوں اور مولویوں کی شرارت ہے، لیکن پھر بھی برائے تسلی واطمینان سہارنپور اور دیوبند کے علمائے کرام سے جواب چاہتے ہیں اور مدلل جواب چاہتے ہیں۔

حضرت! یہ لوگ ذکر خفی کو جائز اور ذکر جلی کو ناجائز وحرام قرار دیتے ہیں، اس وجہ سے حضور والا کی خدمت میں جواب قرآن وحدیث شریف سے چاہتے ہیں اور جو آدمی بزرگوں کی اہانت بیان کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ تحریر فرماویں اور اس استفتاء سے فساد کم ہوجائے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

جواب: "ونص الشعراني في "ذكر الذاكر للمذكور والشاكر للمشكور" مالفظه: وأجمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكر الله تعالىٰ جماعة في المساجد وغيرها من غير نكير، إلا ان يشوش جهرهم بالذكر على نائم أومصلي أو قارى قرآن كماهو مقرر في كتب الفقه"۔

(طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص۱۸۵) (ردالمحتار ۵/۲۸۲)

عبارتِ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر بلا اختلاف جائز بلکہ مستحب ہے، البتہ کسی عارض کی وجہ سے ممنوع ہوجائے گا، مثلاً نمازیوں یا تلاوت کرنے والوں کو اذیت ہو یا ریا کا خوف ہو، تو ایسی حالت میں آہستہ ذکر کرنا چاہئے۔

سلسلۂ قادریہ وچشتیہ کے اکابر اہلِ حق بزرگ تھے اور ان میں بہت بڑے بڑے اہل اللہ اور اولیاء اللہ ہوئے ہیں اور اب بھی موجود ہیں، جو شخص یہ کہتا ہے کہ ان میں داخل ہونے والا شیطان کی جماعت میں شرکت کرتا ہے اور داخل ہوتا ہے، اگر وہ ان کے اکابر اور بزرگوں کے حسد کی وجہ سے کہتا ہے تو وہ خود شیطان ہے اور

مردود ہے، اگر ان کے بعض افراد کے خلافِ شرع کام کو دیکھ کر کہتا ہے تب بھی اس کے لئے ایسا کہنا جائز نہیں، ایک دو شخص کے افعالِ قبیحہ کی وجہ سے تمام سلسلہ کو شیطان کی جماعت کہنا حرام ہے، شخص مذکور کو توبہ لازم ہے، اور بزرگوں سے بدعقیدہ رہنا اور انکو برا کہنا خدائے تعالیٰ کے بڑے غصہ کا سبب ہے۔ بزرگوں کی ارواح کو عالم میں متصرف ماننا کہ جو کچھ دنیا میں ہوتا ہے وہ سب بزرگوں کی ارواح کرتی ہیں اور خدا کے حکم کو کہیں دخل نہیں اور ان سے مدد مانگنا کہ وہ ہماری آواز کو براہِ راست سنتے ہیں اور ہماری مدد کرتے ہیں، چاہے خدا کا حکم ہو یا نہ ہو، مشرکانہ عقیدہ ہے، اس سے بھی توبہ لازم ہے، فقط واللہ اعلم۔

سوال : کیا ذکر بالجہر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مکروہ ہے، اگر ایسا ہے تو حنفی بزرگ اس کی کیوں اجازت دیتے ہیں؟۔

جواب: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ذکر بالجہر بعض صورتوں میں بلا کراہت درست ہے، بعض صورتوں میں مکروہ ہے، تفصیل ''سباحۃ الفکر'' میں ہے، جو علمائے احناف ذکر دوازدہ تسبیح وغیرہ کو بالجہر فرماتے ہیں وہ درحقیقت علاجاً ہے کہ اس سے قلب پر ضرب لگتی ہے اور حرارت پیدا ہوتی ہے جو کہ اس راہ میں معین ہے اور جس کے لئے اس کی ضرورت نہیں اس کو جہر سے منع فرما دیتے ہیں، فقط واللہ اعلم۔

ذکر جہری واجتماعی

سوال : ''دلیل الخیرات فی ترک المنکرات'' مؤلفہ جناب مولانا مولوی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی ادام اللہ فیوضہم مصدقہ علماء اطراف واکناف میں روایت دیکھی

گئی ہے جو درج کی جاتی ہے: ''أُخبِرَ عبداللّٰہ ابن مسعودؓ بالجماعة الذين يجلسون بعد المغرب وفيهم رجل يقول : كبّروا الله كذاوكذا ،أوحمد واالله كذاوكذا ، فيفعلون،فحضرهم فلما سمع مايقولون، قام فقال: أنا عبدالله بن مسعود فوالذى لاإله غيره لقد جئتم ببدعة ظلماً أولقد فقتم على أصحاب محمد عليه الصلوٰة والسلام علما (مجالس الأبرابر)۔

دوسری عبارت ''نفائسِ مرغوبہ'' مؤلفہ مفتی علامہ دہلوی میں بحوالہ ''واقعات'' و ''بحرالرائق'' حسب ذیل درج ہے: ''قال فى الواقعات: قرأة الفاتحة بعدالمكتوبة لأجل المهمات وغيرها مكروهة: لأنها بدعة لم ينقل عن الصحابة والتابعين ، وفى بحر الرائق، عن ابن مسعودؓ أنه سمع قوما اجتمعوا فى المسجد يهللون ويصلون على النبى ﷺ جهراً فراح إليهم فقال: ماعهدنا ذلک فى عهده ﷺ وما أراكم إلا مبتدعين '' اس روایت میں تسبیح وتہلیل کے علاوہ درود کا بھی ذکر ہے۔ مفتی صاحب نے ''دلیل الخیرات'' کے ص ۴۸ میں روایت عبداللہ ابن مسعودؓ کی تشریح فرمائی ہے کہ اس روایت سے واضح ہوا کہ ان لوگوں کا فعل باوجودیکہ ذکر الٰہی، تسبیح وتہلیل تھا مگر چونکہ اس کی وضع اور ہیئت ایسی مقرر کی گئی تھی جس کا وجود شریعتِ مطہرہ سے نہ تھا، اس وجہ سے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے اس کو بدعت قرار دیا، اور احادیث میں ذکر بالجماعت کی فضیلت ثابت ہے ایک دو روایات نقل کی جاتی ہیں:

''إِنَّ لِلّٰهِ مَلٰئِكَةً يَطُوْفُوْنَ فِى الطُّرُقِ يَلْتَمِسُوْنَ أَهْلَ الذِّكْرِ ، فَإِذَا وَجَدُوْاقَوْماً يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ تَنَادَوْا: هَلُمُّوا إِلٰى حَاجَتِكُمْ، قَالَ: فَيَحُفُّوْنَهُمْ

بِـأَجْـنِـحَـتِـهِـمْ إِلَـى السَّـمَآءِ الدُّنيَا" (مسلم شریف) دوسری حدیث "لَا يَـقْـعُـدُ قَـوْمٌ يَـذْكُـرُوْنَ الـلّٰــهَ إِلَّا حَـفَّـتْـهُـمُ الْـمَلَائِـكَةُ وَغَـشِيَتْهُـمُ الرَّحْمَةُ، وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّـكِـيْـنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهُ" (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ) "اجْـمَـعَ الْعُلَمَاءُ سـلـفـاً وخـلـفـاً على استحباب ذِكرِ الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسَاجِدِ وَغَيْرِهَا، إِلَّا أَنْ يُشَوِّشَ غَيْرَهُمْ على نائمٍ أوعلى مصليٍ أو قاريٍء" (شامی رج ارص ۴۶۳)۔

اوراحادیثِ نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بدعت کی تشریح یہ ہے "البـــدعة الشـرعية وهـی مـالـيـس لـه دلـيـل شـرعـی، وكـل مـافعله الشارع عليه السـلام. أوأمـر بـه فهوليس ببدعة شرعية" پس احادیث اورعبارتِ شامی سے ذکر بالجماعت کی فضیلت ثابت ہوئی اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے بدعتِ سیئہ ہونا، نبی کریم ﷺ کے امر سے جماعت کے ساتھ ذکر نہ کرنے کی ترغیب ہے، پس روایت حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اورعبارت بحرالرائق اور روایت شامی اور احادیث میں وجہ تطبیق کیا ہے؟۔

جواب: اصل یہ ہے کہ ذکر اللہ خواہ انفراداً ہو، خواہ اجتماعاً بالاجماع امرِ مستحسن ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں، نصوصِ قرآنیہ اوراحادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے، البتہ عوارض کی وجہ سے بعض اوقات ممانعت کی جاتی ہے، مثلاً کسی خاص ہیئت، وضع وتاریخ وغیرہ جن کا ثبوت شرعی نہیں ہے ان کا التزام کرنا، تارک پر ملامت سب وشتم کرنا یاریا کا پایا جانا یا جہر مفرط کا ہونا جس سے نائم، مصلی، قاری وغیرہ کوتشویش ہو۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی ممانعت ان عوارض پر ہی محمول ہے، بحرواقعات وغیرہ کا محمل بھی یہی ہے۔

(۲) نیز اسقدر نصوص واحادیث شریفہ کے سامنے کسی قول صحابی سے استدلال کرنا ہی عجیب بات ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے سامنے تمتع (حج وعمرہ) ایک ساتھ کرنے کا مسئلہ تھا، کسی نے کہا کہ آپ کے والد حضرت عمرؓ منع کرتے ہیں، فرمایا کہ میرے والد کا قول حجت ہے یا رسول اللہ ﷺ کا کہ آپ نے تمتع فرمایا؟ اس پر وہ خاموش ہوگئے، حالانکہ علماء نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ کا منع فرمانا ایک انتظامی بات تھی تاکہ بیت اللہ شریف مہجور نہ ہو کہ ایک ہی سفر میں دونوں کام کرلے، اوراب حال یہ ہے کہ لوگوں کوایک فرض حج کے بعد کہا جارہا ہے کہ پانچ سال سے قبل نہ آؤ، یہ بھی ایک انتظامی شئے ہے۔

شامی نے جوازِ ذکر پر علامہ حمویؒ سے بحوالۂ امام شعرانی حنبلی اجماع نقل کیا ہے، اس میں ان عوارض کا استثناء موجود ہے، چنانچہ امام شعرانی نے "ذكـــر الــذاكـــر لـلـمذكـور والشاكر للمشكور" میں اس کی تصریح کی ہے، اجتماعاً وانفراداً ذکر میں کسی کا اختلاف نہیں، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ذکر جہراً افضل ہے یا سراً؟۔ علامہ طحطاویؒ نے شرح مراقی الفلاح رص ۱۸۵ر میں فریقین کے دلائل ذکر کئے ہیں، ان اختلافات اوردلائل کواس میں پوری تفصیل اوربسط سے دیکھنا ہوتو "سباحة الفكر فی الـجهر بالذكر" کودیکھئے، اس میں رص ۴۸ر پرلکھا ہے: (یہ حضرت علامہ عبدالحیؒ کا رسالہ ہے جن کی شروح وحواشی مسلم ہیں) "البـــاب الأول فـی حـكـم الـجهـر بـالذكر: اعلم أنهم اختلفوا فی ذلک، فجوزه بعضهم وحرمه بعضهم، وجعله بعضهم بدعة إلا فی مواضع ورد الشرع بالجهر فيها"۔

پھر ممانعت جہر کی روایات کو ذکر کر کے جوابات دیئے ہیں، اس کے بعد اڑتالیس دلیلیں جواز جہر کی نقل کی ہیں:"خلاصة المرام فی هذا المقام أنه لاريب فی كون السر أفضل من الجهر للتضرع والخيفة وكذالاريب فی كون الجهر المفرط ممنوعاً لحديث" إربعوا علىٰ أنفسكم " وأما الجهر الغير المفرط فالأحاديث متظافرة، والأثار متوافقة على جوازه، ولم نجد دليلاً يدل صراحةً على حرمة أوكراهة ،والظاهر أن مراد من قال: الجهر حرام هوالجهر المفرط، ومن قال: إنه بدعة أرادبه على وجه مخصوص والتزام، فيلزم التزام مالم يعهد فی الشرع" /ص۱۰۷۔

اورسب روایات کے درمیان جمع اس طرح کیا ہے:"وهناک أحاديث اقتضت طلب الإسرار، والجمع بينهما بأن ذلک يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال، كی يجمع بين الأحاديث الطالبة للجهر والطالبة للإسرار بقراء ة القرآن، ولا يعارض ذلک حديث: "خيرالذكر الخفی" لأنه حيث خيف الريا أو تأذى المصلين أوالنيام"۔اسی طرح علامہ شامی نے جمع کیا ہے۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ،الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ۔

صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

(فتاویٰ محمودیہ جلد چہارم، کتاب السلوک والاحسان ص از ۴۲۸ تا ۴۴۳)

ان فتاویٰ میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی جس روایت سے ممانعت مترشح ہوتی ہے اور ذکر اجتماعی جہری کا غیر صحیح ہونا معلوم ہوتا ہے تفصیلاً جواب دیا گیا ہے کہ یہ کسی خاص وجہ کی بنیاد پر تھا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت تک ان کو وہ تمام روایات نہ پہنچی ہوں جن میں اجتماعاً ذکر کا بیان وارد ہوا ہے، چونکہ اتنی کثیر روایات کے ہوتے

ہوئے کسی صحابی کا اس پر تنقید کرنا محل غور ہے اور روایات صحیحہ کے مقابلہ میں حجۃ اور دلیل بھی نہیں بنایا جا سکتا ہے، بعض دفع بعض روایات بعض بڑے صحابہ سے بھی مخفی رہ جاتی تھیں جو دوسرے حضرات سے ان کو بعد میں معلوم ہوئی۔

ایک بار حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ حضرت فاروق اعظمؓ کی خدمت میں ملاقات کی غرض سے آئے ان کے گھر پر دستک دی، تین بار بلایا جب کوئی جواب نہیں ملا تو وہ واپس چلے گئے، فاروقِ اعظمؓ گھر سے نکلے، گھر میں کسی کام میں مصروف ہونگے جس کی وجہ سے نکلنے میں دیر ہوئی، جب تک ابوموسیٰ اشعریؓ جا چکے تھے، ان کو بلوایا اور فرمایا کہ تم نے میرا انتظار نہیں کیا اور فوراً چلے گئے، اس پر عرض کیا کہ یہی سنت ہے کہ تین بار بلایا جائے اگر جواب نہ آئے تو واپس ہو جائے، فرمایا کہ کیا یہ سنت ہے؟ تم اس کو سنت کہہ رہے ہو اور مجھے اس کے سنت ہونے کا علم نہیں ہے اگر تم نے اس پر کوئی دلیل قائم نہ کی تو تمہاری پٹائی کی جائے گی، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ گھبرا گئے اور دوڑ کر ایک جگہ پر پہنچے جہاں صحابہ کرامؓ کی جماعت بیٹھی تھی، صحابۂ کرام کی جماعت نے ان کو گھبراہٹ کی حالت میں دیکھا، وجہ پوچھی تو بتایا کہ یہ بات ہوئی، انہیں حضرات میں حضرت ابوسعید خدریؓ بھی تھے انہوں نے اس حدیث کو سنا تھا فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں اور اس کی گواہی دیتا ہوں چنانچہ وہ ساتھ ساتھ ہو گئے اور حضرت فاروق اعظمؓ کو اس کے سنت ہونے کے بارے میں وہی حدیث سنائی حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ جس کا حوالہ دے رہے تھے، یہ روایت بخاری شریف میں ہے۔اس قسم کے اور بھی واقعات ہیں، اس لئے ممکن ہے کہ اس قسم کی احادیث بکثرت اس وقت

تک انکے علم میں نہ ہوں، جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ رکوع میں تطبیق کے قائل تھے کہ دونوں ہاتھوں کو ملا کر بیچ میں رکھا جائے، جب کہ رکوع کی حالت میں گھٹنوں کو پکڑنا سنت ہے وہاں بھی علماء نے یہی توجیہ کی کہ ممکن ہے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کو نسخ کی روایت اور یہ مشہور طریقہ جس حدیث سے ثابت ہے جس میں رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے لئے گھٹنوں کو پکڑنا مسنون ہے، نہ پہونچی ہو۔

مزید برآں اگر غور کیا جائے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی حدیث میں تو کئی چیزیں سامنے آتی ہیں ایک احتمال تو یہ ہے کہ اجتماع پر نکیر ہو، دوسرا احتمال یہ ہے کہ جہراً ذکر کرنے پر نکیر ہو، تیسرا احتمال یہ ہے کہ ان میں سے ایک شخص تلقین کر رہا تھا، کہلوا رہا تھا کہ کہو **سبحان اللّٰہ**، کہو **الحمدللّٰہ**، کہو **لا الہ الا اللّٰہ**، اس کو انہوں نے بدعت سے تعبیر کیا، اب اگر غور کیا جائے تو اجتماعاً ذکر کرنا بھی روایات سے ثابت ہے اور نہ صرف ثابت بلکہ عنداللہ مطلوب بھی ہے کیونکہ حق تعالیٰ شانہ چاہتے ہیں کہ بندوں کی جماعتیں ملکر اللہ کی عبادت میں مصروف ہوں، الگ الگ عبادات کرنے کے مقابلہ میں باری تعالیٰ کو بندوں کا ایک ساتھ عبادت کرنا زیادہ مطلوب اور محبوب ہے، اسی کے لئے نماز بالجماعت مشروع ہوئی اور حج بالجماعت مشروع ہوا ہے، اور نماز میں قیاماً وقعوداً ورکوعاً تمام ارکان کی ادائیگی ایک ساتھ کرنا حق تعالیٰ شانہ کو پسند ہے، دوسرے جہراً ذکر بھی کثیر روایات سے ثابت ہو رہا ہے، تیسرے کسی ایک شخص کا حلقہ بنا کر اپنے متعلقین کو تلقین کرنا کہ ایسے کرو ایسے کرو، یہ بھی خلاف شرع نہیں ہے، اس لئے کہ خود رسول پاک ﷺ صحابۂ کرام کو تعلیم وتلقین فرما رہے ہیں کہ اتنی اتنی بار فلاں فلاں تسبیحات پڑھو، معلوم ہوا نہ تعلیم وتلقین مزاج

شرع کے خلاف ہے، نہ تعداد کی رعایت کرنا ہی خلاف شرع ہے کہ تعداد بھی بہت سی تسبیحات میں آئی ہیں کہ اتنی اتنی تسبیحات، اتنی اتنی بار تمجیدات، اتنی اتنی بار تہلیلات پڑھنے کا یہ ثواب ہے۔

نیز تعلیم وتلقین سے دین کا کونسا شعبہ خالی ہے دنیا کا پورا یہ تعلیمی نظام یہ سب تعلیم وتلقین سے ہی قائم دائم ہے، اسی طرح جس شخص کو ذکر کے بارے میں علم ہے وہ غافلین کو جن کو اس کے بارے میں کچھ پتہ نہیں ہے تعلیم بھی کرے گا، تلقین بھی کرے گا اپنے ساتھ بٹھا کر بھی کرائے گا، اس میں شریعت کے مزاج کے خلاف کوئی بات نہیں ہے اور رہا حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا اس موقع سے فرمانا تو اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ وہ یہ چاہتے ہوں کہ لوگ علم میں اور احکام سیکھنے میں زیادہ مشغول ہوں چونکہ ان پر علم کا اور فقہ کا زیادہ غلبہ تھا اور جس شخص پر جو چیز زیادہ غالب رہتی ہے وہ اپنے متعلقین کو بھی زیادہ اسی کا حکم کیا کرتا ہے۔ پھر جو حضرات ذکر رہے تھے ان میں بھی بعض صحابہ تھے اور بعض ان کے تلامذہ اور متعلقین تھے، انہوں نے بھی اس جذبہ اور شوق کو احادیث ہی سے اخذ کیا ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

خود حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے ذکر کے باب میں جو چیزیں ثابت ہیں ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان چیزوں کے علی الاطلاق مخالف نہیں تھے چنانچہ ''حیات الصحابہ'' میں ہے: کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ ذکر کی مجلسیں علم کے زندہ ہونے کا ذریعہ ہیں اور یہ مجلسیں دل میں خشوع وخضوع پیدا کرتی ہیں، نیز ''حیات الصحابہ'' میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابوعبیدہ ابن عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے

ہیں کہ میرے والد حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کو اللہ کے ذکر کے علاوہ کوئی اور بات کرنے سے بہت گرانی ہوتی تھی، ایک روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کو صبح صادق سے لیکر فجر کی نماز تک کسی کو بات کرتے سنتے تو اس سے بہت گرانی ہوتی تھی، نیز ایک جگہ یہ بھی ہے حضرت عطاؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ فجر کے بعد کچھ لوگ باتیں کر رہے تھے انہوں نے ان لوگوں کو باتیں کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ تم لوگ یہاں نماز پڑھنے آئے ہو نماز پڑھو یا خاموش رہو۔ نیز ایک موقع پر حضرت عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو اور اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ تم صرف ایسے آدمی کے ساتھ رہو جو اللہ کے ذکر میں تمہاری مدد کرے۔

ظاہر ہے کہ ذکر اللہ میں مدد کرنے والے مشائخ صوفیا سے بڑھ کر اور کون ہوسکتا ہے! ان کی صحبت اور ان کی زیارت بھی ذکر اللہ کی دعوت ہوتی ہے اور شریعت وسنت کی طرف دعوت دینا ہی ان کا مشن ہوتا ہے، چنانچہ حضرت اقدس مجدد الف ثانیؒ نے ایک موقع پر فرمایا کہ علماء صرف ظاہری شریعت کی دعوت دیتے ہیں اور حضراتِ صوفیا کرام شریعت سنت کی اتباع کے ساتھ ساتھ اخلاق وتزکیہ کی بھی دعوت دیتے ہیں، ایک طرف برائیوں سے روکتے ہیں اور دوسری طرف ذکر وفکر کے ذریعہ اخلاق حمیدہ سے متصف کرتے ہیں۔

نتیجة الفکر فی الجهر فی الذکر

یہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ کے رسائل کا ایک جز ہے جس کا ترجمہ یہاں پیش خدمت ہے، آپ ایک جلیل القدر محدث وفقیہ اور بزرگ گزرے ہیں، آپ کی سینکڑوں تصانیف ہیں جن میں سے ایک مشہور کتاب ''الحاوی للفتاویٰ'' بھی ہے، ذیل میں آنے والا مضمون اسی سے ماخوذ ہے۔

ذکر جہری احادیث شریفہ کی روشنی میں

الحمدللہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ!

سوال:۔ اللہ آپ کو عزت بخشے میں آپ سے حضرات صوفیا کے اس عمل کے متعلق دریافت کرنا چاہتا ہوں جس کا ان کے یہاں دستور ہے کہ وہ حضرات مساجد میں ذکرِ جہری کے حلقے لگاتے ہیں اور ''**لاالٰہ الا اللہ**'' کی آوازیں بلند ہوتی ہیں، آیا یہ مکروہ ہے یا نہیں؟۔

الجواب:۔ اس میں سے کسی بھی عمل میں کوئی کراہت نہیں ہے، تحقیق کہ متعدد احادیث ایسی وارد ہوئی ہیں جو ذکر جہری کے مستحب ہونے کی مقتضی ہیں اور بہت سی احادیث ذکر میں اخفا کے مستحب ہونے کا تقاضہ کرتی ہیں (احادیث دونوں قسم کی ہیں بعض سے ذکر جہری کا استحباب معلوم ہوتا ہے اور بعض سے ذکرِ سری کا) اور دونوں میں تطبیق کی شکل یہ ہے کہ یہ ذکر میں جہر وسر کا استحباب حالات وافراد کے مختلف ہونے پر محمول ہے، جیسا کہ اسی طرح کی تطبیق امام نوویؒ نے ان احادیث کے درمیان جو تلاوت قرآن کریم میں جہر کے استحباب پر وارد ہیں اور ان احادیث کے درمیان دی ہے جو تلاوت قرآن میں اخفاء کے استحباب کے سلسلہ میں منقول ہیں اور میں یہاں ان کو (ذکر

بالجہر کی احادیث کو) فصل در فصل بیان کرتا ہوں۔

ذکر انفراداً واجتماعاً

حدیث(۱) أخرج البخاری عن أبی هریرةؓ قال: قال رسول اللهﷺ "یقول الله: انا عند ظن عبدی بی وانا معه إذا ذکرنی فإن ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی وان ذکرنی فی ملأذکرته فی ملأخیرمنه" والذکر فی الملأ لایکون الإ عن جهرٍ۔

ترجمہ: امام بخاریؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا: حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا ذکر مجمع میں کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں (جو معصوم اور بے گناہ ہیں) تذکرہ کرتا ہوں۔ اور مجمع میں ذکر باآواز بلند ہی ہوسکتا ہے۔

فائدہ: سبحان اللہ! ان احادیث شریفہ میں ذکر اللہ کی کس قدر بڑی فضیلت کا بیان ہے کہ بندہ ذکر کی برکت سے مذکورِ حق بن جاتا ہے اور یہ درحقیقت تفسیر ہے حق تعالیٰ کے ارشاد فَاذْكُرُونِيْ اَذْكُرْكُمْ کی۔

ذکر ہی سے معیت ربانی حاصل ہوتی ہے

نیز ایک جگہ فرمایا، حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے ابوالقاسم رسول

اللہ ﷺ سے سنا کہ حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں **انا مع عبدی ما ذکرنی وتحرکت بی شفتاہ** میں اپنے بندہ کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے اور جب تک میرے نام سے اس کے ہونٹ حرکت کرتے رہتے ہیں، اس روایت کو امام بیہقیؒ نے ''شعب الایمان'' ج ۱ رص ۲۹۱ رمیں فصل فی ادامۃ ذکر اللہ عزوجل کے ذیل میں ذکر کیا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ذکر اللہ ہی سے معیت ربانی اور معیت الٰہی نصیب ہوتی ہے جو سب سے عظیم الشان نعمت ہے، جس کو حاصل کرنے کیلئے حضرات صوفیاء کرام یہ تمام تر مراقبات کراتے ہیں۔ (حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے فضائل ذکر میں اس پر بہت تفصیل سے کلام کیا ہے)۔

ذکر اللہ کے حلقوں میں فرشتوں کی حاضری

حدیث(۲) أخرج البزار والحاکم فی المستدرک وصححه عن جابرؓ قال: خرج علینا النبی ﷺ فقال: یا ایهاالناس إن لله سرایا من الملائکة تحل وتقف علیٰ مجالس الذکر فی الارض فارتعوا فی ریاض الجنة قالوا: وأین ریاض الجنة؟ قال: مجالس الذکر فاغدُوا ورُوحُوا فی ذِکر الله۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ہمارے پاس نبی ﷺ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ اللہ کے یہاں فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو آسمان سے اترتے ہیں اور دنیا میں آکر ذکر کی مجالس میں ٹھہرتے ہیں، پس تم جنت کے باغات میں چرا کرو، صحابہ نے عرض کیا جنت کے باغات کہاں ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ذکر کی مجلسیں ہیں، پس تم صبح وشام اللہ کا ذکر کرو۔

سبحان اللہ! ذکراللہ کے حلقوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں، اب اگر کوئی صاحبِ باطن روشن ضمیر اس کا مشاہدہ کر لے تو کیا تعجب کی بات ہے، کیونکہ نزول ملائکہ تو منصوص ہے۔

نیز شعب الایمان رص ۳۹۸ رج ار میں اس روایت میں یہ بھی اضافہ ہے: مَن كان يُحبُّ أن يَعلم كيف منزلتُه عند الله عزوجل فلينظُر كيفَ منزلةُ الله عنده فإنَّ الله تبارك وتعالىٰ يُنْزِلُ العبدَ حيث أنزله من نفسه۔

یعنی جو شخص اس بات کو جانے کہ اللہ پاک کے یہاں اس کا کیا مقام ہے تو اس کو چاہئے کہ دیکھے کہ خود اس کے دل میں حق تعالیٰ کی عظمت، محبت اور ان کے احکام کی اطاعت کا کتنا جذبہ اور شوق ہے، اسی اعتبار سے حق تعالیٰ شانہ بندہ کو اپنے یہاں مقام دیتے ہیں۔

ذاکرین کے پاس ویسے ہی بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہوتا

حدیث(۳) أخرج مسلم والحاكم واللفظ له عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ إن لله ملائكةً سيارةً فُضلاء عن كتّاب الايدي يلتمسون مجالس الذكر في الأرض فإذاأتوا على مجلس ذكر حف بعضهم بعضاً بأجنحتهم إلى السماء فيقول الله

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو راستوں وغیرہ میں گشت کرتی رہتی ہے (اور یہ کاتبین کرام کے علاوہ ہیں) اور دنیا میں ذکر کی مجلسوں کی تلاش میں رہتی ہے، جہاں کہیں ان کو ذکر کی مجلس ملتی ہے تو وہ ذکر کرنے والوں کے گرد آسمان تک جمع ہوتے

من أين جئتم؟ فيقولون جئنا من عند عبادك يسبحونك ويكبرونك ويحمدونك ويهللونك ويسألونك ويستجيرونك فيقول مايسألون وهو أعلم فيقولون يسألونك الجنة فيقول: وهل رأوها فيقولون: لا يارب فيقولون من النّار فيقول وهل رأوها فيقولون لا فيقول فكيف لو رأوها، ثم يقول أشهد وا اني قد غفرتُ لهم وأعطيتُهم ما سألوني وأجرتهم مما استجاروني فيقولون ربّنا انّ فيهم عبداً خطّاءً جلس اليهم وليس منهم فيقول وهو ايضاً قد غفرتُ له هُم القومُ لا يشقىٰ بهم جليسُهم (بخاری شریف)۔

رہتے ہیں (جب وہ مجلس ختم ہو جاتی ہے تو وہ آسمان پر جاتے ہیں اللہ جل جلالہ باوجودیکہ ہر چیز کو جانتے ہیں پھر بھی دریافت فرماتے ہیں) کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ تیرے بندوں کی فلاں جماعت کے پاس سے آئے ہیں جو تیری تسبیح اور تکبیر اور تحمید اور تعریف کرنے میں مشغول تھے، آپ سے سوال کرتے تھے اور آپ کی پناہ چاہتے تھے، ارشاد ہوتا ہے (باوجودیکہ حق تعالیٰ ہر چیز کو جانتے ہیں پھر بھی دریافت فرماتے ہیں) کہ وہ کیا چاہتے ہیں، عرض کرتے ہیں کہ وہ جنت چاہتے ہیں، ارشاد ہوتا ہے کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے، عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو نہیں اے ہمارے رب! ارشاد ہوتا ہے اگر دیکھ لیتے تو کیا ہوتا؟ پھر ارشاد ہوتا ہے (باوجودیکہ حق تعالیٰ ہر چیز کو جانتے ہیں پھر بھی دریافت فرماتے ہیں) کہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟ عرض کرتے ہیں کہ جہنم سے پناہ مانگ رہے تھے، ارشاد ہوتا ہے کہ کیا انہوں نے جہنم کو دیکھا ہے؟ عرض

کرتے ہیں یارب! دیکھا تو نہیں ہے، ارشاد ہوتا ہے اگر دیکھتے تو کیا ہوتا؟ ارشاد ہوتا ہے اچھا تم گواہ رہو کہ میں نے اس مجلس والوں کو سب کو بخش دیا اور جو وہ مجھ سے مانگتے تھے وہ ان کو عطا کیا اور جس چیز سے پناہ چاہتے تھے اس سے پناہ دی، فرشتے عرض کرتے ہیں یا اللہ! ان میں ایک بہت گنہگار بندہ بھی تھا جو ان کے پاس آکر بیٹھ گیا تھا وہ اس مجلس کا شریک نہیں تھا، ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جماعت ایسی مبارک ہے کہ ان کا پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہوتا (لہذا اس کو بھی بخش دیا)۔

اس حدیث کی شرح میں علامۃ الدہر، امام حدیث و امام محدثین حافظ ابن حجر نوراللہ مرقدہ فتح الباری جلد نمبر ۱۱/ص ۲۱۳/ پر لکھتے ہیں:

وفی الحدیث فضل مجالس الذکر والذاکرین، وفضل الاجتماع علی ذلک وان جلیسهم یندرج معهم فی جمیع مایتفضل الله تعالیٰ به علیهم إکرامالهم ولو لم یشارکهم فی اصل الذکر، وفیه محبة الملائکة بن آدم واعتناؤهم بهم، وفیه ان السوال قد یصدر من السائل وهو اعلم بالمسؤل عنه من المسؤل لاظهار العنایة بالمسؤل عنه والتنویة بقدره والاعلان بشرف منزلته، وقیل ان فی خصوص سوال انه الملائکة عن اهل الذکر الاشارة الی قولهم (أتجعل فیها من یفسد فیها ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک) فکانه قیل لهم: انظروا الی ماحصل منهم من التسبیح والتقدیس مع ماسلط علیهم من الشهوات ووساوس الشیطان، وکیف عالجوا ذلک وضاهوکم فی التسبیح والتقدیس، وقیل إنه یؤخذ من هذا الحدیث ان الذکر الحاصل من بنی آدم أعلیٰ وأشرف من الذکر الحاصل من الملائکة لحصول ذکر الآدمین مع کثرة الشواغل ووجود الصوارف وصدوره فی عالم الغیب بخلاف الملائکة فی ذلک کله۔

یعنی اس حدیث سے مجالس ذکراللہ اور مجالس ذاکرین کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور یہ کہ ذکراللہ کے لئے اجتماع بہت بڑی فضیلت کا حامل ہے اور ان کے پاس بیٹھنے والا بھی رحمتوں سے اور برکتوں سے فیضیاب ہوتا ہے اگرچہ ذکراللہ میں ان کے

ساتھ شریک نہ ہو اور یہ کہ انسانوں کا ذکراللہ کرنا اس ذکر سے اعلیٰ اور اشرف ہے جو فرشتے کرتے ہیں کیونکہ انسانوں کو بہت سارے مشاغل اور مصروفیات ہیں جو فرشتوں کو نہیں ہیں۔

علامہ انورشاہ کشمیریؒ کیا فرماتے ہیں؟!

نیز اس حدیث کی شرح میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ ''فیض الباری'' میں اس طرح فرماتے ہیں: قولہ ''**فیحفو نهم بأجنحتهم**'' فرشتے ذاکرین کا اپنے پروں سے احاطہ کرلیتے ہیں اور حدیث شریف میں ہے کہ وہ ذاکرین کا اس طرح احاطہ کرتے ہیں جیسا کہ چاند کا ہالہ دائرہ کی شکل میں چاند کو گھیر لیتا ہے۔ اور یاد رکھئے! کہ اللہ کا ذکر بھی ذاکر کے اردگرد دائرہ پیدا کرتا ہے، اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے تم پانی میں کوئی ڈھیلا پھینکو تو تمہیں نظر آئے گا کہ موجیں اس کے اردگرد اٹھتی ہیں اور پھینکنے والے نے جتنی قوت سے پھینکا ہو اسی کے حساب سے پھیلنے لگتی ہیں، بالکل اسی طرح کہ جس طرح پانی میں حرکت سے پھیلاؤ ہوتا ہے اسی طرح ان اشیاء کی کیفیت ہوتی ہے جو کہ ذکر کے دائرہ میں ہوتی ہیں (یعنی جہاں تک ذکراللہ کی آوازیں پہنچتی ہیں وہ سب چیزیں اس کی برکات سے،

انوارات سے، تجلیات سے فیضیاب ہوتی ہیں اور اشجار در و دیوار تک ذاکر بن جاتے ہیں۔ جب ایسی اشیاء پر ذکر اللہ کے اثرات واقع ہو کر یہ حال و کیفیت ہو سکتی ہے تو انسانوں کو ایمان والوں کو کیا اس کی ضرورت نہیں ہے؟ کہ وہ ذکر اللہ کے انوار سے منور ہوں اور صالحین کے قلوب جو ہدایت کے روشن چراغ ہیں اور معرفت کے چشمے ہیں اور شریعت وطریقت سے ہر طرح لبریز ہیں ان سے فیضیاب ہوں۔

حضرت امام شعرانیؒ کا مشاہدہ

نیز حضرت شاہ صاحبؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام شعرانیؒ سے منقول ہے کہ وہ ایک مرتبہ ذکر اللہ کے لئے بیٹھے تو دیکھا کہ جتنی چیزیں ان کے اردگرد موجود ہیں سب اللہ کا ذکر کر رہی ہیں حتیٰ کہ جب صبح ہوئی تو دیکھتے کیا ہیں کہ ان کے ذکر کے اثرات اطرافِ ارض پر نمایاں ہیں اور کوئی چیز ایسی نہ بچی جس نے ذکر اللہ میں ان کی موافقت نہ کی ہو۔

سبحان اللہ! حضرت امام شعرانی قدس سرہ جن کے تقویٰ وطہارت اور علم ومعرفت پر سب کا اتفاق ہے خود اپنا مشاہدہ بیان کر رہے ہیں، کہ میں نے اپنے ساتھ اپنے آس پاس کی تمام چیزوں کو ذکر اللہ کرتے پایا، اب اگر کوئی اللہ کا ولی یہ مشاہدہ کرے کہ اس کے ساتھ کبوتر بھی ذکر اللہ کر رہے ہیں یہ کوئی عجیب بات نہ ہوگی بلکہ ایک صحیح بات ہوگی کیونکہ جانور ویسے بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں، ان کا ذکر اللہ کرنا، تسبیحات پڑھنا، قرآن پاک میں بہت جگہ مذکور ہوا ہے، حق تعالیٰ فرماتے ہیں: وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَالَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ یعنی تمام چیزیں اللہ کی حمد وثنا کرتی ہیں اگرچہ تم ان کی تسبیحات و ذکر اللہ کو نہ سمجھو، یہ خطاب عام انسانوں کو ہے لیکن جو ذوقِ

ذکر رکھتے ہیں وہ بہت جلد اس کا مشاہدہ کر لیتے ہیں کہ یہ جانور اس وقت اللہ کے ذکر میں مصروف ہیں، ظاہر ہے کہ جس کو جیسا ذوق ہوتا ہے اس کو اسی قسم کا احساس بھی ہوتا ہے، چنانچہ ایک بار حضرت داؤدؑ کو یہ خیال آیا کہ اس وقت میرا ذکر سب سے بڑھا ہوا ہے، حق تعالیٰ شانہ کو یہ بات پسند نہ آئی، قریب میں تالاب تھا، وہاں کچھ مینڈک ٹرٹر کر رہے تھے، حق تعالیٰ شانہ نے حضرت داؤدؑ پر ان کی آوازوں کو منکشف کیا تو انہوں نے اپنے اس خیال پر استغفار پڑھا اور فرمایا کہ اللہ اکبر! یہ معمولی جانور حق تعالیٰ جل وعلیٰ کی ان بلیغ صفات کے ساتھ حمد وثنا کر رہے ہیں اور اللہ کے ایسے ذکر میں مصروف ہیں کہ اس جیسے مضامین اور صفات آج تک ہمارے اوپر بھی منکشف نہیں ہوئی۔

اس میخانہ کا محروم بھی محروم نہیں

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ''کہ یہ ایسے لوگ ہیں جن کا ہم نشیں بھی محروم نہیں رہتا'' کا یہی مطلب ہے، کیونکہ انسان جب ذاکرین کے درمیان ہوتا ہے تو ذکر اللہ اور ذاکرین میں شامل ہو کر گویا ذکر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے، اور درحقیقت نکتہ کی بات یہ ہے کہ ذکر اللہ حیاۃ اور زندگی ہے، چنانچہ اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا **مثل الذی یذکر ربہ ومثل الذی لایذکر کمثل الحی والمیت** ذکر کرنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسا کہ زندہ اور مردہ، ذکر اللہ کرنے والے زندہ ہیں اور نہ کرنے والے مردہ ہیں، اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ ذکر اللہ کرنے والوں کے قلوب زندہ ہیں اور نہ کرنے والوں کے قلوب مردہ ہیں، یہاں قلب کی حیات اور قلب کی موت مراد ہے کیونکہ بہت سے ذکر اللہ نہ

کرنے والے ذکر اللہ کرنے والوں کے مقابلہ میں بڑے طاقتور، بڑے لحیم شحیم اور پہلوان ہوتے ہیں اور حدیث شریف میں ان کو مردہ فرمایا جارہا ہے، تو معلوم ہوا کہ اس کا تعلق دل کی حیات اور موت سے ہے، اب جس شخص کا دل زندہ ہے اور حیات چاہتا ہے وہ ذکر کرنے والوں پر کیسے اعتراض کرسکتا ہے؟ کیا اسکو خود کو حیات کی ضرورت نہیں ہے؟ اور کیا وہ یہ نہیں چاہتا کہ دوسرے بھی اس حیاتِ روحانی اور جاودانی سے اور قرب ربانی سے اور انوار الٰہیہ سے فیضیاب ہوں۔

نیز اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ سب ذکر کی بدولت ہے چاہے وہ جہراً ہو اور چاہے سرًا ہو، چاہے وہ انفراداً ہو یا اجتماعاً ہو، شیخ ان کو اپنے ساتھ لیکر ان پر توجہات ڈال رہا ہو اور وہ خود شیخ کے قلب سے توجہات لے رہے ہوں، کیونکہ اس معاملہ میں مشائخ مجتہدانہ شان رکھتے ہیں اور ان کی مثال ایک طبیب و ڈاکٹر جیسی ہوتی ہے کہ مرض کے مطابق مریض کے احوال کے مطابق وہ علاج تجویز کرتے ہیں، چنانچہ مشائخ کے حالات پڑھنے والوں سے یہ باتیں مخفی نہیں کہ مشائخ نے مریدین کے ذوق کو سامنے رکھ کر خود اپنے مزاج کے خلاف ان کو تعلیم دی کیونکہ ان کے پیش نظر ان کا باطنی نفع، روحانی نفع اور دینی نفع ہوتا ہے۔

دائرۂ ذکر بقدر آواز ہوتا ہے

نیز حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ اسی کی تشریح میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ ذکر کا دائرہ بقدر ذاکرین کی آوازوں کے وسیع ہوتا جاتا ہے و حینئذ تتسع دائرة الذکر بقدر اتساع صوت الذاکر۔ ان عبارات سے حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ کے

ذوقِ تصوف اور ذوقِ ذکر اللہ کا اندزہ ہوتا ہے۔ وہ خود بیعت و سلوک میں، ذکر و مراقبہ میں حصہ لیتے تھے، باضابطہ طور پر حضرت اقدس گنگوہیؒ سے منسلک و مرید تھے اور ان سے مقاماتِ سلوک طے کر کے کمال تک پہنچے یہاں تک کہ خرقۂ خلافت سے سرفراز کئے گئے۔

اسی لئے فرما رہے ہیں کہ ذکر کی آوازوں کی بدولت آس پاس کی تمام چیزیں بھی ذاکر بن جاتی ہیں اور زندہ ہوجاتی ہیں، اگر تم کو اس بات کا کچھ تھوڑا سا بھی ذوق ہے تو ان باتوں کے سمجھنے میں کوئی اشکال نہ ہوگا، اور تمہارے سامنے پہاڑوں کی تسبیح کا مطلب واضح ہوجائے گا اور پرندوں کی تسبیح کا مطلب جو حضرت داؤدؑ کے قصہ میں ہے سمجھ میں آئے گا، جس کی قرآن پاک نے خبر دی ہے، وہ یہ کہ جب حضرت داؤدؑ ذکر اللہ کرتے تھے اور تسبیح و تقدیس کرتے تھے تو ان کے آس پاس کے پہاڑ اور پرندے بھی ذکر کرتے تھے کیونکہ وہ سب بھی ان کے حلقۂ ذکر میں داخل ہوتے تھے، **لدخوله فی حلقة ذکره** یہاں سے یہ بھی سمجھ میں آیا کہ حضرت داوٗد بھی ذکر اور تسبیحات جہرًا پڑھتے تھے تبھی تو ان کے ساتھ ان کی آواز سننے والے پہاڑ اور پرندے بھی ذکر اللہ کرتے تھے، اس سے ذکر اللہ کا حلقہ بھی ثابت ہوتا ہے (فیض الباری ر ص ۴۲۱) حضرت شاہ صاحبؒ کو ذکر و فکر و تصوف و تزکیہ سے کس قدر رغبت تھی اس کا اندازہ حضرت کے اس وعظ سے بھی ہوتا ہے۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا ایک وعظ

حضرت اقدس شاہ صاحب قدس سرہ کا وعظ سادہ ہوتا تھا، چھوٹے چھوٹے جملے جو پوری طرح ذہن نشین ہوجائیں ارشاد فرماتے تھے: لدھیانہ میں ایک دفعہ وعظ فرمایا: غالبًا

۱۳۴۳ھ تھا، تمام عالم کی روح ذکر اللہ ہے، جب تک اللہ تعالیٰ کی یاد قائم رہے گی عالم قائم رہے گا، جب دنیا اللہ کی یاد چھوڑ دے گی تو سمجھو کہ عالم کے کوچ کا وقت آ گیا۔ حدیث میں ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''**لا تقوم الساعة حتیٰ لایقال فی الارض اللہ اللہ**'' قیامت قائم نہ ہوگی جب تک ایک متنفس بھی اللہ اللہ کرنے والا رہ جائے گا، جب ایک بھی اللہ اللہ کرنے والا نہ رہے گا تو قیامت قائم ہو جائے گی کیونکہ جب روح نہ رہی تو ڈھانچہ کسی کام کا نہیں، اسے گرا دیا جائے گا۔

معلوم ہوا کہ سارے عالم کی روح اللہ کا ذکر ہے، مقصود اصلی ذکرِ الٰہی ہے اور یہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ احکام سب اس کے پیرائے ہیں۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ذاکر کے لئے موت نہیں اور غافل کے لئے حیات نہیں کیونکہ اصلی زندگی یادِ الٰہی ہے، اعمالِ صالحہ دراصل زندگی کے کام ہیں، اسی واسطے حدیث میں آیا ہے: ''**الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون**'' ترجمہ: انبیاءؑ زندہ ہیں اپنی قبروں میں، نماز پڑھتے ہیں، یعنی زندگی والے کام بھی کرتے ہیں، ان کی قبور والی زندگی بھی اعمال صالحہ سے معطل نہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں اور زندوں والے کام بھی کرتے ہیں، اس حدیث کو امام بیہقیؒ نے صحیح فرمایا ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے بھی ''فتح الباری'' میں اس کی تصحیح فرمائی ہے۔ ؎

از یکے گو دز ہمہ یک سوئے باش　　　یک دل و یک قبلہ و یک روئے باش

سب سے یکسو ہو کر فقط اس ایک کا ہو جا، تیری ظاہری و باطنی توجہ اس ایک ہی کی طرف رہے ؎

ہر گیاہے کہ از زمیں روید　　　وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید

حضرات! اللہ تعالیٰ سے علاقہ پیدا کرو، ظہیر فاریابی اپنے دیوان میں کہتے ہیں اور سارے ''دیوان'' میں یہی ایک شعر ہے جو خلاصہ سارے دیوان کا ہے ؎

من نمی گویم زیاں کن یا بہ بندِ سود باش　　　اے ز فرصت بے خبر در ہر چہ باشی زود باش

میں یہ نہیں کہتا کہ تو اپنے نقصان کا کام کر یا نفع کی فکر میں ہو، بلکہ یہ کہتا ہوں کہ جو کچھ کرنا ہے جلدی کر لے۔ موت کو یاد رکھنا چاہیئے، وقت ہمارا انتظار نہیں کرتا بلکہ تیزی سے نکلا جا رہا ہے، ایک صاحب فرماتے ہیں ؎

رَنگالے چُنَر یا گُندا لے ری سیں　　　تو کیا کیا کرے گی اری دن کے دن

نہ جانے بُلا لے پیا کس گھڑی　　　کھڑی منہ تکے گی اری دن کے دن

معلوم نہیں کہ اُدھر سے بلاوا کس وقت آ جائے، کفِ افسوس ملتی رہ جائیگی، (یہ اشعار پڑھتے وقت اتنی رقت ہوتی تھی کہ ریشِ مبارک تر ہو جاتی تھی اور سامعین وقفِ گریہ و بکا ہو جاتے تھے)۔

تسبیح سے میزان کا بھرنا

بخاری شریف میں حدیث ہے کہ بندہ ایک دفعہ اخلاص سے **سبحان اللہ** کہتا ہے تو آدھا پلہ آخرت کی ترازو کا بھر جاتا ہے، آخرت کی ترازو اتنی بڑی ہے جتنا کہ زمین اور آسمان کا درمیانی حصہ نظر آتا ہے، اور جب بندہ **الحمد للہ** کہتا ہے **صدقا من قلبہ** تو نصف پلّہ باقی بھی بھر جاتا ہے، ''**سبحان اللہ نصف المیزان والحمد تملأ المیزان**'' اور جب یہ کہتا ہے ''**ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر**'' تو اس کی سمائی زمین و آسمان میں نہیں ہوتی چیر کر عرش کو نکل جاتا ہے اور ترمذی شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ ''**ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**'' جنت کے خزانوں میں سے ایک مخفی خزانہ ہے، اس کا

ثواب آخرت میں کھلے گا۔امام بخاریؒ نے اپنی صحیح کو اس حدیث پر ختم فرمایا ہے، كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۔دو کلمے جو زبان پر خفیف ہیں، آسانی سے ادا ہوجاتے ہیں، آخرت کی ترازو میں بڑے وزنی ہیں،، رحمٰن کو بہت محبوب ہیں، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔

خیال فرمائیں! جو شخص ان کا ورد ہر وقت رکھتا ہو کس قدر ثواب اس کو ملے گا، پہلے جو حدیث ’’لاتقوم الساعة حتى لا يقال فى الارض الله الله‘‘ ذکر کی گئی ہے اس سے ثابت ہوا کہ مجرد الله الله بھی ذکر ہے (خلافاً للحافظ ابن تيميه) یوں بھی روایت ہے ،سبحان الله والحمدلله تملأ ن الميزان یعنی سبحان الله والحمدلله دونوں مل کر ترازو کا پلڑا ابھر دیتے ہیں (ملفوظات حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ ص ۳۱۴)۔

ذکر اجتماعی عمل ہے

حدیث (۴) أخرج مسلم والترمذی عن أبی هريرة و أبی سعيد ن الخدری رضی الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله ﷺ ’’ما من قوم يذكرون الله إلّا حفتهم الملائكة وغشيتهم الرحمة ونزلت عليهم السكينة وذكرهم الله فيمن عنده‘‘۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ اور ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشادفرمایا: کہ جو جماعت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو فرشتے اس جماعت کو سب طرف سے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانک لیتی ہے اور سکینہ ان پر نازل ہوتا ہے اور اللہ جل شانہ ان کا تذکرہ اپنی مجلس میں تفاخر کے طور پر فرماتے ہیں۔

فائدہ: یہاں اجتماعاً ذکر اللہ کرنے والوں کی فضیلت مذکور ہوئی ہے، معلوم ہوا کہ ذکر اجتماعاً بھی ہوتا ہے اور یہ عام ہے سراً ہو یا جہراً۔

ذاکرین پر حق تعالیٰ فخر ومباہات کرتے ہیں

حدیث (۵) أخرج مسلم والترمذی عن معاوية ’’أن النبی ﷺ خرج علىٰ حلقة من أصحابه فقال: مايجلسكم ؟ قالوا: جلسنا نذكر الله ونحمده فقال: إنه أتانی جبرئيل فأخبرنی ان الله يباهى بكم الملائكة۔

ترجمہ: حضرت معاویہؓ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا: کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے؟ عرض کیا کہ اللہ جل شانہ کا ذکر کررہے ہیں اور اس کی حمد وثنا کررہے ہیں، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: جبرئیلؑ میرے پاس ابھی آئے تھے اور یہ خبر سنا گئے کہ اللہ جل شانہ تم لوگوں کی وجہ سے ملائکہ پر فخر فرمارہے ہیں۔

فائدہ : کیونکہ فرشتوں نے کہا کہ یہ لوگ فساد، فتنہ، قتل وغاری کریں گے تو اللہ پاک نے اس لئے خاص طور پر سوال فرمایا، حالانکہ ان کو سب معلوم ہے مگر یہ سوال ان کی عظمت وفضیلت کے اظہار کیلئے ہے۔سبحان اللہ العظیم! اللہ پاک فرشتوں پر فخر ومباہات کریں اور ہم ان پر اعتراض اور حسد کریں! یہ عجیب وغریب بات ہے۔

اللہ کا ذکر اتنا کرو کہ لوگ مجنوں کہنے لگیں

حدیث (۶) أخرج الحاكم وصحّحه والبيهقى فى شعب الايمان عن أبى سعيد ن الخدریؓ قال: قال رسول الله ﷺ ’’أكثرواذكر الله حتىٰ يقولوا مجنون‘‘۔

ترجمہ: آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: اللہ کا ذکر اس کثرت سے کرو کہ لوگ مجنون کہنے لگیں، اور مجنون کہنا ذکر جہری پر ہی ہوگا۔

حدیث (۷) عن أبی الجوزاءؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ ”أکثروا ذکر الله حتی یقول المنافقون إنکم مراء ون“۔

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: کہ تم اللہ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ منافقین کہنے لگیں کہ تم تو دکھاوا کرتے ہو۔ اس حدیث اور اس سے پہلی حدیث سے طریقۂ استدلال یہ ہے کہ یہ اسی صورت میں کہا جاسکتا ہے جبکہ ذکر اللہ جہراً ہو نہ کہ سرّ أو إخفاءً (حاوی للسیوطی ج ۱ / ص ۳۹۰)۔

اللہ کا ذکر جنون نہیں بلکہ جنون کا علاج ہے

سبحان اللہ! محبوب رب العالمین سید الذاکرین امام الانبیاء والمرسلین رحمت اللعالمین ﷺ فرمارہے ہیں کہ اتنی کثرت سے ذکر کرو کہ منافقین لوگ تمہیں ریا کار کہنے لگیں اور مجنوں کہنے لگیں، اور آج ایسے لوگ بھی ہیں جو یہ کہہ رہے ہیں کہ ذکر اللہ نہ کرو ورنہ تم پاگل ہوجاؤ گے کہ فلاں پاگل ہوگیا، اب ایسے کہنے والے کو کیا کہا جائے گا کہ جو شخص یہ کہہ کر اللہ کے ذکر کی کثرت سے روک رہا ہو کہ اس سے انسان پاگل ہوجاتا ہے، حدیث کی روشنی میں یہ کیا ہے اور کون ہے اور اس کو کیا کہا جائے گا؟ کس کا ذکر کرانا چاہتا ہے، حالانکہ حق تعالیٰ شانہ کا ذکر تو شفا ہے اس سے جنون وغیرہ بھی دور ہوجاتا ہے، نہ یہ کہ جنون آتا ہے، اور اگر ذکر اللہ کی برکت سے انسان مجنوں بھی ہوجائے تو کس کا مجنوں کہلائے گا، رب العزت والجلال کا، جو دنیا کے مجنوں سے اور عورتوں کے مجنوں سے اور مال کے مجنوں سے اور دولتوں کے مجنوں سے اور خواہشات کے مجنوں سے لاکھوں گنا افضل ہوگا، حضرت لقمان ابن عامر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو مسلم خولانی کے پاس ایک شخص آیا اور آکر درخواست کی کہ حضرت مجھے کچھ نصیحت

فرمائیے، ارشاد فرمایا کہ ہر درخت و ٹیلے کے نیچے اللہ کو یاد کرو، اس نے کہا کہ مجھے اور نصیحت فرمائیے، فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ مجھ کو اتنی کثرت سے یاد کرو کہ لوگ تم کو مجنون سمجھنے لگیں، چنانچہ ابو مسلم خولانیؒ خود حق تعالیٰ شانہ کا اس کثرت سے ذکر کرتے تھے کہ ایک شخص نے آپ کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ اللہ کا ذکر کررہے تھے اس نے دیکھ کر کہا کہ کیا تمہارا یہ بزرگ پاگل ہے؟ یہ بات ابو مسلم نے سنی تو فرمایا کہ بھتیجے اللہ کا ذکر جنون نہیں ہے بلکہ جنون کی دوا ہے (رواہ البیہقی فی شعب الایمان / ص ۴۵۵ / ج ۱)۔

نیز ”شعب الایمان“ میں ایک دوسری جگہ پر حضرت مکحولؒ سے منقول ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا ان ذکر اللہ شفاء وان ذکر الناس داء (ص ۴۵۹ / ج ۱) کہ اللہ کا ذکر شفا ہے اور لوگوں کا ذکر بیماری ہے۔

اللہ پاک کی سب سے بڑی ناراضگی

نیز حضرت امام بیہقیؒ حضرت حسان ابن عطیہؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ نے کسی بندہ سے اس سے زیادہ عداوت نہیں کی اور ناراض نہیں ہوئے کہ اس کی یہ حالت ہوجائے کہ وہ اللہ کے ذکر کو برا سمجھنے لگے یا اللہ کا ذکر کرنے والوں کو برا سمجھنے لگے عن الاوزاعی قال: قال حسان بن عطیة رضی اللہ عنہ ما عادبعبد ربہ بشیء اشد علیہ من ان یکرہ ذکرہ اومن یذکرہ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان / ص ۴۶۱ / ج ۱)۔

معرفت کی حقیقت

نیز بایزید بسطامیؒ سے پوچھا گیا کہ معرفت کی حقیقت کیا ہے؟ ارشاد فرمایا اللہ کے ذکر کے ساتھ زندگی گزارنا اور جہالت کی حقیقت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا

اللہ کے ذکر سے غافل ہونا سئل ابو یزید البسطامی عن حقیقة المعرفة فقال: الحیاة بذکر الله، وعن حقیقیة الجهل فقال الغفلة عن الله ۔

نیز آپ سے پوچھا گیا کہ عارف باللہ کی علامت کیا ہے؟ تو ارشاد فرمایا جو ذکر اللہ سے کبھی نہ رکے اور نہ اس کا حق ادا کرنے سے کبھی تھکے اور اکتائے اور اس کے علاوہ کسی اور چیز سے اس کو انسیت نہ ہو کہ انس باللہ ہی اصل ہے، وہی رحمت ہے شفا اور برکت ہے اور انس بالناس اور ان کا ذکر ہلاکت وخسارہ ہے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کا ابتدائی حال

نیز ایک موقع پر حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا کہ ابتداء میں میں چار چیزوں کے اندر غلط فہمی میں مبتلا تھا (۱) میں سمجھتا تھا کہ میں اللہ کو یاد کرتا ہوں (۲) اللہ کو پہچانتا ہوں (۳) اللہ سے محبت رکھتا ہوں (۴) اللہ کو طلب کرتا ہوں ۔لیکن جب ترقی کر کے آگے پہنچا تو میں نے دیکھا کہ حق تعالیٰ کا یاد کرنا مجھ کو پہلے چاہئے، پھر میں نے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور حق تعالیٰ شانہ نے مجھ سے پہلے محبت فرمائی، پھر میں نے حق تعالیٰ سے محبت کی ۔ نیز اللہ پاک نے پہلے مجھکو جانا پھر میں نے حق تعالیٰ کو پہچانا، نیز یہ کہ پہلے حق تعالیٰ شانہ نے مجھ کو طلب فرمایا پھر میں ان کی طلب میں لگا۔ الغرض خالق تعالیٰ بندہ پر جس قدر رحیم وکریم ہیں اس کا بندہ کو اندازہ ہی نہیں ہوسکتا۔

دل کے مردہ ہونے کی علامات

نیز حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا کہ دل کے مردہ ہوجانے کی تین علامتیں ہیں: (۱) مخلوق کے ساتھ انسیت ہو کہ ہروقت ان کے ساتھ بیٹھنے ہی کو پسند کرے (۲) خلوت میں حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ وحشت ہو (۳) ذکر کی حلاوت سے محروم ہوجائے ۔ جبکہ

عارفین فرماتے ہیں کہ **ذکر اللہ کی لذت سے بڑھ کر کسی چیز کی لذت نہیں** ہے۔

قال مالک بن دینار ماتلذ ذالمتلذذون بمثل ذکر الله عزو جل (شعب الایمان رص ۴۵۶ رج ۱)۔

وقال سعید بن عثمان یقول سمعت ذاالنون یقول : ثلاثة من علامات موت القلب : الانس مع الخلق ، والوحشة فی الخلوة مع الله ، وافتقاد حلاوة الذکر المقسوم (رواہ البیہقی فی شعب الایمان رص ۴۶۰ رج ۱)۔

وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ ذکر اللہ سے انسان پاگل ہوجاتا ہے، جن چیزوں سے استدلال کرتے ہیں ان واقعات کی ان آیات اور احادیث کے سامنے کیا حیثیت ہے؟ اور جو شخص ان صریح آیات اور احادیث کو چھوڑ کر بعض لوگوں کے اقوال اور واقعات پر اعتقاد کر بیٹھے وہ کس پر ایمان لانے والا ہے، یہ بھی ایک سوال ہے جب وہ اس کے جواب پر ٹھنڈے دل سے غور کرے گا تو ان شاءاللہ اس کو توبہ کی توفیق نصیب ہوگی ورنہ اسے اپنا شمار منافقین میں کرانے کیلئے تیار ہونا پڑے گا۔

ذکر کے حلقے جنت کے باغات

حدیث (۸) أخرج البیهقی عن أنسؓ قال: قال رسول اللهﷺ إذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا قالو: یارسول الله وما ریاض الجنة؟ قال حلق الذکر ۔	ترجمہ: حضرت انسؓ سے مروی ہے حضورﷺ نے فرمایا جب تم جنت کے باغوں سے گذرو تو خوب چرا کرو، صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! جنت کے باغات کیا ہیں؟ ارشاد ہوا ذکر اللہ کے حلقے۔اب جو مشائخ صبح وشام جنت کے باغات کی سیر کرتے ہیں اور کراتے ہیں وہ کسقدر قابل احترام اور لائق اکرام

ہوں گے؟ اگر ہمارا کوئی دوست کسی پارک اور گارڈن (Garden) میں گھمانے ہی لیجائے ہم اس کا کس قدر شکریہ ادا کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں، یہ ہمارا بہترین دوست ہے۔ اور جو اولیاء اللہ جنت کے باغات کی سیر کراتے ہوں ہم ان کو اپنا رفیق ومہربان سمجھنے کے بجائے کچھ اور سمجھ رہے ہیں یہ کیسی عجیب بات ہے؟۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اس حدیث کی تشریح میں فضائل ذکر رص ۲۳۶ر پر لکھتے ہیں: مقصود یہ ہے کہ کسی خوش قسمت کی ان مجالس ان حلقوں تک رسائی ہوجائے تو اس کو بہت زیادہ غنیمت سمجھنا چاہیئے کہ یہ دنیا ہی میں جنت کے باغ ہیں اور ''خوب چرو'' سے اس طرف اشارہ ہے کہ جیسے جانور جب کسی سبزہ زار یا کسی باغ میں چرنے لگتا ہے تو معمولی سے ہٹانے سے بھی نہیں ہٹتا بلکہ مالک کے ڈنڈے وغیرہ بھی کھاتا رہتا ہے لیکن ادھر سے منہ نہیں موڑتا، اسی طرح ذکر کرنے والے کو بھی دنیاوی تفکرات اور موانع کی وجہ سے ادھر سے منہ نہ موڑنا چاہیئے، اور جنت کے باغ اس لئے فرمائے کہ جیسا کہ جنت میں کسی قسم کی آفت نہیں ہوتی اسی طرح یہ مجالس بھی آفات سے محفوظ رہتی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر دلوں کی شفا ہے، یعنی دل میں جس قسم کے امراض پیدا ہوتے ہیں: تکبر، حسد، کینہ وغیرہ ذکر سب ہی امراض کا علاج ہے صاحب ''الفوائد فی الصلات والعوائد'' نے لکھا ہے کہ آدمی ذکر پر مداومت سے تمام آفتوں سے محفوظ رہتا ہے۔

علم وذکر کی مجلسوں کی فضیلت

حدیث (۹) أخرج بقی بن	ترجمہ: عبداللہ ابن عمروؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کا

مخلد عن عبدالله بن عمرو أن النبی ﷺ مر بمجلسین أحد المجلسین یدعون الله ویرغبون الیه والآخر یعلمون العلم فقال: کلا المجلسین خیر وأحدهما أفضل من الآخر ۔	گذر دو مجلسوں پر ہوا جن میں سے ایک اللہ کو یاد کرنے اور اس کی طرف توجہ میں مشغول تھے اور دوسرے علم کے سیکھنے میں لگے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا دونوں ہی مجلسیں خیر پر ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے سے افضل ہے۔

فائدہ: اس سے علم وذکر کی مجالس کے فضائل ومناقب ثابت ہورہے ہیں جن کو بعض لوگ انفرادی عمل بتارہے ہیں **لاحول ولا قوۃ الا باللہ**، نیز اس حدیث شریف سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرات صحابۂ کرامؓ ذکر کے حلقے بھی لگاتے تھے اور علم حدیث وفقہ کے بھی، اسی طرح قرآن کریم سیکھنے سکھانے کے بھی۔ نیز **وَاصْبِرْ نَفْسَکَ الآیہ** کی تفسیر میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ علم وذکر کے حلقے صحابۂ کرامؓ میں جاری تھے، پھر بعض محدثین کا انکار کرنا صحیح معلوم نہیں ہوتا ہے، الّا یہ کہ یوں کہا جائے کیونکہ صحابۂ کرامؓ کو جہاد کی بھی بڑی مصروفیت تھی اور خود ان کے دیگر معاملات بھی تھے اس لئے اگر سب کو ہر وقت اس طرح کی فرصت نہ ملے تو کوئی تعجب کی بات نہیں، لیکن جب انکو اس کی فرصت ہوتی تھی تو وہ ضرور اس کے لئے اپنے آپ کو فارغ کرتے تھے، کیونکہ اس چیز کی ضرورت بہر حال ہر شخص کو ہوتی ہے جیسا کہ دیگر آیات وروایات سے بھی معلوم پڑتا ہے۔

ذکر کی مجلس میں شرکت چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ افضل ہے

عبدالملک ابن میسرہؒ کہتے ہیں کہ میں نے کردوسؒ کو سنا انہوں نے کہا کہ میں

نے ایک بدری صحابی سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ میں اس مجلس میں بیٹھوں یہ مجھے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ میں نے عرض کیا اس مجلس سے کونسی مجلس مراد ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ذکر اللہ کی مجلس (بیہقی رص ۱۴۱۰ رج ۱)۔

اجتماعی ذکر کی برکت سے مغفرت کا پروانہ

حدیث (۱۰) **أخرج البیهقی عن عبدالله بن مغفل قال: قال رسول الله ﷺ مامن قوم اجتمعوا یذکرون الله إلا ناداهم منادٍ من السماء قوموا مغفوراً لکم قد بُدّلت سیئاتکم حسناتٍ۔**

ترجمہ: حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو بھی لوگ اللہ کے ذکر کے لئے مجتمع ہوں تو آسمان سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ تم لوگ بخش دیئے گئے اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئی ہیں۔

فائدہ: سبحان اللہ العظیم! ذکر اللہ اتنا اونچا عمل ہے کہ اس کی برکت سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور حسنات میں تبدیل ہوجاتے ہیں، یہ اللہ پاک کی ایک شان عطاء ہے، شانِ کرم ہے اور شانِ رحمانیت ہے جس کا تصور بھی نہیں ہوسکتا کہ کوئی غلطی کرے مستحق تو یہ تھا کہ سزا ملے چہ جائے کہ معاف کردیا جائے اور اس کو بھی نیکی میں تبدیل کردیا جائے، اللہ پاک کی ان عطاؤں پر بھی اگر ہم غور نہ کریں تو ہم سے بڑا احمق کون ہوگا، اور یہ سب ذکر اللہ کی برکات ہیں کہ سیئات حسنات سے تبدیل ہورہی ہیں اور عذابات سے حفاظت ہورہی ہے۔

اہل کرم کون ہیں؟ (یعنی مکرّم عنداللہ)

حدیث (۱۱) **أخرج البیهقی عن أبی سعید ن الخدریؓ عن النبی ﷺ قال: یقول الرب تعالیٰ یوم القیامة سیعلم اهل الجمع الیوم من اهل الکرم، فقیل ومن اهل الکرم یا رسول الله؟ قال: اهل مجالس الذکر فی المساجد۔**

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے آج اہل جمع، اہل کرم سے ممتاز ہوجائیں گے، عرض کیا گیا یا رسول اللہ اہلِ کرم کون لوگ ہیں؟ فرمایا مساجد میں ذکر کی مجلسیں (قائم کرنے والے) ہیں۔

(الحاوی للفتاویٰ للعلامۃ سیوطیؒ رص ۳۹۱ رج ۱ رواخرجہ البیہقی فی شعب الایمان رص ۴۰۱ رج ۱)

فائدہ: یہ سعادت مشائخ خانقاہ کو حاصل ہوتی ہے، وہی صبح وشام ذکر اللہ کے حلقے قائم کرتے ہیں۔

کونسی مسجد سب سے افضل ہے؟

نیز ایک حدیث شریف میں ہے کہ:

عن ثور بن یزید، عن أبی بکر والضحاک کلاهما من أهل الشام قال: سئل رسول الله ﷺ أی المسجد خیر قال: أکثرهم ذکراً لله قال: فأی الجنازة خیر؟ قال: أکثرهم ذکراً لله قال: فأی الجهاد خیر؟ قال: أکثرهم ذکرًالله قال: فأی الحجاج خیر؟ قال: أکثرهم ذکرالله۔

رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کونسی مسجد بہتر ہے؟ ارشاد فرمایا جس میں سب سے زیادہ ذکر اللہ ہوتا ہے پوچھا گیا کہ کس شخص کا جنازہ بہتر ہے فرمایا جو شخص اللہ کو زیادہ یاد کرنے والا ہوتا ہے۔

ساری فضیلت ذاکرین ہی لے گئے

قیل: فأی المجاهدین خیر؟ قال: أکثرهم ذکرًا الله قیل: فأی العباد خیر؟ قال: أکثرهم ذکرًا الله۔ قال أبوبکر رضی الله عنه : ذهب الذاکرون الله بالخیر کله۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان رص ۴۰۸ رج ۱)

پوچھا گیا کہ مجاہدین میں سب سے بہتر کون ہے ارشاد فرمایا کہ جو سب سے زیادہ ذکراللہ کرنے والا ہوتا ہے یہ سن کر حضرت صدیق اکبرؓ بول اٹھے اس کا مطلب تو یہ ہے کہ ساری فضیلت ذاکرین ہی لے گئے ہیں۔

اس روایت میں بہت صاف اور واضح انداز میں مساجد میں ذکراللہ کی مجالس کا تذکرہ ہے، اب جب ذکراللہ کی مجلسیں منعقد ہونگی تو دو حال سے خالی نہیں، یا تو سارے کے سارے مشائخ ہونگے، ذکر کے ماہر ہونگے یا کچھ مشائخ ہونگے اور کچھ طالبین اور عاشقین وشائقین ہونگے، پھر وہ سب ایکدم اپنا اپنا ذکر شروع کردینگے اور سب کا رخ قبلہ کی طرف ہوگا یا یہ کہ ان میں کوئی ان کا بڑا ہوگا جس کی توجہ اور برکت اور طریقۂ تعلیم اور طریقۂ تلقین کے یہ لوگ ضرور تمند ہونگے اور اس کی اتباع کرینگے جب ہم ان چیزوں پر غور کریں گے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ یہ سب صورتیں ہوتو سکتی ہیں اور سبھی درست اور مفید ہوں گی، مگر دوسری شکل زیادہ مفید اور ذکراللہ کی کیفیات پیدا کرنے میں معین اور مؤثر ہوتی ہے، جیسا کہ صدیوں سے مشائخ کرام کا تجربہ ہے اور مریدین کی زیادہ اصلاح اور نفع بھی اسی سے وابستہ ہے، اول شکلیں کم ہوتی ہیں۔

پہاڑوں کو ذکراللہ کا شوق اور ذاکرین سے محبت

حدیث (۱۲) أخرج البیهقی عن ابن مسعودؓ قال: ان الجبل لینادی الجبل باسمه یا فلان! هل مرَّبکَ الیومَ للّٰهِ ذاکر فإن قال نعم استبشر ثم قرأ عبدالله "لقد جئتم شیئاً إداً تکاد السموت یتفطرن منه" الآیة وقال أیسمعون الزور ولا یسمعون الخیر۔

(وراہ البیہقی فی شعب الایمان رص ۴۰۶ رج ۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ پہاڑ دوسرے پہاڑ کو اس کا نام لے کر آواز دیتا ہے کہ اے فلاں! کیا آج تیرے پاس سے کسی ذکراللہ کرنے والے کا گذر ہوا؟ تو اگر وہ ہاں میں جواب دے تو خوش ہوجاتا ہے پھر حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے یہ آیت تلاوت کی (بیشک تم آ پھنسے ہو بھاری چیز میں ابھی آسمان پھٹ پڑیں اس بات سے۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ) اور فرمایا کیا یہ لوگ گناہ کی باتوں کو تو سنتے ہیں خیر کی باتوں کو نہیں سنتے۔

فائدہ: پہاڑوں کو تو ذکراللہ کا شوق ہو اور ذاکرین سے محبت ہو اور ہم دونوں چیزوں سے دور ہوں، یہ ہمارے لئے کس قدر افسوس کی بات ہے! کہ پہاڑ اگر یہ سب نہ بھی کریں تو ان کا کام چل جائے گا لیکن ہم اگر یہ سب نہ کریں تو ہماری تخلیق دنیا میں آخر کس کام کے لئے ہوئی ہے؟ یہ قابل غور سوال ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ پہاڑوں کو ذکراللہ سے کتنی رغبت ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ ذاکرین بھی پہاڑوں سے رغبت رکھتے ہیں اور خلوت ویکسوئی کیلئے ان کی طرف راغب ہوتے ہیں، بہت سے انبیاءؑ اور اولیاء اللہ کے حالات پڑھنے سے اس کا اندازہ

ہوتا ہے کہ ان حضرات نے ذکر وفکر اور مراقبہ کیلئے پہاڑوں پر قیام فرمایا اور وہاں خلوت خانے بنائے اور حق تعالیٰ جل وعلا کی یاد میں خلق سے کٹ کر مشغول بحق ہوکر معیت الٰہیہ کے مزے لوٹے اور حقائق ومعارف اسرار وحکم پر مطلع ہوئے، حضرت موسیٰ کلیم اللہؑ کا کوہِ طور پر جانا اور توجہات ربانیہ سے نیز تجلیات الٰہیہ سے فیضیاب ہونا، اور کوہِ طور کا تجلی ربانیہ سے مشرف ہونا نص قطعی سے ثابت ہے۔

رحمت عالم ﷺ کا خلوت کیلئے غار حراء پر تشریف لے جانا اور مسلسل وہاں دیر تک خلق سے منقطع ہوکر حق تعالیٰ جل شانہ کے ساتھ مشغول ہونا اور پھر وہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توجہات سے فیضیاب ہونا اور وحی کا آغاز ہونا احادیث میں مشہور ومعروف ہے، اور یہ ایک امر واقعی ہے کہ پہاڑوں پر بیٹھ کر یکسوئی میں اور ذکر وفکر کرنے میں جو ایک خاص قسم کی لذت وحلاوت ہوتی ہے اس کو باذوق حضرات ہی سمجھ سکتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر درخت وحجر کے پاس بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرو، ایک تو اس لئے بھی کہ تا کہ یہ سب چیزیں قیامت میں حق تعالی کے یہاں انسان کیلئے گواہ بن جائیں اور دوسرے ذاکرین کی طبیعتوں کو بھی اس سے فرحت حاصل ہوتی ہے۔

حدیث (۱۳) أخرج ابن جرير في تفسيره عن ابن عباسؓ في قوله (فما بكت عليهم السماء والأرض) قال: إن المومن إذا مات بكىٰ عليه من الأرض الموضع الذى كان يصلى فيه ويذكر الله فيه وأخرج ابن أبى

ترجمہ: ابن جریرؒ نے اپنی تفسیر میں آیت شریفہ (فما بکت علیهم السماء والأرض) کے ذیل میں ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مؤمن کے انتقال پر زمین کا وہ حصہ بھی روتا ہے جہاں وہ نماز پڑھتا اور ذکر اللہ کرتا تھا

الدنيا عن أبى عبيد قال: إن المؤمن إذا مات نادت بقاع الأرض عبدالله المؤمن مات فتبكى عليه الأرض والسما، فيقول الرحمن: ما يبكيكما علىٰ عبدى فيقولون ربنا لم يمش فى نا حية منّا قطّ إلّا وهو يذكرك، وجه الدلالة من ذلك أن سماع الجبال والأرض للذكر لايكون إلّا عن الجهر به (حاوی للسیوطی ص ۳۹۱)۔

اور ابن أبی الدنیاؒ مفسّر ابو عبیدؒ سے نقل کرتے ہیں کہ بندۂ مومن کی جب وفات ہوتی ہے تو زمین کے مختلف حصوں سے آواز آتی ہے کہ اللہ کا مطیع وفرماں بردار بندہ رحلت کر گیا اور زمین وآسمان اس کے غم میں روتے ہیں، اللہ جل شانہ فرماتا ہے تمہیں میرے بندے پر کس چیز نے رُلایا ہے؟ تو وہ عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! یہ بندہ ہمارے کسی حصہ پر نہیں چلا مگر آپ کا ذکر کرتے ہوئے،

اس سے استدلال اس طور پر ہوگا کہ پہاڑوں اور زمینوں کا ذکر کو سن لینا تبھی ہوسکتا ہے جبکہ ذکر بلند آواز سے ہو (الحاوی للفتاویٰ ج ۱ ص ۳۹۱)۔

حدیث (۱۴) أخرج البيهقى عن زيد بن أسلم قال: قال ابن الأدرع "اِنطلَقتُ مع النبى ﷺ ليلة فمرّ برجل فى المسجد يرفع صوتَه قلتُ يا رسول الله ﷺ قال الله تعالى: عبدى إذا ذكرتنى خالياً ذكرتك خالياً وإن ذكرتنى فى ملأ ذكرتك فى ملأٍ خيرمنهم وأكثر۔

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: حق تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے بندے! جب تو مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی تجھے تنہائی میں یاد کرتا ہوں اور تو میرا ذکر کسی مجمع میں کرتا ہے تو میں تیرا تذکرہ ایسے مجمع میں کرتا ہوں جو دنیا والوں سے افضل ہے اور ان سے کہیں زیادہ ہے۔

فائدہ :سبحان الله العظیم !ذکراللہ اس قدر عظیم الشان ہے کہ انفراداً ذکراللہ کرنے والے کو حق تعالیٰ شانہ اپنے دل میں یاد فرماتے ہیں، اس سے زیادہ فضیلت کا تصور نہیں ہوسکتا ہے۔

کیا یہاں ایسے عمل کی فضیلت ہے جو عمل کے ذرّات ہیں جیسا کہ بعض لوگ کہتے پھر رہے ہیں **لاحول ولا قوۃ الا باللہ** ۔ایسے خیالات سے اللہ پاک حفاظت فرمائے آمین۔

خلوت میں بھی ذکراللہ

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ خلوت میں بھی ذکراللہ مطلوب ہے اور جلوت میں بھی، رسول اللہ ﷺ سے بڑی تاکید کے ساتھ منقول ہے کہ آپ ﷺ نے ابورزین ؓ سے فرمایا **یا ابا رزین اذا خلوت فاکثر ذکر اللہ** ۔جب تم خلوت میں جاؤ تو اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو۔نیز ایک حدیث شریف میں فرمایا گیا جس میں ان سات افراد کا تذکرہ ہے جن کو عرش الٰہی کے نیچے جگہ ملے گی، کہ جس دن اللہ کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا ان میں ایک شخص وہ بھی ہے جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور روتا رہے،الفاظِ حدیث یہ ہیں: **ورجل ذکر اللہ خالیاففاضت عیناہ** (رواہ البیہقی فی شعب الایمان ر ص۴۰۵ر ج۱)۔

بلند آواز سے ذکراللہ کرنے والا اَوّاہ ہے

حدیث(۱۵) **أخرج البیھقی عن زید بن أسلم قال: قال ابن الأدرع "انطلقت مع النبی ﷺ لیلة فمر بر جل فی المسجد یرفع صوته قلتُ یا رسول اللہ ﷺ عسیٰ أن یکون ھذا مرأیا؟**

ترجمہ:ابن الأدرعؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ چلا تو آپ ﷺ کا گذر ایک شخص پر ہوا

قال: لا ولکنه أوّاہ " وأخرج البیھقی عن عقبة بن عامرٍ "أن رسول اللہ ﷺ قال لرجلٍ یقال له ذوالبجادین إنه أواہ وذلک أنه کان یذکر اللہ" وأخرج البیھقی عن جابربن عبداللہ أن رجلاً کان یرفع صوته بالذکر فقال رجلٌ لوأنّ ھذا خفض من صوتهٖ فقال رسول اللہ ﷺ : دعه فإنه أواہ"۔

(ان کا نام عبداللہ بن عبدنہم ہے)جو اونچی آواز میں اللہ کو یاد کررہا تھا، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہوسکتا ہے کہ یہ شخص ریا کار ہو؟ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ تو یاد خدا میں آہیں بھرنے والا ہے۔

امام بیہقیؒ نے حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص جن کو''ذوالبجادین'' کہا جاتا تھا کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ کی یاد میں آہیں بھرنے والا ہے کیونکہ وہ اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔اور جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص ذکر میں آواز بلند رکھتے تھے تو ایک شخص نے کہا اگر یہ اپنی آواز کو پست رکھتا تو بہتر ہوتا، آپ ﷺ نے فرمایا اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو، یہ اللہ کی یاد میں آہیں بھرتا ہے۔

حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ کے حالات میں حضرت شیخ زکریاؒ فضائل ذکر ر ص ۳۴۰ر پر لکھتے ہیں: حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ ایک صحابی ہیں جو لڑکپن میں یتیم ہوگئے تھے، چچا کے پاس رہتے تھے، وہ بہت اچھی طرح رکھتا تھا، گھر والوں سے چھپ کر مسلمان ہوگئے تھے، چچا کو خبر ہوگئی تو اس نے غصہ میں بالکل ننگا کرکے نکالدیا، ماں بھی بیزار تھی لیکن پھر بھی ماں تھی، ایک موٹی سی چادر ننگا دیکھ کر دیدی جس کو انہوں نے دوٹکڑے کرکے ایک سے ستر ڈھکا دوسرا اوپر ڈال لیا، مدینہ طیبہ حاضر ہوگئے، حضور ﷺ کے دروازہ پر پڑے رہا کرتے اور بہت کثرت سے بلند

آواز کے ساتھ ذکر کرتے تھے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا یہ شخص ریا کار ہے کہ اس طرح ذکر کرتا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ اَوَّاہین میں ہے، غزوۂ تبوک میں انتقال ہوا صحابہؓ نے دیکھا کہ رات کو قبروں کے قریب چراغ جل رہا ہے قریب جا کر دیکھا کہ حضور ﷺ قبر میں اترے ہوئے ہیں، حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کو ارشاد فرما رہے ہیں کہ لاؤ اپنے بھائی کو مجھے پکڑا دو، دونوں حضرات نے نعش کو پکڑا دیا دفن کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا اے اللہ میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا، حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ سارا منظر دیکھ کر مجھے تمنا ہوئی کہ یہ نعش تو میری ہوتی۔

رسول پاک ﷺ کا صحابہ سے ہاتھ اٹھوانا اور ذکر اللہ کروانا

حدیث(۱۶) أخرج الحاکم عن شداد بن أوسؓ قال: "انا لعندالنبی ﷺ اذقال: ارفعوا أیدیکم فقولوا لا إلٰہ الا اللہ ففعلنا فقال رسول اللہ ﷺ اللھم انک بعثتنی بھذہ الکلمة وأمرتنی بھا ووعدتنی علیھا الجنة انک لاتخلف المیعاد ثم قال أبشروا فإن اللہ قد غفرلکم"۔

ترجمہ: شداد بن اوسؓ کہتے ہیں کہ ہم حضور اقدس ﷺ کی خدمت بابرکت میں تھے آپ نے فرمایا اپنے ہاتھوں کو اوپر اٹھاؤ اور یوں کہو لا إلٰہ إلا اللہ ہم نے ایسا ہی کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اے اللہ تو نے مجھے یہ کلمہ دے کر مبعوث فرمایا اور مجھے اس کا حکم دیا اور اسپر جنت کا وعدہ فرمایا یقیناً آپ وعدہ کے خلاف نہیں کرتے (پھر حاضرین سے مخاطب ہوئے) اور ارشاد فرمایا تمہیں بشارت ہو کہ اللہ جل شانہ نے تم سب کی بخشش فرمادی۔

فائدہ: حضرات مشائخ صوفیا بھی مجالس میں دلوں کو زندہ کرتے ہیں کلمہ طیبہ کے ذریعہ سے، اور کلمہ طیبہ کو دلوں میں راسخ کرتے ہیں جس کی فضیلت اوپر مذکور ہوئی، یہ حضرات اسی توحید خالص کو دل میں اتارنے کی محنت کرتے ہیں جس توحید خالص کو لیکر رسول اکرم ﷺ مبعوث ہوئے تھے، کلمہ طیبہ کے اس تکرار سے مقصود ہی قلب کو توحید خالص کے نور سے منور کرنا ہے اور کفر وشرک سے دور کرنا ہے۔

نیز اس حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ ہم لوگ رسول پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اقدس ﷺ نے دریافت فرمایا یہاں کوئی اجنبی (یعنی غیر مسلم) تو نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا کوئی نہیں ہے ارشاد فرمایا کواڑ بند کردو، اس کے بعد ارشاد فرمایا ہاتھ اٹھاؤ اور کہو **اشھد ان لا الہ الااللہ**، ہم نے تھوڑی دیر ہاتھ اٹھائے رکھے اور کلمہ پڑھا پھر فرمایا الحمدللہ! اے اللہ تو نے مجھے یہ کلمہ دیکر بھیجا ہے اور اس پر جنت کا وعدہ کیا ہے، اس حدیث کے ضمن میں حضرت شیخ زکریاؒ فضائل ذکر ص ۳۷۶/ پر لکھتے ہیں:

ذکر اللہ کی تلقین

غالباً اجنبی کو اسی لئے دریافت فرمایا تھا اور اسی لئے کواڑ بند کرائے تھے کہ ان لوگوں کے کلمۂ طیبہ پڑھنے پر تو حضور ﷺ کو مغفرت کی، بشارت کی امید ہوگی اوروں کے متعلق یہ امید نہ ہو، صوفیہ نے اس حدیث سے مشائخ کا اپنے مریدین کی جماعت کو ذکر تلقین کرنے پر استدلال کیا ہے، چنانچہ "جامع الاصول" میں لکھا ہے حضور ﷺ کا صحابہؓ کو جماعۃً اور منفرداً ذکر تلقین کرنا ثابت ہے، جماعت کو تلقین کرنے میں اس حدیث کو پیش کیا ہے، اس صورت میں کواڑوں کا بند کرنا مُستفیدین کی توجہ کے تام کرنے کی

غرض سے ہوا (جیسا کہ اس دور میں بعض مشائخ نقشبندیہ لائٹ بند کرادیتے ہیں) اور اسی وجہ سے اجنبی کو دریافت فرمایا کہ غیر کا مجمع میں ہونا حضور ﷺ پر تشتّت کا سبب اگر چہ نہ ہو لیکن مستفیدین کے تشتت کا احتمال تو تھا ہی

چہ خوش است با تو بزمے بنہفتہ ساز کردن
درِ خانہ بند کردن سر شیشہ باز کردن

(کیسی مزے کی چیز ہے تیرے ساتھ خفیہ ساز کر لینا، گھر کا دروازہ بند کر دینا اور بوتل کا منہ کھول دینا)۔

فرشتے ذکر اللہ کے حلقے تلاش کرتے ہیں

حدیث(۱۷) أخرج البزّار عن انس عن النبی ﷺ قال: "إن لله سيّارة من الملائكة يطلبون حلق الذكر فإذا أتوا عليهم حفوا بهم فيقول الله تعالیٰ: غشوهم برحمتي فهم الجلساء لا يشقیٰ بهم جليسهم"۔

ترجمہ: نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو گھومتی رہتی ہے اور ذکر کے حلقوں کی تلاش میں رہتی ہے جب وہ ذاکرین کے پاس آتے ہیں تو ان کو گھیر لیتے ہیں پس اللہ جل شانہ کا ارشاد ہوتا ہے میری رحمت سے ان کو (ذکر کرنے والوں کو) ڈھانک لو، یہ جماعت اتنی مبارک ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا۔

فرشتے ذکر اللہ کے حلقے تلاش کر رہے ہیں اور ہم اعتراض کر رہے ہیں، لاحول ولا قوة الا بالله ۔

رسول پاک ﷺ کو ذاکرین کے پاس بیٹھنے کا حکم

حدیث(۱۸) عن عبدالرحمن بن سهل بن حنيفؓ قال: نزلت علی رسول الله ﷺ وهو في بعض أبياته (وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ) الآية، فخرج يلتمسهم فوجد قوماً يذكرون الله تعالیٰ منهم ثائر الرأس وجاف الجلد وذو الثوب الواحد فلما رآهم جلس معهم وقال: الحمدلله الذي جعل في أمتي من أمرني ان اصبر نفسي معهم"۔

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن سہل بن حنیفؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جبکہ آپ اپنے کسی بیت میں تشریف فرما تھے آیت نازل ہوئی (اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے پاس بیٹھنے کا پابند بنائیے جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں) آپ ﷺ ایسے لوگوں کی تلاش میں نکلے تو ایک جماعت کو پایا جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے تھے ان میں سے کچھ لوگوں کا حال یہ تھا کہ بال پراگندہ ہیں، کھال خشک ہے اور (بدن پر) صرف ایک کپڑا ہے جب آپ نے ان کو دیکھا تو ان کے پاس تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا کئے کہ مجھے حکم دیا اس بات کا کہ میں خود کو ان کے پاس بیٹھنے کا پابند بناؤں۔

فائدہ: جو لوگ ذکر اللہ کو انفرادی عمل بتا کر اس کی فضیلت وشرافت کو ذہنوں سے کھرچ رہے ہیں کیا ان احادیثِ شریفہ میں ان کیلئے کچھ سوچنے سمجھنے کیلئے کوئی سبق نہیں ہے؟ کیا یہ حکم ربانی رسول اللہ ﷺ کو ایک انفرادی عمل کیلئے ہو رہا ہے جو بعضوں کے

خیال میں اعمال کے ذرات ہیں، اوران کے اعمال پہاڑ ہیں استغفر اللہ العظیم! اگر یہ عقیدہ کی شکل اختیار کر گیا تو پھر امت کا کیا ہوگا؟ اور ان کے ایمان کا کیا بنے گا؟ کیا اس پر بھی غور کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے، **استغفر الله ربی من کل ذنب و اتوب الیه۔**

ذاکرین پر رحمت کی بارش اور رسول اللہ ﷺ کی شرکت

حدیث(۱۹) أخرج الإمام احمد فی الزهد عن ثابت قال: کان سلمان فی عصابة یذکرون الله فمرّ النبی ﷺ فکفوا فقال: ماکنتم تقولون؟ قلنا نذکر "اللّٰه" قال إنی رأیت الرحمة تنزل علیکم فأجبتُ أن اشارککم فیها ثم قال: الحمد لله الذی جعل فی أمتی من امرت أن اصبر نفسی معهم"

ترجمہ: حضرت ثابتؒ فرماتے ہیں کہ سلمان فارسیؓ ایک جماعت میں تھے جو اللہ کا ذکر کر رہی تھی، نبی کریم ﷺ کا وہاں سے گذر ہوا تو وہ لوگ رک گئے، حضور ﷺ نے دریافت فرمایا تم لوگ کیا گفتگو کر رہے تھے؟ ہم نے عرض کیا ہم لوگ "اللہ اللہ" کا ذکر کر رہے تھے، فرمایا "میں نے دیکھا کہ رحمت تم پر برس رہی ہے، میں نے چاہا کہ میں بھی تمہارے ساتھ اس میں شریک ہو جاؤں، پھر فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا کئے کہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں خود کو ان کے پاس بیٹھنے کا پابند بناؤں۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ ذاکرین پر رحمت کی بارشیں ہوتی ہیں، جن کا مشاہدہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور آپ نے شرکت کی ضرورت محسوس فرمائی، اور ہم اعتراض کرتے ہیں کیونکہ ہمیں وہ صلاحیت نہیں کہ انوار وتجلیات جو ذاکرین پر

اترتے ہیں ان کا مشاہدہ کر سکیں ہماری آنکھیں تو حسد اور اعتراض میں اور ذکر سے غفلت کی پاداش میں انوارات کے مشاہدہ سے بند کر دی جاتی ہیں، اس لئے ہمیں ان چیزوں کا مشاہدہ کیونکر ہو سکتا ہے؟

کسی اللہ کے ولی نے سچ کہا ع

جو دل کو آئینہ حق نما بنا نہ سکے

لطیف جلوے نگاہوں میں ان کی آ نہ سکے

دونوں عالَم کی بھلائی ذکر اللہ سے وابستہ ہے

حدیث(۲۰) عن أبی رزین العقیلی أن رسول الله ﷺ قال له، ألا أدلّک علی ملاک الأمر الذی تصیب به خیری الدنیا والآخرة؟ قال: بلیٰ قال: علیک بمجالس الذکر وإذا خلوت فحرک لسانک بذکر الله۔

ترجمہ: ابو رزین عقیلیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تجھے دین کی تقویت کی چیز بتاؤں جس سے تو دونوں جہان کی بھلائی کو پہنچے؟ عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ، فرمایا وہ اللہ کا ذکر کرنے والوں کی مجلسیں ہیں ان کو مضبوط پکڑ اور جب تو تنہا ہوا کرے تو جتنی بھی قدرت ہو اللہ کا ذکر کرتا رہ۔

معلوم ہوا خلوت وجلوت میں ذکر الٰہی مطلوب ہے، اور خلوت میں ذکر اللہ کا فائدہ عظیم ہے اور یہ بھی بزرگوں کے یہاں بکثرت ملتا ہے، خلوت ویکسوئی ذکر وفکر کیلئے نہایت مفید ہے، انبیاء واولیاء اللہ سب نے پہلے خلوت کو اختیار فرمایا بعد میں میدان میں آکر کام کیا۔

حدیث(۲۱)أخرج الشیخان عن ابن عباس قال: ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبة کان علیٰ عهدالنبی ﷺ قال: ابن عباسؓ کنتُ أعلم إذا نصرفوا بذلک اذا سمعته ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ذکر میں آواز بلند کرنا نبی ﷺ کے عہد میں تھا جب لوگ فرض نماز سے فارغ ہوتے۔

بازاروں میں ذکراللہ کی فضیلت

حدیث(۲۲) أخرج الحاکم عن عمر بن الخطّاب عن رسول الله ﷺ قال: من دخل السوق فقال: لا إلٰه إلا الله وحده لاشریک له له الملک وله الحمد یحیی ویمیت وهو علی کل شی قدیر کتب الله له الف الف حسنةٍ ومحا عنه الف الف سیئةٍ ورفع له الف الف درجة وبنیٰ له بیتاً فی الجنة وفی بعض طرقهٖ "فنادیٰ"۔

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جوشخص بازار میں داخل ہو اور یہ پڑھے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" تو باری تعالیٰ اس کے لئے ایک لاکھ نیکیاں لکھتے ہیں، ایک لاکھ خطاؤں کو بخشتے ہیں اور جنت میں ایک لاکھ درجے بلند فرماتے ہیں اور جنت میں اس کے لئے ایک گھر تعمیر فرماتے ہیں (ایک طریق میں ("فقال" کے بجائے) "فنادیٰ" وارد ہوا ہے یعنی بلند آواز سے یہ کلمات پڑھے)۔

نیز روایات میں یہ بھی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کو یہ بات بہت پسند ہے کہ بازاروں

میں اور اس جیسے مقامات پر اللہ پاک کو خوب یاد کیا جائے کیونکہ وہاں انسانوں کا اجتماع ہوتا ہے، شور وشغب زیادہ ہوتا ہے اور وہ غفلت وخرافات کی جگہ ہیں، چنانچہ ایک صحابی کہتے ہیں کہ اسی لئے مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں بازاروں میں گشت لگاؤں اور وہاں اللہ کا خوب ذکر کروں، حالانکہ مجھے وہاں کچھ کام نہیں ہوتا مگر میں صرف اسی پر عمل کرنے کیلئے وہاں آیا کرتا ہوں عن ابی الهذیلؓ قال: انّ اللّٰه عَزَّوجلَّ یحب ان یُذکر فی الاسواق وذلک لکثرة لَغَطهم ولغفلتهم وانی لآتی السوق ومالی فیه حاجةٌ الا ان اذکُر الله تعالی (رواہ البیہقی فی شعب الایمان رص ۴۱۲ رج ۱)۔

اوقاتِ صلاۃ کے علاوہ زور سے تکبیر پڑھنے کا حکم

حدیث(۲۳)عن السائب أن رسول الله ﷺ قال "جاء نی جبریل فقال: مراصحابک یرفعوا أصواتهم بالتکبیر"۔

حضرت سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس جبریل آئے اور کہا: آپ اپنے صحابہ کو حکم دیں کہ وہ تکبیر میں اپنی آوازیں بلند کریں۔

حدیث(۲۴)أخرج المروزی فی کتاب العیدین عن مجاهد أن عبدالله بن عمر وأبا هریرة کانا یأتیان السوق أیام العشر فیکبران، لا یأتیان السوق إلا لذلک وأخرج ایضاً عن عبید بن عمیر: قال: کان عمر یکبّر فی قبتهٖ فیکبر

ترجمہ: مروزی نے "کتاب العیدین" میں مجاہدؒ سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ ابن عمرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ "ایامِ عشر" میں بازار آتے اور تکبیر کہتے یہ دونوں حضرات صرف اسی مقصد سے بازار آیا کرتے اور عبید بن عمرؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے قبہ میں تکبیر کہتے، پھر اہل مسجد تکبیر کہتے پھر اہل بازار تکبیر کہتے

اهل المسجد فيكبر اهل السوق حتىٰ ترتجّ منى تكبيراً وأخرج ايضاً عن ميمون بن مهران قال: أدركتُ الناس وانهم ليكبرون في العشر حتى كنت أشبهها بالأمواج من كثرتها"۔

حتیٰ کہ میدان ''منیٰ'' تکبیر سے گونج اٹھتا تھا۔ اور میمون بن مہرانؒ کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو ''ایام عشر'' میں تکبیر کہتے پایا حتیٰ کہ میں کثرت تکبیر کو موجوں سے تشبیہ دیتا۔

علامہ سیوطی قدس سرہ کا فیصلہ ذکرِ جہری کے استحباب پر

ان جملہ احادیث لکھنے کے بعد حضرت علامہ سیوطی قدس سرہ فرماتے ہیں: اگر تم ان احادیث میں غور کرو جو یہاں ذکر کی گئی ہیں، تو مجموعی طور پر تمہیں معلوم ہوگا کہ ذکر جہری میں کوئی کراہیت نہیں بلکہ ان میں ایسی بھی احادیث ہیں جو صراحۃً یا التزاماً ذکر جہری کے استحباب پر دلالت کرتی ہیں، جیسا کہ ہم اس طرف اشارہ بھی کرتے چلے آئے ہیں۔

دلائل ذکر خفی اور ذکر جہری کے درمیان تطبیق

رہ گئی یہ بات کہ ان احادیث کا معارضہ حدیث پاک ''**خیر الذکر الخفی**'' (بہترین ذکر وہ ہے جو آہستہ ہو) سے ہے تو اس معارضہ کی نظیر جہر بالقرآن کی احادیث اور سرّاً بالقرآن کی احادیث کی طرح ہے اور اس میں تطبیق بھی اسی طرح ہے کہ آہستہ آواز سے تلاوت کرنے والا خفیہ صدقہ کرنے والے کی طرح ہے اور جہراً تلاوت کرنے والا جہراً صدقہ کرنے والے کی طرح ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح سراً اور جہراً ذکر کی احادیث میں بظاہر ایک طرح کا تعارض لگ رہا ہے حالانکہ حقیقت میں کوئی تعارض نہیں ہے کہ یہ افضلیت اختلافِ

احوال اور اختلافِ اشخاص کے اعتبار سے ہے جس طرح کہ جہراً تلاوت افضل ہے یا آہستہ اس بارے میں بھی دونوں قسم کی احادیث ہیں تو یہاں یہ اختلاف بھی احوال اور اشخاص کے اعتبار سے ہے۔

نیز علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ ان احادیث کے مابین حضرت امام نوویؒ نے اس طرح تطبیق دی ہے کہ اِخفاء وہاں افضل ہے جہاں ریاء ودکھلاوے کا ڈر ہو، یا نمازیوں اور سونے والوں کو تکلیف ہوتی ہو، اور اس کے علاوہ (دیگر مواقع میں) جہر افضل ہے کیوں کہ اکثر عمل اسی پر ہے۔

ذکر جہری کے فوائد

علاوہ ازیں امام سیوطیؒ ذکرِ جہری کے فوائد پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں: نیز اس میں اور بھی مصالح موجود ہیں: (۱) سننے والوں کو بھی نفع پہنچتا ہے (۲) قاری کے قلب کو بیدار کرتا ہے (۳) اس کے خیال وفکر کو مجتمع کرتا ہے (۴) اس کی سماعت کو تلاوت کی طرف مشغول رکھتا ہے (۵) نیند کو زائل کرتا ہے (۶) نشاطِ قلب میں اضافہ کرتا ہے، اور بعض حضرات نے کہا کہ تلاوت کے کچھ حصہ میں جہر مستحب ہے اور کچھ میں اِخفاء، اس لئے کہ آہستہ پڑھنے والا بسا اوقات اکتا جائے تو جہر سے انسیت پاتا ہے اور جہراً پڑھنے والا تھک جائے تو آہستہ پڑھنے سے آرام محسوس کرتا ہے، اسی طرح یہ تفصیل ہم ذکر اللہ میں بھی جاری کریں گے، اس سے احادیث کے درمیان تطبیق ہوجاتی ہے (الحاوی للسیوطیؒ ج۱ص۳۹۳)۔

ذاکرین قابل رشک ہونگے

(۲۵) عن ابی الدرداءؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لیبعثن اللہ اقواما یوم القیامۃ فی وجوھھم النور علی منابر اللؤلؤ یغبطھم الناس لیسوا بانبیاء ولا شھداء قال ابو الدرداء فحثیٰ اعرابیؓ رکبتیہ وقال صف حلیتھم لنا نعرفھم فقال ھم المتحابون فی اللہ من قبائل شتیٰ وبلاد شتی یجتمعون علی ذکر اللہ یذکرونہ (سباحۃ الفکر فی الجہر فی الذکر ص ۶۷)۔

ترجمہ: حضرت ابودرداءؓ سے منقول ہے کہ فرمایا رحمت عالم ﷺ نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ قیامت کے دن ایک جماعت کو اٹھائیں گے اس حال میں کہ ان کے چہروں پر نور ہوگا اور وہ موتیوں کے بنے ہوئے شاندار منبر پر بیٹھے ہونگے، لوگ ان پر رشک کریں گے نہ وہ انبیاء ہونگے اور نہ شہداء، حضرت ابودرداءؓ کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی یہ سنکر دوزانوں بیٹھ گیا اور رسول اللہ ﷺ سے پوچھنے لگا کہ حضرت ہمارے سامنے ان کی کچھ صفات بیان فرمایئے جس سے کہ ہم انکو پہچان سکیں؟ ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ ہونگے جو اللہ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے ہونگے اور مختلف قبائل سے اور مختلف شہروں سے جمع ہوکر مل جل کر ذکر اللہ میں مشغول ہونگے۔

فائدہ: سبحان اللہ! بعینہ یہ کیفیت ان حضرات کی ہوتی ہے جو خانقاہوں میں کسی شیخ کی عقیدت میں، اللہ کے ذکر کے شوق میں اپنی اصلاح کیلئے دنیا بھر سے مختلف خاندانوں سے جمع ہوتے ہیں اور جمع ہوکر اللہ کی مرضیات کے حصول میں لگ

جاتے ہیں اور خرافات سے اور برے اخلاق سے اپنے آپ کو پاک وصاف کرتے ہیں۔اس حدیث شریف سے بھی اجتماعاً ذکر اللہ کرنا ثابت ہورہا ہے۔

مانعین کے استدلالات کے جوابات

سوال: یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ تو فرماتے ہیں ''**وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ**'' (سورۂ اعراف) (اور آپ ہر شخص سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ) اے شخص اپنے رب کی یاد کیا کر (قرآن سے یا تسبیح وغیرہ سے) اپنے دل میں (یعنی آہستہ آواز سے) عاجزی کے ساتھ اور خواہ زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ (خلاصۂ تفسیر از بیان القرآن) تو اس آیت کریمہ سے تو باآواز بلند ذکر کی نفی معلوم ہوتی ہے؟۔

اس آیت شریفہ کا جواب تین طرح سے دیا گیا ہے۔

جواب (۱) یہ آیت شریفہ مکی ہے سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ''**وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا**'' (اور اپنی جہری نماز میں نہ تو بہت پکار کر پڑھئے کہ مشرکین سنیں اور خرافات بکیں اور نماز میں قلب مشوش ہو) اور نہ بالکل ہی آہستہ پڑھئے (کہ مقتدی نمازیوں کو بھی سنائی نہ دے) (بیان القرآن) کی طرح، جو کہ اس وقت نازل ہوئی جبکہ رسول اللہ ﷺ قرآن کریم کی تلاوت بلند آواز سے فرماتے، مشرکین اسے سنتے تو قرآن کو حتیٰ کہ اللہ جل شانہ کو بھی بُرا بھلا کہتے، اس لئے جہر کو ترک کرنے کا حکم ہوا تا کہ ذریعۂ سبّ کو روکا جا سکے، چنانچہ اسی وجہ سے بتوں کو برا بھلا کہنے سے منع کیا گیا، آیت شریفہ ''**وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا**

بِغَیرِ عِلْمٍ ‘‘میں۔اوراب یہ بات نہ رہی کہ جسکی بناپر جہر نہ کرنے کاحکم دیا گیا تھا،مفسر علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اس جانب اشارہ کیا ہے۔

جواب (۲) حضرات مفسرین کی ایک جماعت جن میں امام مالکؒ کے استاد عبدالرحمٰن بن زید بن اسلمؒ بھی ہیں اور ابن جریرؒ نے اس آیت کو اس شخص پر محمول کیا ہے جو قرآن پڑھے جانے کے وقت ذکر کررہا ہو، اور اس کو اس طرز پر ذکر کرنے کا حکم تعظیم قرآن کے پیش نظر دیا گیا کہ قرأۃ قرآن کے وقت آوازیں بلند نہ ہوں۔اس آیت کا فرمان باری وَاِذَا قُرِیءَ الْقُرآنَ فَاسْتَمِعُوْالَهُ وَاَنْصِتُوْا سے متصل ہونا اس جواب کی تائید کرتا ہے۔

فائدہ: گویا جب قرأت قرآن کے وقت خاموش رہنے کا حکم دیا گیا تو اس سے اس بات کا اندیشہ ہوا کہ کہیں بے کاری کی طرف میلان نہ ہو جائے اس لئے تنبیہ فرمادی کہ بندہ گرچہ فی الحال زبان سے خاموش رہنے پر مأمور ہے لیکن دل سے ذکر کرنے کا ابھی بھی مکلّف ہے تاکہ ذکر اللہ سے غفلت نہ ہو اور اسی نکتہ کے پیش نظر آیت کو حق تعالیٰ نے اپنے قول ’’ولا تکن من الغافلین‘‘ پر ختم فرمایا ہے۔

جواب (۳) اور تیسرا جواب وہ ہے جس کو صوفیاء کرام ذکر کیا کرتے ہیں کہ آیت میں اُمر نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص ہے جن کی ذات گرامی کامل و مکمل تھی اور حضور ﷺ کے علاوہ سب وساوس اور برے خیالات کا محل ہیں اس لئے جہر کا حکم دیا گیا کیوں کہ جہر وساوس اور برے خیالات کو دفع کرنے میں انتہائی مؤثر ہے، میں کہتا ہوں کہ اس جواب کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جس کو بزارؒ نے معاذ بن جبلؓ سے روایت

کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے جو شخص رات میں نماز پڑھے اسے چاہئے کہ قرأت بلند آواز سے کرے، کیوں کہ فرشتے اس کے ساتھ نماز پڑھتے اور اس کی قرأت کو سنتے ہیں اور جنات مسلمین جو فضاء میں اور اس کے پڑوسی جو رہائش گاہ میں ہوتے ہیں وہ بھی اس کے ساتھ نماز پڑھتے اور اس کی قرأت کو سنتے ہیں اور یہ شخص بلند آواز سے قرأت کر کے اپنے گھر اور اپنے آس پاس کے گھروں سے جنات فاسقین اور مکار شیاطین کو دفع کرتا ہے (حاوی للسیوطیؒ ج۱ ص۳۹۴)۔

اس آیت کی مزید تشریحات سابق میں اکابر کے حوالہ سے گزر چکی ہیں۔

سوال: حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ’’اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَخُفْيَةً اِنَّهُ لَايُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ‘‘ (سورۂ اعراف) اور ’’اِعتداء‘‘ کی تفسیر باواز بلند دعا مانگنے سے کی گئی ہے۔

اس سوال کا جواب دو طریق سے دیا گیا۔

جواب (۱) ’’اِعتداء‘‘ کی راجح تفسیر مامور بہ سے تجاوز کرجانا یا اپنی طرف سے گھڑ کر ایسی دعا مانگنا ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں، اس تفسیر کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس کو ابن ماجہؒ نے اور حاکمؒ نے ’’مستدرک‘‘ میں ابو نعامہؒ سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن مغفلؓ نے اپنے بیٹے کو دیکھا کہ وہ اس طرح دعا مانگ رہے ہیں کہ یا اللہ! میں آپ سے جنت میں سفید رنگ کا داہنی جانب والا محل طلب کرتا ہوں، موصوف نے ان کو روکا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ عنقریب اس امت میں ایسے لوگ آئیں گے جو دعا مانگنے میں حد سے تجاوز کریں گے، پس یہ ایک صحابی کی تفسیر ہے اور صحابی مراد آیت سے زیادہ واقف ہوتے ہیں۔

جواب (۲) دوسرا جواب بر سبیلِ تسلیم ہے، یعنی یہ بات تسلیم ہے کہ آیت میں اعتدا سے مراد ''جہر فی الدعاء'' ہے لیکن آیت شریفہ کا تعلق صرف دعا سے ہے ذکر اللہ سے نہیں اور دعاء میں بالخصوص سرّ ہی افضل ہے کیونکہ دعاءِ سرّی قبولیت کے زیادہ قریب ہوتی ہے فرمان باری ہے ''إذ نادیٰ ربہ نداءً خفیاً''، یہی وجہ ہے کہ نماز میں بالاتفاق استعاذہ میں سر مستحب ہے اس لئے کہ استعاذہ دعاء ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے اثر کی تفصیل
اور یہ کہ وہ خود کثیر الذکر کثیر العبادت صحابی تھے

سوال: حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو مسجد میں اونچی آواز سے ''لا الہ الا اللہ'' کا ورد کر رہے تھے، موصوف نے ان کو روکا اور فرمایا میں تم کو ایک نئی چیز کا موجد سمجھتا ہوں اور پھر ان سب کو مسجد سے نکال دیا۔

جواب (۱) حضرت ابن مسعودؓ کا یہ اثر اولاً تو بیان سند کا محتاج ہے اور ان ائمہ وحفاظ حدیث کا نام بھی بتائیے جنہوں نے اپنی کتابوں میں ان کے اس اثر کی تخریج کی ہے۔

جواب (۲) اور بالفرض اگر ہم اس کو ثابت بھی مان لیں تو یہ ماقبل میں ذکر کردہ ان بہت سی احادیث کے خلاف ہے جن سے ذکر جہری ثابت ہوتا ہے اور تعارض ہوجانے کی صورت میں وہ احادیث اثرِ مذکور پر مقدم ہوں گی، پھر مجھے (مراد صاحب فتاویٰ علامہ سیوطیؒ ہیں) وہ بات بھی مل گئی جو ابن مسعودؓ سے اس طرح کے اثر کی نفی کا تقاضہ کرتی ہے وہ یہ کہ امام احمد بن حنبلؒ ''کتاب الزہد'' میں فرماتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا حسین بن محمدؒ نے وہ کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا مسعودیؒ نے وہ عامر بن شقیقؒ سے

اور وہ ابو وائلؒ سے نقل کرتے ہیں، ابو وائلؒ نے کہا کہ ان لوگوں کا خیال یہ ہے کہ عبداللہ ابن مسعودؓ ذکر سے روکا کرتے تھے جبکہ میں عبداللہ ابن مسعودؓ کے ساتھ جس مجلس میں بھی شریک ہوا اس میں انہوں نے اللہ کا ذکر فرمایا۔ اور امام احمدؒ نے ''کتاب الزہد'' میں ثابت بنانیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ اللہ کا ذکر کرنے والے ذکر اللہ کے لئے بیٹھتے ہیں درانحالیکہ ان پر پہاڑوں کے برابر گناہ ہوتے ہیں اور وہ اللہ کا ذکر کر کے اس حال میں اٹھتے ہیں کہ ان میں سے کوئی گناہ ان پر باقی نہیں رہتا (حاوی للسیوطی ج ۱ ص ۳۹۴)۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو خود ذکر سے کس قدر رغبت تھی اور دیگر صحابہ کرامؓ کو کتنا لگاؤ تھا، ذرا اس کو بھی ملاحظہ فرمائیے، حیات الصحابہ ص ۳۰۶ میں حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ لکھتے ہیں اس عنوان کے تحت:

صحابۂ کرامؓ کا شوقِ ذکر

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں صبح سے لے کر شام تک سارا دن اللہ کا ذکر کرتا رہوں یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں صبح سے لے کر شام تک سارا دن لوگوں کو سواری کے لئے عمدہ گھوڑے دیتا رہوں۔

اسی کے مطابق حضرت ابو بردہؓ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا کہ اگر دو شخص ہوں ان میں سے ایک ایک کمرہ میں بیٹھ کر اللہ کے راستہ میں دینار خرچ کرتا ہو اور دوسرا ایک کمرہ میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتا ہو تو دوسرا اللہ کا ذکر کرنے والا افضل ہوگا۔

اسی طرح ابو درداؓ سے بھی منقول ہے انہوں نے فرمایا کہ میں سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھوں یہ مجھکو غربا اور فقراء پر دینار خرچ کرنے سے زیادہ محبوب ہے اسی طرح اور بہت

سے حضرات سے منقول ہے۔

حضرت ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو اللہ کے ذکر کے علاوہ کوئی اور بات کرنے سے بہت گرانی ہوتی تھی، طبرانی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ صبح صادق سے لے کر فجر کی نماز تک کسی کو بات کرتے ہوئے سنتے تو اس سے ان کو بہت گرانی ہوتی، طبرانی کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت عطاءؒ کہتے ہیں، حضرت ابن مسعودؓ باہر آئے تو دیکھا کہ فجر کے بعد کچھ لوگ باتیں کررہے ہیں انہوں نے ان لوگوں کو بات کرنے سے منع کیا اور فرمایا تم لوگ یہاں نماز کے لئے آئے ہو، اس لئے یا تو نماز پڑھو یا چپ رہو۔ (چونکہ یہ اوقات ذکر وفکر کے اوقات ہیں اسی لئے انہوں نے نکیر فرمائی)۔

انہیں آثار کی وجہ سے بعض فقہاء کرام نے فجر کے بعد کلام کو مکروہ قرار دیا ہے جیسا کہ حضرت شیخؒ نے بھی ''فضائل ذکر'' میں اس کی صراحت کی ہے، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کو ذاکرین سے کس قدر رغبت تھی حضرت ابووائل حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ ذکراللہ کی مفاتیح (یعنی کنجی) ہوتے ہیں جب ان کی زیارت ودیدار ہوتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ یاد آتے ہیں، اندازہ فرمائیے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ذاکرین کو کیا درجہ دے رہے ہیں، یقیناً مشائخ ذکر وفکر، اس کا مصداق ہیں، **عن ابی وائل عن ابن مسعودؓ قال ان من الناس مفاتیح ذکر الله اذارؤ اذکر الله** (رواہ البیہقی فی شعب الایمان ص ۴۵۵ ج ۱)۔

غور فرمائیے کہ حضرت محبوب المعبود حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ پر جہاں علم حدیث وتفسیر کا غلبہ تھا وہیں ان کو ذکراللہ کا کس قدر عظیم ذوق بھی حاصل تھا اور کیا زبردست کیفیت

تھی کہ وہ یہ فرمارہے ہیں کہ ''میں صبح سے شام تک ذکراللہ ہی کرتا رہوں'' یہ کیفیت کیا صرف ایک ظاہری عالم کی ہوسکتی ہے کہ جس نے صرف کتابوں کے چند اوراق پڑھے ہوں! ہرگز نہیں، بلکہ یہ اسی شخص کا حال ہوسکتا ہے جس نے کسی صاحب حال سے ان کیفیات کو اپنے اندر جذب کیا ہو اور ظاہر ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے بڑا ذاکر، عاشق، فانی فی اللہ اور قرب ربانی کے منازل کا عارف اور مدارج الٰہیہ سے فیض یافتہ کون ہوسکتا ہے؟ اب جس صحابی کو صحبت اور قربت اور عقیدت وعظمت اور اتباع کا جس قدر ذوق رہا اور جس صحابی نے رسول پاک ﷺ کے جس کمال پر زیادہ اپنی توجہ مرکوز کی وہی کمال اس صحابی میں منتقل ہوا، اور یہ اس صحبت عظمیٰ کا فیض تھا جس کی برابری بعد کے آنے والے علماء، صلحاء، اتقیاء، اولیاء اللہ نہ کرسکے، باوجود اپنے تمام فضل وکمال کے کوئی بھی اس شرف تک نہیں پہنچ سکتا اور ایک ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کو زیارت رسول اللہ ﷺ اور صحبت رسول اللہ ﷺ کی بدولت ایمان، اسلام، احسان واخلاص زہد وتقویٰ، للّٰہیت اور اخلاق کریمانہ اور رذائل سے تخلیہ کی بلندترین کیفیات حاصل ہوئیں۔ حضرت ابوہریرہؓ اس قدر علمی مشغلہ کے باوجود بارہ ہزار تسبیحات یومیہ پڑھتے تھے اور دیگر صحابہؓ کا بھی یہی حال تھا، تفصیل کیلئے اس عنوان کے تحت ''حیات الصحابہ'' میں ذکر کئے گئے احوالِ صحابہ اور اقوالِ صحابہ دیکھے جاسکتے ہیں۔

حرام یا مکروہ کہنے والوں پر رد

ان تمام فتاویٰ اور احادیث کی روشنی میں یہ بات محقق ہوگئی کہ ذکر جہری، سری، انفرادی، اجتماعی حلقے کے ساتھ سب درست اور صحیح ہے بلکہ عنداللہ محبوب بھی، مطلوب بھی اور مقصود بھی ہے، جن حضرات نے ذکر جہری کو حرام کہا، ریا کی بنیاد پر کہا کہ اگر کوئی

شخص ریاکاری کے طور پر ذکر کر رہا ہو تو وہ حرام ہے، لیکن ہمیں کسی شخص متعین کے متعلق کیا حق پہنچتا ہے فیصلہ کرنے کا کہ اس کا ذکر ریا کی بنیاد پر ہے، یا دوسروں کو مغلوب کرنے کیلئے ہے، یا اپنی جماعت کی زیادتی کے لئے یا اور دوسرے مقاصد کے لئے ہے، یہ چیز تو عالم الغیب والشہادۃ ہی جانتا ہے، وہی عالم بالنیات ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقعہ پر حضرت اسامہ ابن زیدؓ کو فرمایا جبکہ انہوں نے ایک جنگ کے موقع پر ایک شخص کو کلمۂ طیبہ پڑھنے کے باوجود قتل کر ڈالا تھا فرمایا: **ھل لا شققت قلبہ** ''تم نے اس کے دل کو چیر کے کیوں نہیں دیکھ لیا'' اور فرمایا کہ تم قیامت میں اس وقت کیا کرو گے جب وہ اللہ پاک کے یہاں آئے گا اور اپنا مقدمہ رکھے گا کہ میں کلمہ پڑھ رہا تھا اور اس کے باوجود اس نے مجھے مارا تو اس وقت تم کیا جواب دو گے؟، جبکہ مقصدِ جہاد ہی اعلاء کلمۃ اللہ اشاعتِ توحید اور حفاظتِ اسلام ہے۔

نیز اگر کوئی مجوِّد قاری قرآن پاک کی قرأت مجمع کے اندر بیٹھ کر کر رہا ہو اور لوگ اس کی تلاوت سے محظوظ ہو کر اللہ کی محبت سے سیراب ہو رہے ہوں اور کبھی جوش میں **سبحان اللہ** اور کہیں **الحمدللہ**، کہیں درمیان میں **لا الٰہ الا اللہ** پڑھ رہے ہوں اور بہت سے ان میں وہ بھی ہوں جو معانی سمجھ رہے ہوں اور لطف لے رہے ہوں جیسا کہ بہت دفعہ ہوتا ہے۔ اب کوئی حاسد وہاں پہنچ کر فوراً فتویٰ لگا دے کہ یہ تو ریا کار ہے، اس کی تلاوت کرنا حرام ہے، چونکہ ریا کے لئے تو کوئی بھی عمل کرنا حرام ہے تو اس کی تلاوت بھی حرام ہوئی، لہذا اس کی تلاوت سننا بھی حرام ہے۔ تو کیا خود اس شخص کو تلاوت چھوڑ دینا چاہئے اور سامعین کو اس کے اس فتویٰ سے فوراً باز آ جانا چاہئے؟ بالفرض اگر ہم اس بات کو تسلیم کر لیں کہ واقعۃً کوئی شخص ریاکاری ہی کیلئے تلاوت کر رہا ہو، یا وعظ و بیان کر رہا ہو، یا

امامت کر رہا ہو، یا تدریس کر رہا ہو، یا کوئی اور دین کا عمل کر رہا ہو تو اس کو کیا وہ عمل چھوڑ دینا چاہئے، یا اپنی نیت کی اصلاح کرنی چاہئے، اور ریا کا علاج کرنا چاہئے؟ تو جواب یہی ہوگا کہ اس شخص کو اپنی نیت کی اصلاح اور درستگی لازم ہے نہ یہ کہ وہ اس عمل خیر ہی کو ترک کر دے، چنانچہ عالمگیری کی عبارت میں ہے: **اذا اراد ان یقرأ القرآن ویخاف ان یدخل علیہ الریا لا یترک القراۃ لا جل ذلک کذا فی المحیط** ۔یعنی اگر کوئی شخص قرآن پاک پڑھنے کا ارادہ کر رہا ہو اور اس پر ریا کا خوف ہو یعنی خیال ہو کہ میں ریاکاری کر رہا ہوں تو اس کی وجہ سے قرآن پاک نہ چھوڑے، ایسا ہی ''محیط'' میں ہے۔

مشائخ اولیاء اللہ، ذاکرین، شاغلین، عاشقین حضرات کے تعلق سے اس قسم کی بات شیطان دل میں ڈالتا ہے کہ یہ لوگ ریاکار ہیں، ایسے ہیں ویسے ہیں، اور اس طرح وہ اپنے جال میں پھانس کر ذکر اللہ سے دور کر دیتا ہے اور ذاکرین سے متنفر کرتا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں جب کسی گروہ پر شیطان مسلط ہوتا ہے تو اس کا سب سے پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے ذکر سے غافل کر دیتا ہے اور ایسے لوگ شیطان کی جماعت کہلاتی ہے اور یہ لوگ انتہائی خسارہ میں پڑنے والے لوگ ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے **اِسۡتَحۡوَذَ عَلَيۡهِمُ الشَّيۡطٰنُ فَاَنۡسٰهُمۡ ذِكۡرَ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ حِزۡبُ الشَّيۡطٰنِ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ الشَّيۡطٰنِ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ** ۔ اس آیت میں ہر سمجھدار انسان کیلئے ایک بہت بڑی تنبیہ ہے کہ کہیں وہ ذکر اللہ سے اور ذاکرین سے بدظنی کا شکار ہو کر خود اپنے آپ کو اور دوسروں کو اس جماعت کا مصداق تو نہ بنا رہا ہو جس کو اللہ پاک نے ''**حزب الشیطن**'' سے تعبیر کیا ہے۔

نیز جن لوگوں نے مکروہ کہا وہ صرف اس وجہ سے کہ کسی کی نماز میں یا تلاوت میں خلل نہ ہو اگر کسی تلاوت کرنے والے کی وجہ سے، یا کتاب پڑھنے والے کی وجہ سے لوگوں کی نمازوں

میں خلل پڑ رہا ہوتو کیا اس جہراً تلاوت کرنے والے کو اور کتاب پڑھنے والے کو یہ نہیں کہا جائے گا کہ آہستہ پڑھو یا دوسری جگہ جا کر پڑھو، یہ جگہ نماز کی ہے تا کہ دوسروں کی نماز میں خلل نہ ہو، یا یوں کہیں گے کہ جہراً تلاوت کرنا اور یہ کتاب پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور حرام ہے، اس کی جہراً تلاوت کو اور کتاب پڑھنے کو حرام کہنا یا مکروہ کہنا درست ہے یا نہیں؟ یہ بھی ایک لمحۂ فکریہ ہے، اور اگر مکروہ بھی ہوگا تو کیا مکروہ تحریمی بمعنی ناجائز اور حرام ہوگا؟ چونکہ ضابطہ ہے کہ ہر مکروہ مکروہ تحریمی ہوتا ہے جیسا کہ بعض حضرات نے اس ضابطہ کے پیش نظر ذکر جہری کو جو صرف ایسے موقعہ پر کہ جہاں دوسروں کی نماز میں یا تلاوت میں خلل پڑ رہا ہو مکروہ فرمایا ہے، اس کو انہوں نے مکروہ تحریمی ناجائز اور حرام تک پہونچا دیا، تو ان کے اس ضابطہ سے ایسی تلاوت اور اس طرح کتاب پڑھنے کو جس سے مسجد میں کسی ایک انسان کی عبادت میں خلل پڑ رہا ہو مکروہ اور حرام کہنا پڑے گا، جبکہ یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی جیسا کہ اس شخص پر مخفی نہیں ہے جو اس بارے میں کچھ بھی غور وفکر سے کام لے، بہت جگہ امام اعظمؒ سے مکروہ کا قول منقول ہوتا ہے اور بعد کے فقہاء اس میں اختلاف کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ امام کی مراد کراہت سے تنزیہی ہے اور کوئی کہتا ہے تحریمی ہے، جیسا کہ بلی کے جھوٹے کے سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف ہوا، اسی طرح لحومِ خیل میں فقہاء کرام کا اختلاف ہوا کہ حضرت امام اعظم کے ارشاد ''مکروہ'' سے مراد مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی۔ معلوم ہوا کہ یہ ایسا کلی ضابطہ نہیں ہے کہ جو ہر جگہ پر جاری ہو اور کہیں بھی اس میں تخلف نہ ہو چہ جائیکہ اس ضابطہ کا استعمال ایسی جگہ پر کیا جائے جس کا تعلق حق تعالیٰ کے ذکر سے ہو، جس کے بارے میں بہت ساری احادیث اور نصوص اور کبار فقہاء، محققین صوفیاء کرام اور مشائخ عظام کے اقوال و معمولات موجود ہوں، ایک دم سے ایسی چیز کو مکروہ تحریمی یا حرام و بدعت کہہ دینا کونسے فقہ اور علم کے کمال کی دلیل ہوگا؟۔

صوفیائے کرام کے حلقوں کے بارے میں اکابر فقہاء کی تصریحات

علامۃ الدہر محقق العصر الشیخ ابوالحسنات حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی قدس سرہ اپنے مشہور و معروف رسالہ ''سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر'' ص۵۱ میں اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وفی الفتاوی الخیریة سئل	یعنی فتاویٰ خیریہ میں ہے: شیخ ابراہیمؒ سے
من دمشق من الشیخ ابراهیم	پوچھا گیا دمشق سے کہ حضرات صوفیاء کرام
فی ماعتاده السادة الصوفیة	جو مسجد میں ذکر کے حلقے لگاتے ہیں اور
من حلق الذکر والجهر به	لوگوں کی جماعت کے ساتھ جہراً ذکر کرتے
فی المساجد من جماعة	ہیں یہ چیز انہوں نے اپنے بڑوں سے
ورثوا ذلک من اٰبائهم	حاصل کی ہے اور درمیان میں قصائد صوفیاء
واجدادهم وینشدون	یعنی عاشقان خدا کے اشعار وغیرہ پڑھتے ہیں
القصائد الصوفیةوثم من	جس کی وجہ سے بعض لوگ اعتراض کرتے
یعترض علیهم ویقول لا	ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ایسے اشعار پڑھنا اور
یجوز الانشاد وکذا رفع	زور سے ذکر کرنا جائز نہیں ہے، کیا ان کا
الصوت بالذکر فهل	اعتراض درست ہے اور حکم شرعی کے موافق
اعتراضه موافق للحکم	ہے؟ تو شیخ ابراہیمؒ نے جواب میں فرمایا: کہ
الشرعی فاجاب حلق الذکر	ذکر کے حلقے اور زور سے ذکر کرنا اور اس قسم

والجهر به وانشاد القصائد قد جاء في الحديث ما اقتضى طلبه نحو وان ذكرني في ملاء ذكرته في ملاء خير منه رواه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجة واحمد باسناد صحيح والذكر في الملإلايكون لا عن جهر وكذا حلق الذكر وطواف الملائكة بها وماورد فيها من الاحاديث۔

کے عاشقانہ اشعار پڑھنا بعض احادیث سے ان کا مطلوب ہونا معلوم ہوتا ہے اور پھر انہوں نے ذکر جہری کے تعلق سے اور ذکر کے حلقوں کے تعلق سے احادیث ذکر کی ہیں اور جن نصوص میں آہستہ ذکر کا تذکرہ ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کے ارشاد واذکر ربک فی نفسک اور ایک موقعہ پر رسول پاک ﷺ کا ارشاد جبکہ صحابہ کرامؓ زور سے ذکر اللہ کر رہے تھے حضور ﷺ نے فرمایا اپنے اوپر نرمی سے کام لو اللہ پاک بہرے نہیں ہیں، اس قسم کی احادیث کا بالتفصیل جواب دیا اور یہ ثابت کیا کہ ان آیات کا منشاء یہ نہیں ہے کہ اس کی ضد حرام یا مکروہ ہو بلکہ وہ موقعہ کی مناسبت سے ایک طریقہ کی تعلیم ہے اور مبتدیوں اور غافلوں کے لئے اول مرحلے میں ذکر جہری ہی نافع ہے، اور جب سالک ترقی کر کے ذکر میں رسوخ پیدا کر لیتا ہے پھر اس کے لئے ذکر خفی، ذکر قلبی، تضرع وزاری زیادہ انسب اور اولیٰ ہوا کرتی ہے، حضرت شیخ زکریاؒ حاشیہ ''الکوکب الدری'' میں لکھتے ہیں:

حدیث میں زور سے ذکر کی ممانعت کی وجہ

صاحب بذل المجہود نے فرمایا: کہ حضراتِ صحابہٴ کرامؓ جوش میں بہت

زیادہ زور سے ذکر اللہ کر رہے تھے اس لئے بطور شفقت اور نرمی کے تھوڑا آہستہ کرنے کیلئے فرمایا نہ کہ مقصد ذکر جہری کی ممانعت تھی، پھر وہ موقع جہاد کا تھا ایک مصلحت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ دشمنوں سے اپنے حال کو مخفی رکھا جائے۔

(کذا قال العلامۃ عبدالحی فی سباحۃ الفکر ص ۵۸)

بانه يختلف باختلاف المشارب والمقامات واللائق بحال اهل الغفلات الجهرُ وباحوال اهل الظهور الخفا قلت ترى الصوفية يمنعون عن الجهر بالذكر لمن ترقّىٰ الى درجة المشاهدة ويامرونه بالمراقبة وانت خبير

نیز صاحب روح البیان نے مزید فرمایا کہ یہ مشارب اور مقامات کے اختلاف سے مختلف ہوا کرتا ہے اہل غفلت لوگوں کے کیلئے ذکر جہری زیادہ بہتر ومفید ہے اور جو ان حالات سے آگے تجاوز کر گئے ہیں، ذکر ان کی طبیعت میں راسخ ہو گیا ہے ان کے لئے آہستہ زیادہ بہتر ہے۔

بان الصحابةؓ ببركة الصحبة قد ترقّوا على الدرجة القصوى وهذا هو السِرُّ انهم لا يحتاجون الى الضربات والاربعينات۔

نیز صاحب روح البیان فرماتے ہیں کہ آپ صوفیا کو دیکھیں اس شخص کے لئے جو مشاہدہ کے مقام پر پہنچ جاتا ہے ذکر جہری کو منع کرتے ہیں اور زیادہ تر مراقبات کرواتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ حضرات صحابہ کرام انتہائی درجہ پر فائز ہو چکے تھے، رسول اللہ ﷺ کے فیض صحبت اور فیض تربیت سے ان کو درجہٴ قصوٰی اور مرتبہٴ علیا حاصل ہو چکا تھا، یہی راز ہے کہ وہ چلوں کے اور ضرب لگانے کے محتاج نہیں تھے

جیسا کہ بعد والے لوگ اس سب کے محتاج ہیں۔

چنانچہ حضرات نقشبندیہ کے یہاں اصل ذکر خفی، سری وقلبی ہے نیز مراقبات ہی پر زور دیا جاتا ہے اور ختم خواجگان کبھی آہستہ اور کبھی زور سے ایک ساتھ ملکر پڑھ لیتے ہیں جس سے ایک روحانی حلاوت اور کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

(الکوکب الدری شرح ترمذی ص۹۴)

بندۂ ناچیز کہتا ہے کہ حضراتِ صحابہ کرامؓ کو رسول پاک ﷺ نے ان مقامات سے بھی گذارا اور وہ رسول پاک ﷺ کی صحبت کی برکت سے دین کے ہر شعبہ میں چاہے عبادات ہو، ذکر وفکر ہو، مراقبہ ومشاہدہ ہو، مجاہدہ وجہاد ہو، تزکیۂ نفس ہو، اخلاص اور احسان ہو، اخلاق وکمالات ہوں، ظاہری باطنی صفات ہوں، ان سب چیزوں میں حق تعالیٰ شانہ نے ان کو اس مقام پر پہونچایا جہاں بعد کے لوگ ہزاروں چلوں مشائخ کی صحبتوں اور محنتوں کے باوجود بھی نہیں پہنچ سکتے، بلکہ درحقیقت مشائخِ کرام اور اولیاء اللہ کی صحبت، صحبت نبوی ﷺ کا ایک عکسِ جمیل اور تزکیۂ نفس اور تزکیۂ اخلاق کی اسی محنت کا ایک رکن رکین اور جزوِ عظیم ہے جو رسول پاک ﷺ کے وظائف میں سے ایک بڑا وظیفہ قرار دیا گیا ہے۔

مقصدِ بعثت نبویؐ تزکیۂ نفوس بھی ہے

چنانچہ حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا: **هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیِّیْنَ رَسُوْلاً مِنْهُمْ یَتْلُوْ عَلَیْهِمْ اٰیَاتِهٖ الآیه** اور تزکیہ کے لئے ایک طرف مشائخ نے ذکر وفکر کی محنت کرنے کرانے کا ماحول بنایا جو انبیاءؑ کا خاص وصف رہا ہے۔ چنانچہ نصوص میں

صاف وارد ہے کہ رحمت عالم ﷺ ہر وقت حق تعالیٰ کو یاد کرتے تھے، یہی تمام انبیاءؑ اور صحابۂ کرامؓ کا حال رہا، یہ بات الگ ہے کہ کسی کو کسی ذکر سے اور کسی کو کسی خاص طریقہ سے ذوق رہا ہے، کسی پر اللہ کی عظمت کا غلبہ رہا تو ان کی زبان پر ہر وقت **اللہ اکبر** جاری رہا، کسی پر توحید کا غلبہ رہا تو ان کی زبان پر ہر وقت **لا الٰہ الا اللہ** کا تکرار رہا اور کسی کی زبان پر اللہ پاک کی تقدیس اور تنزیہ کا غلبہ رہا تو ان کی زبان پر ہر وقت **سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم** جاری رہا اور کسی کی زبان پر اللہ کی نعمتوں کا شکر غالب رہا تو ان کی زبان پر ہر وقت **الحمد للہ** جاری رہا۔

بدترین دور میں بہترین صحبتوں کی شدید ضرورت

آج کے جس دور اور ماحول سے امت کے افراد گزر رہے ہیں اس میں تو اور بھی زیادہ ایسی مجالس اور ایسی صحبتوں کی شدید ضرورت ہے جن سے ہمارے نوجوانوں میں یہ صفات وکمالات پیدا ہوں، جبکہ مشائخ چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ، نقشبندیہ کی یہ خانقاہیں ایک زمانۂ دراز سے ہمارے اس دور تک ذکر وفکر کی، تزکیۂ نفس، تزکیۂ اخلاق کی، مجاہدے، مشاہدے، مراقبے اور اسلام کی تبلیغ اور امت میں روحِ اسلام بیدار کرنے کی کارگاہ رہی ہیں، اور اس مقدس گروہ نے وہ خدمات انجام دیں کہ جنکے نتیجہ میں آج ہم اپنے آپ کو مسلمان کہلا رہے ہیں، یہ سب فیض انہیں بزرگوں کا ہے، جیسا کہ تاریخ پر تھوڑی سی بھی نظر رکھنے والا ان چیزوں سے واقفیت رکھتا ہے (دیکھئے تاریخ مشائخ چشت اور تاریخ مشائخ نقشبند وغیرہ)۔

فجر وعصر کے بعد کے اوقات دراصل ذکر اللہ کے اوقات ہیں

پھر جو اولیاء اللہ ذکر کے حلقے لگاتے ہیں وہ فجر، یا عصر، یا عشاء کے بعد ہوتے ہیں کیونکہ فجر وعصر کے بعد کا وقت ہی تسبیحات وتہلیلات یعنی ذکر اللہ کے لئے ایک خاص وقت ہے، چنانچہ حق تعالیٰ سورۂ آل عمران میں فرماتے ہیں : وَاذْکُرْ رَبَّکَ کَثِیْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ ○ سورۂ مریم میں فرمایا: فَاَوْحٰی اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُکْرَةً وَّعَشِیًّا ○ سورۂ طٰهٰ میں فرمایا: وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ آنَآءِ اللَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ ○ سورۂ نور میں فرمایا: یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ○ سورۂ روم میں فرمایا: فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ○ سورۂ احزاب میں فرمایا: وَسَبِّحُوْهُ بُکْرَةً وَّاَصِیْلًا ○ سورۂ ص میں فرمایا: یُسَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ ○ سورۂ مؤمن میں فرمایا: وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ ○ سورۂ فتح میں فرمایا: تُسَبِّحُوْهُ بُکْرَةً وَّاَصِیْلًا ○ سورۂ ''ق'' میں فرمایا: وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ○ (اوجز المسالک ج۲ ص۱۳۱، ۱۳۲)۔

حدیث: عن انسؓ قال : قال رسول ﷺ ولأن اجلس مع قوم یذکرون الله بعد صلاة الصبح إلىٰ ان تطلع الشمس أحب إلي مماطلعت علیه الشمس ولأن أجلس مع قوم یذکرون الله بعد العصر إلىٰ ان تغیب الشمس أحب إلي من الدنیا وما فیها	ترجمہ: حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں ایک جماعت کے ساتھ صبح کی نماز کے بعد سے آفتاب نکلنے تک ذکر میں مشغول رہوں یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے، اسی طرح عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک ایک جماعت کے ساتھ ذکر میں مشغول رہوں یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔

مساجد میں دینی پروگرام

دوسری بات یہ کہ مساجد کی بناء ہی نماز، اللہ کا ذکر، تلاوت، اعتکاف وغیرہ کیلئے ہوئی ہے، مساجد میں دینی پروگرام، وعظ وبیان کے جلسے مجلسیں، اچھے اشعار پڑھنا اس کے لئے رسول پاک ﷺ کا منبر رکھوانا حضرت حسان ابن ثابتؓ کیلئے، احادیث شریفہ میں مذکور ہے، خندق کے موقع پر سب نے ساتھ ملکر بلند آواز سے اشعار پڑھے، بخاری شریف میں ہے:

نحن الذین بایعوا محمدا　　　علی الجهاد مابقینا ابداً

اور رسول اللہ ﷺ اس کے جواب میں صحابۂ کرام کو یہ دعائیں دے رہے تھے:

اللهم لا خیر الا خیر الآخرة　　　فبارک فی الانصار والمهاجرة

اور کبھی یہ بھی فرماتے:

لا عیش الا عیش الآخرة　　　فاغفر للانصار والمهاجرة

اور ایک موقع پر یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

والله لو لا الله ما اهتدینا	تو ہدایت گر نہ کرتا تو کہاں ملتی نجات
فانزلن سکینة علینا	کیسے پڑھتے ہم نمازیں اور کیسے دیتے ہم زکوٰۃ
ان لاولیٰ قد بغوا علینا	اب اتار ہم پر تسلی اے شہہ عالی صفات
ولا تصدقنا ولا صلینا	پاؤں جموا دے ہمارے دے لڑائی میں ثبات
وثبت الاقدام ان لا قینا	بے سبب ہم پر یہ دشمن ظلم سے چڑھ آئے ہیں
اذا ارادوا فتنة ابینا	جب وہ بہکائیں ہمیں سنتے نہیں ہم ان کی بات

اور جب ''ابینا'' کہتے تو آواز بلند فرماتے (رواہ البخاری رص ۵۸۹رج ۲)۔

جب اس قسم کا کوئی کام کرتے ہیں تو اشعار پڑھنے سے کام کی مشقت کم ہوجاتی ہے، پھر حضراتِ صحابۂ کرامؓ میں جہاد کا جوش وخروش، اوپر سے رسول اللہ ﷺ کی بنفس نفیس اور بذات شریف شرکت نے صحابۂ کرامؓ کو مجاہدات کی لذتوں سے گذار کر مشاہدات کی اعلیٰ ترین لذتوں سے سرشار کردیا تھا اور باطن کی وہ لذت پھر ان اشعار کی شکل میں ظاہر ہوئی اور تمام صحابہ ان کیفیات میں شریک اور اللہ کی مرضی میں فنا تھے اور محبوب رب العالمین کی اطاعت میں سرِ تسلیم خم کئے ہوئے تھے، اس وقت کے منظر اور خندق کھودنے کے ان مجاہدات نے عظیم مشاہدات کا باب کھولا اور ایک چٹان جو صحابۂ کرامؓ سے نہیں کھدرہی تھی صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم تھک گئے تو آپ نے ایک کدال لیا اور اس پر مارا تو وہ ریت کی طرح بہہ پڑی، ادھر دشمنوں کی یلغار اور ان کا زور، ادھر بھوک کا عالم اور پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے ہیں اور ادھر رسول اللہ ﷺ چٹانوں کو توڑنے میں مصروف، اللہ اکبر مجاہدہ کا یہ عالم کہ آپ خود تکبیر پڑھ رہے ہیں، جوش میں اللہ اکبر کہہ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ملک شام کی مفاتیح اور خزانے مجھ کو دکھائے جارہے ہیں اور مجھے فارس وروم کے مدائن کا فتح ہونا دکھایا گیا اور قصرِ ابیض یعنی وائٹ ہاؤس (WHITE HOUSE) کا فتح ہونا بھی نظر آیا، یہ سب چیزیں ان ایمانی کیفیات پر مرتب ہوئیں جن سے حضرات صحابہ کرامؓ گزر رہے تھے، الغرض یہ ثابت ہوا کہ بلند آواز سے، کیفیات باطنی سے سرشار ہوکر اور مل جل کر اشعار پڑھ لینا، ختم خواجگان پڑھ لینا، اللہ کا ذکر کرلینا کوئی ممنوع چیز نہیں ہے بلکہ اس کا ثبوت موجود ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ لکھتے ہیں: **وقد ثبت جهره ﷺ بالاذكار والادعية فی كثير من المواضع وعمل به السلف وفی صحيح البخاری لما كانت الصحابة مشتغلين بحفر الخندق مهمومين بهم الجوع رأى رسول الله ﷺ حالهم وكان يقول اللهم لا عيش الا عيش الأخرة فاغفر للانصار والمهاجرة وكانوا يقولون فی جوابه نحن الذين بايعوا محمدا على الجهاد مابقينا ابدا** (سباحۃ الفکر فی الجہر فی الذکر رص ۷۳)۔

آداب مساجد از فتاویٰ عالمگیری

کیا مسجد میں بلند آواز سے ذکر کرنا منع ہے؟

ذكر الفقيه رحمه الله تعالى فی التنبيه حرمة المسجد خمسة عشر اوّلها ان يسلم وقت الدخول اذا كان القوم جلوسًا غير مشغولين بدرس ولا بذكر فان لم يكن فيه احد او كانوا فی الصلاة فيقول السلام علينا من ربنا وعلىٰ عباد الله الصالحين والثانی ان يصلی ركعتين قبل ان يجلس والثالث ان لا يشتری ولا يبيع والرابع ان لا يسل السيف والخامس ان لا يطلب الضالة فيه والسادس ان لا يرفع فيه الصوت من غير ذكر الله تعالى والسابع ان لا يتكلم فيه من احاديث الدنيا والثامن ان لا يتخطى رقاب الناس والتاسع ان لا ينازع فی المكان والعاشر ان لا يضيق على احد فی الصف والحادی عشر ان لا يمرّ بين يدی المصلی والثانی عشر ان لا يبزق فيه والثالث عشر ان لا يفرقع اصابعه فيه والرابع عشر ان ينزهه

عن النجاسات والصبيان والمجانين واقامة الحدود والخامس عشر ان يكثر فيه ذكر الله تعالیٰ كذا في الغرائب (عالمگیری ص۲۳۱)۔

عالمگیری کی اس عبارت میں چھٹے نمبر پر یہ ادب بیان کیا گیا ہے کہ مسجدوں میں ذکر اللہ کے علاوہ آواز بلند نہ کی جائے یعنی ذکر اللہ بلند آواز کے ساتھ جائز ودرست ہے، فتاویٰ عالمگیری اور ''شامی'' فقہ کے باب میں سب سے محقق ہے، شامی میں مستقل علامہ شعرانی کے حوالہ سے سلف وخلف کا اجماع ذکر جہری کے جواز پر نقل کیا گیا ہے، ہمارے اکابر رحمہم اللہ میں حضرت اقدس گنگوہیؒ کا فتویٰ، ان کے ارشادات، خود ان کا عمل، ان کے واقعات، حضرت اقدس نانوتوی قدس سرہ کا حضرت حاجی صاحب کے یہاں جانا، ان سے ذکر اللہ سیکھنا اور اپنے مقام پر آکر ذکر جہری کرنا، حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ کا ذکر جہری کرنا کرانا، حضرت اقدس رائے پوریؒ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب کی خانقاہ میں ان کے بعد حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ کی خانقاہ میں ذکر جہری انفراداً اور اجتماعاً، حضرت شیخ زکریاؒ کی تصانیف میں ''اوجز المسالک'' میں ذکر جہری کے تعلق سے انہیں احادیث سے استدلال جن کا تذکرہ حضرت علامہ مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے کیا، حافظ ابن حجر مکی ہیثمی نے کیا، ''الکوکب الدری'' حضرت گنگوہیؒ کی شرح ترمذی کے حاشیہ میں، حضرت شیخ کے عاشقانہ حواشی اور ذکر کے تعلق سے مستقل فضائل ذکر لکھنا اور اس میں قیمتی تشریحات سے صرف نظر کرنا کسی محقق عالم کی شان کے خلاف ہے کہ یہ سب علماء ربانیین اور اہل اللہ حضرات تھے۔

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے ملفوظات میں ذکر اللہ کی بیحد ترغیبات ملتی ہیں اور خود جو کچھ ان کو ملا مدرسوں اور خانقاہوں سے ملا، حضرت اقدس گنگوہیؒ کے مدرسہ اور خانقاہ اور ان کی صحبتوں سے ملا۔ اسی طرح ہمارے دیگر قریب وبعید کے مشائخ علم کے ساتھ عشق الٰہی سے سرشار رہے اور اپنے اپنے طور پر اصلاح امت میں کوشاں رہے اور ایک ایک بزرگ کے ہاتھ پر ہزاروں لاکھوں لوگوں نے توبہ کی، اپنے اعمال کی اصلاح کی اور ذکر وفکر سے مشرف ومسعود ہوئے، انہیں کے طرز پر جو حضرات چل رہے ہیں وہ نہایت قابل مبارکباد ہیں۔

ایمان کے شعبوں میں سب سے افضل ذکر اللہ ہے

عن معاذ بن جبل قال: سالت رسول الله ﷺ اى الايمان افضل ؟ قال : ان تعمل لسانك في ذكر الله (رواہ شعب الایمان ۴۱۴؍ج۱)۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا رسول اللہ ﷺ سے کہ ایمان کے شعبوں میں کونسا سب سے افضل ہے؟ فرمایا کہ تم اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں استعمال کرو۔

نیز حضرت معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا رسول اللہ ﷺ سے **اى الاعمال احب الى الله عزوجل؟** کہ کونسا عمل اللہ کو سب سے زیادہ پیارا ہے؟ تو فرمایا کہ تم اس حال میں مرو کہ تمہاری زبان ذکر اللہ سے تر رہے **وان تموت ولسانك رطب من ذكر الله عزوجل** (شعب الایمان ص۳۹۳؍ج۱)۔

نیز روایات میں یہ بھی ہے کہ جو شخص کثرت سے ذکر اللہ کرتا ہے، نفاق سے

بری ہو جاتا ہے، اس میں بہت بڑی فضیلت و بشارت ہے کیونکہ منافقین کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگ اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں جب کم یاد کرا تو نفاق ہے اور کم یاد کرنے والے منافقین ہیں تو روکنے والوں کو کیا کہا جائے گا؟ اس شخص پر تعجب ہے جو اس عمل سے اپنے آپ کو منسوب کرتا ہے جو کار نبوت سمجھا جاتا ہے اور جس کی چھ صفات میں ایک اہم ترین صفت ذکر اللہ ہے، جس پر بزرگوں نے بہت کچھ لکھا ہے ”حیاۃ الصحابہ“ میں بہت کچھ لکھا گیا پھر ”فضائل اعمال“ میں مستقلاً فضائل ذکر اللہ اور فضائل قرآن پر بہت کچھ لکھا گیا، نیز منتخب احادیث میں ذکر اللہ کی فضیلت پر بہت کچھ لکھا گیا، اور دعوت و تبلیغ کی کوششوں میں اس پر بہت زیادہ زور دیا گیا، اور اس پر آیات اور روایات سے استدلال کیا گیا، اور علم و ذکر کو دعوت کے دو بازو قرار دیا گیا کہ جس کے بغیر دعوت و تبلیغ کی فضاء میں کوئی پرواز ہی نہیں کر سکتا، پھر بھی اگر اس کی طرف ایسی کوئی بات منسوب ہو جو ذکر کے خلاف ہو یا ذاکرین کے خلاف ہو تو اس سے زیادہ نہ تعجب کی کوئی بات ہو سکتی ہے اور نہ افسوس کی کوئی شکل، کیونکہ اس مبارک کام میں لگنے کا منشاء ہی علم و ذکر کی تحصیل ہے اور عمل اور اخلاص اور اخلاق کا تزکیہ ہے اور خود یہ ایک اصلاحی مشن (Mission) ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علم و ذکر کی اہمیت پر حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے بعض ملفوظات پیش کئے جائیں۔ تا کہ ہمارے لئے بصیرت پیدا کرنے کا ایک نسخہ ہاتھ آ جائے اور ان کے منشاء کا پتہ چل جائے۔

علم و ذکر سے غفلت فتنہ وضلالت کا دروازہ کھول سکتی ہے

ایک دن بعد نماز فجر جب کہ اس تحریک میں عملی حصہ لینے والوں کا نظام الدین

کی مسجد میں بڑا مجمع تھا اور حضرت مولانا کی طبیعت اس قدر کمزور تھی کہ بستر پر لیٹے لیٹے بھی دو چار لفظ بآواز نہیں فرما سکتے تھے، تو اہتمام سے ایک خاص خادم کو طلب فرمایا اور اس کے واسطے سے اس پوری جماعت کو کہلوایا کہ آپ لوگوں کی یہ ساری چلت پھرت اور ساری جدوجہد بے کار ہوگی اگر اس کے ساتھ علم دین اور ذکر اللہ کا پورا اہتمام آپ نے نہیں کیا (گویا یہ علم و ذکر دو بازو ہیں جن کے بغیر اس فضا میں پرواز نہیں کی جا سکتی) بلکہ سخت خطرہ اور قوی اندیشہ ہے کہ اگر ان دو چیزوں کی طرف سے تغافل برتا گیا تو یہ جدوجہد مبادا فتنہ اور ضلالت کا ایک نیا دروازہ نہ بن جائے، دین کا اگر علم ہی نہ ہو تو اسلام و ایمان محض رسمی اور اسمی ہیں، اور اللہ کے ذکر کے بغیر اگر علم ہو بھی تو وہ سراسر ظلمت ہے اور علیٰ ہذا اگر علم دین کے بغیر ذکر اللہ کی کثرت بھی ہو تو اس میں بھی بڑا خطرہ ہے، الغرض علم میں نور ذکر سے آتا ہے اور بغیر علم دین کے ذکر کے حقیقی برکات و ثمرات حاصل نہیں ہوتے، بلکہ بسا اوقات ایسے جاہل صوفیوں کو شیطان اپنا آلۂ کار بنا لیتا ہے، لہذا علم اور ذکر کی اہمیت کو اس سلسلہ میں کبھی فراموش نہ کیا جائے اور اس کا ہمیشہ خاص اہتمام رکھا جائے، ورنہ آپ کی یہ تبلیغی تحریک بھی بس ایک آوارہ گردی ہو کر رہ جائے گی اور خدا نہ کردہ آپ لوگ سخت خسارہ میں رہیں گے۔

(حضرت مولانا کا مطلب اس ہدایت سے یہ تھا کہ اس راہ میں کام کرنے والے تبلیغ و دعوت کے سلسلہ کی محنت و مشقت، سفر و ہجرت اور ایثار و قربانی ہی کو اصل کام نہ سمجھیں، جیسا کہ آج کل کی عام ہوا ہے بلکہ دین کے تعلیم و تعلم اور ذکر اللہ کی عادت ڈالنے اور اس سے تعلق پیدا کرنے کو اپنا اہم فریضہ سمجھیں، بہ الفاظ دیگر ان کو صرف

''سپاہی'' اور ''والنٹیر'' بننا نہیں ہے بلکہ طالب علم دین اور ''اللہ کا یاد کرنے والا بندہ'' بھی بننا ہے) (ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۴۱)۔

سلسلۂ عالیہ مجددیہ کا طریقۂ کار

اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی شیخ سرہندیؒ کے عظیم الشان سلسلہ سے وابستہ لوگوں کی جلیل القدر خدمات ہیں، ایک ایک بزرگ کے دسترخوان پر دس دس ہزار آدمی صبح وشام مقیم ہوتے اور زبردست طریقہ سے یکسوئی اور خلوت کے ساتھ ذکر وفکر، مراقبے اور مشاہدے اور تزکیۂ اخلاق کی محنت کرتے اور شیخ وقت ان کو لیکر ایک مربی اور مشفق باپ کی طرح حلقے لگاتا، ذکر اللہ سکھاتا اور ان کو بلند ترین مقامات پر فائز کرتا، جس کی بدولت ساری دنیا میں اسلام کی اشاعت ہوئی، کفر وشرک اور بدعات وخرافات سے بہت سوں کو نجات ملی۔

ٹھیک ان کے طرز پر جو مشائخ دنیا کے مختلف ممالک اور علاقوں میں صبح وشام ذکر کے حلقے لگارہے ہیں اور اپنا قیمتی وقت امت کو دے رہے ہیں، ان کا امت پر اتنا بڑا احسان ہے کہ جس کا حق ادا کرنا مشکل ہے، بجائے اس کے کہ ہم ان کے اس عظیم الشان احسان کو مانتے تسلیم کرتے اور یہ سمجھتے کہ ہزاروں انسانوں کو ان کی بدولت نمازوں کا اہتمام اور دیگر تمام ارکان اسلام کی ادائیگی کا شوق، شریعت اور سنت کی عظمت کا استحضار ہورہا ہے اور انکا ظاہر وباطن وقت کی خرافات سے پاک ہورہا ہے، اور کوئی اللہ کا ولی دل میں درد رکھنے والا انسان، اللہ کا کوئی عاشق، عشق الٰہی کے جذبات ان کے اندر اتار رہا ہے اس کا ہم پر، ہماری نسلوں پر، ہمارے علاقہ پر، ہمارے ماحول پر بہت بڑا احسان ہے اور وہ ہمارے لئے اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے جو ہمیں مفت میں مل رہی ہے، سمجھنا تو یہ چاہئے تھا۔ مگر ان کے کمالات

ان کی عظیم صفات اور ان کی عظیم خدمات اور لوگوں کے فیضیاب ہونے پر حسد شروع کردیا جاتا ہے اور اعتراض شروع کردیئے جاتے ہیں جو نہایت ہی کم عقلی اور ناسمجھی کی علامت ہے۔

حضرت علامہ شامی قدس سرہ نے ایسے لوگوں کے لئے جنہوں نے ان کے شیخ حضرت مولانا خالد کردی نقشبندی قدس سرہ پر اعتراضات کئے تھے ان کے رد میں مستقل ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے ''سل الحسام الہندی لنصرۃ مولانا خالد نقشبندی'' اور حسد کی مذمت پر اور نتائج پر گفتگو کی ہے اور پھر یہاں تک لکھا ہے کہ جو لوگ اہل اللہ پر اس قسم کے اعتراضات کرتے ہیں ان پر سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے۔

یہ شیخ خالد کون ہیں؟ یہ علامہ شامیؒ کے شیخ ہیں اور صاحبِ روح المعانیؒ ان سے بہت عقیدت رکھتے ہیں، ان کو بھی نقشبندیت سے بڑا گہرا ربط تھا، ان کے تھوڑے سے حالات یہاں ذکر کئے جارہے ہیں:

حضرت مولانا خالد شہرزوری کردی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مشہور عالم تھے ہر فن میں عجیب استعداد رکھتے تھے، حدیث کی پچاس کتابوں کی سند حاصل کی، ہندوستان کے علماء میں سے صرف حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی تعریف کرتے تھے۔

حضرت شاہ غلام علیؒ ان کے اشعار کو عارفِ جام کے کلام سے مناسبت دیتے تھے، انہوں نے آپ کی مدح میں جو عربی وفارسی قصائد لکھے وہ خسرو اور جامی کی ان منظومات سے کسی طرح کم نہیں ہیں جو انہوں نے سلطان المشائخ اور خواجہ احرارؒ کی مدح میں لکھی ہیں۔

تحصیل علوم کے بعد کسی مدرسے میں درس کا شغل اختیار کیا، خدا طلبی کا جذبہ دل میں موجود تھا، اتفاق سے مرزا رحیم بیگ جو کہ جہاں گشت تھے ان سے ملاقات ہوگئی، ان سے کامل مرشد کی غیر موجودگی کی شکایت کی، مرزا صاحب رحیم اللہ بیگ کی رہنمائی پر حضرت دہلی پہنچے اور حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں نو ماہ تک رہے۔

جو لوگ حضرت شاہ غلام کے بارے میں بدگوئی کرتے وہ مولانا خالد کو خنزیر کی صورت میں نظر آتے جس سے ان کا اعتقاد اور بڑھ گیا، خانقاہ کے لئے پانی مہیا کرنے کی خدمت اپنے ذمہ لی۔ حضرت کے حلقہ میں جوتوں کی قطار کے پیچھے اور گردن جھکا کر بیٹھا کرتے تھے، حضرت ان پر بہت عنایت مبذول کرتے تھے، ان عنایات کے بعد انہیں خلافت سے بہرہ ور کیا، روانگی کے وقت انہیں حضرت شیخ محمد عابدؒ کے مزار تک وداع کرنے گئے اور خدا کے سپرد کیا، کہتے ہیں کہ حضرت نے رخصت کے وقت انہیں اُس دیار کی قطبیت عنایت کی تھی، یہاں سے جا کر انہوں نے بہت ریاضتیں کی، وہاں خلق کا اتنا ہجوم ہوجاتا کہ گویا وہاں کی سلطنت انہی سے متعلق ہے، ان کے خلفاء اور پھر خلفاء کے خلفاء ہزار ہا تھے، جب مولانا غوث الثقلین کی روح کی طرف متوجہ ہوتے تو حضرت خواجہ نقشبندؒ کو دیکھتے کہ فرماتے ہیں کہ ہماری طرف توجہ کرو، شاید کسی نے لکھا ہے کہ ان کا گھوڑا ابھی مشتبہ چارہ نہیں کھاتا تھا، الغرض ان سے بہت سی کرامات کا ظہور ہوا، اتنی عزت تو وہاں کے رئیسوں کی بھی نہیں تھی، کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ بغداد کے والی سے ناراض ہوکر اسے اپنی مجلس سے نکال دیا، ایک مرتبہ آپ نے حضرت شاہ غلام علی کا نام لیا تو لوگ بیہوش ہوکر گر پڑے۔

شیخ عبدالوہاب جو ان کے خلیفہ اور صاحب کرامت اور مرجع خلائق تھے ان سے منحرف ہوگئے، ان کی نسبت سلب ہوگئی اور لوگوں کی نظروں میں حقیر ہوگئے، یہاں تک کہ میرے والد حضرت شاہ ابوسعیدؒ جب حج کے لئے گئے تو وہ بہزار عجز و انکسار پیش آئے اور حضرت نے توجہات از سر نو دیں، میں نے سنا ہے اس کے بعد انہیں پھر مقبولیت حاصل ہوگئی، چند سالوں کے بعد انہوں نے وفات پائی (مقاماتِ مظہری رص ۳۶۴)۔

علامہ ابن حجر مکی ہیثمیؒ کا معرفت سے بھرپور کلام

ابن حجر مکیؒ فتاویٰ حدیثیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

فی الفتاویٰ الحدیثیة ، سئل عن قوم من الفقهاء ینكرون علی الصوفیة اجمالا او تفصیلا فهل هم معذورون ام لا؟ فاجاب، بقوله ینبغی لكل ذی عقل ودین ان لا یقع فی ورطة الانكار علی هؤلاء القوم فانه السم القاتل كما شاهد ذلك قدیما وحدیثا وقد قدمنا قصة ابن السقا المنكر علی ولی الله تعالیٰ فاشارله انه یموت كافر افشوهد عند موته بعد تنصره لفتنته بنصر انیة أبت منه الا ان ینتصر مستقبل الشرق وكلما حول للقبلة یتحول الی الشرق حتی طلعت روحه وهو كذلك وكان واحد اهل

فتاویٰ حدیثیہ میں ہے کہ فقہاء کی ایک ایسی جماعت کے بارے میں پوچھا گیا جو کہ حضراتِ صوفیا پر نکیر کیا کرتی تھی مجملاً یا تفصیلاً کہ آیا وہ لوگ معذور ہیں یا نہیں؟ تو انہوں نے یہ کہہ کر جواب دیا کہ ہر عقلمند اور دین دار کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان حضرات پر نکیر کی فکر میں نہ پڑے اس لئے کہ یہ زہرِ قاتل ہے، جیسا کہ

زمانه علما وذكاء وشهرة وتقدما عند الخليفة فحقت عليه الكلمة بواسطة انكاره وقوله عن ذلك الولى لا سألته مسئلة لا يقدر على جوابها (و)جاء عن المشايخ العارفين والائمة الوارثين انهم قالوا اول عقوبة المنكر على الصالحين ان يحرم بركتهم قالوا ويخشى عليه سوء الخاتمة نعوذبالله من سوء القضاء (و) قال بعض العارفين من رأيتموه يؤذى الاولياء وينكرمواهب الاصفياء فاعلموا انه محارب لله مبعود مطرود عن قرب الله (و) قال الامام المجمع على جلالته وامامته ابوتراب النخشبي رضى الله تعالىٰ عنه اذا الف القلب الاعراض عن الله تعالىٰ صحبته الوقيعة فى اولياء الله تعالىٰ ۔

ہر دور میں اس کا مشاہدہ ہو چکا ہے اور ہم ماقبل میں ابن سقاء کا واقعہ ذکر کر چکے ہیں جو ایک ولی اللہ پر نکیر کرتا تھا، انہوں نے اس کے متعلق اشارہ کیا تھا کہ یہ شخص کافر ہو کر مرے گا، چنانچہ اس کے مرنے کے وقت دیکھا گیا کہ وہ ایک عیسائی لڑکی کے فتنہ میں مبتلا ہوا، اس نے یہ شرط لگائی کہ پہلے وہ عیسائی مذہب اختیار کرے اور مشرق کو اپنا قبلہ بنائے، چنانچہ اسے روبہ قبلہ کیا جاتا تو اس کا رخ مشرق کی طرف ہو جاتا تھا حتیٰ کہ اسی حالت میں اس کی روح نکل گئی ۔ یہ شخص علم وفضل، ذکاوت وشہرت اور بادشاہ کا تقرب رکھنے میں اپنے دور کے لوگوں میں ممتاز تھا، لیکن اس نکیر کی وجہ سے ملعون ومردود ہوا (بحوالہ رسائل ابن عابدین رص ۳۱۷)۔

(۲) قال الامام العارف شاہ ابو شجاع الكرمانی ماتعبد متعبد باكثر من التحبب الى اولياء الله تعالىٰ لان محبتهم دليل على محبة الله

عزوجل (و) قال ابو القاسم القشيرى قبول قلوب الشيخ للمريد اصدق شاهد لسعادته وان رده قلب شيخ من الشيوخ فلا محالة يرى غب ذلك ولو بعد حين ومن خذل بترك حرمة الشيوخ فقد اظهر رقم شقاوته وذلك لايخطى انتهى (و) يكفى فى عقوبة المنكر على الاولياء قوله ﷺ فى الحديث الصحيح من آذى لى وليا فقد آذنته بالحرب اى اعلمته انى محارب له ومن حارب الله تعالىٰ الاكافر انتهى ملخصا ، وقد اطال فى ذلك فراجعه ان شئت (و) فيما ذكرنا، كفاية للمسترشدين ، اعاذنا الله واياهم ان نكون من المنكرين الحاسدين ، وجعلنا من المحبين الصادقين ، لعباده الصالحين واوليائه العارفين، وحشرنا فى زمرتهم يوم الدين۔

حضرت ملا علی قاریؒ کا ذوق ذکر اللہ

حضرت ملا علی قاریؒ "مرقاۃ شرح مشکوٰۃ" میں احادیث ذکر اللہ کی تشریح میں ایک مقام پر لکھتے ہیں: اور ذکر ہی مقصود اصلی ہے اور مطلوب اعلیٰ ہے: ذکر کی فضیلت کے سلسلہ میں تمہیں اتنا کافی ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے "فاذکرونی اذکرکم" "تم مرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا، حدیث میں وارد ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں میں اس کا ہمنشیں ہوتا ہوں جو میرا ذکر کرتا ہے اور جب وہ میرا ذکر کرے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، وغیر ذالک۔

شارح مشکوٰۃ حضرت ملا علی قاریؒ نے "مرقات" میں لکھا ہے کہ حضرت امام غزالیؒ جب مقام ذکر سے آشنا ہوئے اور ذکر کی لذت میں داخل ہوئے تو بڑے احساس کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ میری زندگی کا ایک بہترین حصہ "وجیز" "وسیط" اور "بسیط" نامی کتب کی تصنیف وتالیف میں ضائع ہو گیا، اس کو "اوجز" میں شیخ الحدیث مولانا محمد

زکریاؒ نے بھی نقل فرمایا ہے، بلکہ عارفین تو ذکر سے غفلت کو رِدّت کی اقسام سے شمار کرتے ہیں گرچہ ایک لمحہ کے لئے ہو، عارفین کا یہ کلام بطریقِ مبالغہ ہے، چنانچہ کسی عارف نے کہا ہے ؎

ولو خطرت لی فی سواک ارادة   علی خاطری سهواً حکمت بردّتی

(اگر میرے دل میں تیرے ماسوا کا سہواً بھی خیال آئے تو میں اپنے ارتداد کا حکم لگادوں گا)

سید علی ابن میمون المغربیؒ نے جب شیخ علوان حمویؒ میں تصرف کیا، یہ شیخ علوان مفتی اور مدرّس تھے تو انہوں نے ان کو ہر ایک معمول سے روک کر ذکر میں لگا دیا، جہال نے اس پر طعن وتشنیع کی کہ انہوں نے تو شیخ الاسلام کو گمراہ کردیا ہے، اورعوام الناس کو فائدہ پہنچانے سے روک دیا۔ ایک موقع پر سید علی ابن میمونؒ کو خبر ملی کہ شیخ علوان کبھی کبھی قرآن کی تلاوت بھی کرتے ہیں، تو انہوں نے اس سے بھی منع فرمایا، یہ دیکھ کر لوگ کہنے لگے کہ سید علیؒ زندیق ہے اس نے تو اس قرآن کی تلاوت سے بھی روک دیا جو ایمان ویقین کا مدار ہے، لیکن مرید نے اپنے شیخ کی پوری پوری اطاعت کی تا آں کہ ان کو لذت روحانی نصیب ہوئی اور دل کا آئینہ چمکنے لگا اور مشاہدۂ رب حاصل ہوا، اب شیخ نے ان کو تلاوت کلام اللہ کی اجازت دی، جب شیخ علوان حمویؒ قرآن کھول کر بیٹھے تو ازلی اور ابدی فتوحات منکشف ہوئیں، معرفتوں کے خزانے وَا ہوئے، ظاہری وباطنی معرفتیں نصیب ہوئیں، اب سید علی ابن میمون المغربیؒ نے کہا کہ میں تمہیں قرآن کی تلاوت سے منع نہیں کرتا تھا، بلکہ میں تمہیں زبان کی عدمِ صفائی اوراس کی بیانِ شان میں غفلت کی وجہ سے منع کیا کرتا تھا (مرقاۃ المفاتیح جلد ۵/ص ۶۳)۔

یہ سب ملا علی قاریؒ کا کلام ہے جس سے خود ان کا ذوق تصوف وروحانیت اور ذکر وفکر معلوم ہورہا ہے، اب ان کی ایک معمولی عبارت سے جسکا تعلق علامات قیامت سے ہے استدلال کرنا عجیب سی بات ہے ”کہ آوازیں بلند کرنا قیامت کی علامات میں سے ہے اگرچہ ذکر کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو“ اولاتو یہ عباراتِ فقہاء کے خلاف ہیں جیسا کہ عالمگیری کے حوالہ سے آداب مسجد میں ”من غیر ذکر اللہ“ کی صراحت آپ ماقبل میں ملاحظہ کرچکے ہیں شامی نے بھی اس کی تصریح نقل کی ہے، پھر ذکراللہ کے باب میں جوانہوں لکھا یہ اس سے بھی میل نہیں رکھتا ہے کیونکہ مسجد کا مقصد ہی نماز، ذکراللہ اور تلاوت ہے۔

موقع کی مناسبت سے ذکراللہ کی عظمت واہمیت کو سمجھانے کیلئے ذکروفکر کے تعلق سے کچھ مزید امور پیش خدمت ہیں!۔

نقشبندیہ کے اوراد ووظائف اور معمولات کے بارے میں ایک گفتگو

یہاں تک جو گفتگو کی گئی ہے وہ ذکر جہری کے سلسلہ میں تھی جو مشائخ چشتیہ کا ذوق وعمل ہے، اب کچھ گفتگو سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے اوراد ووظائف اور طریقۂ کار کے بارے میں بھی ضروری معلوم ہوتی ہے، اصل ان کے یہاں ذکر قلبی اور ذکر خفی ہے اور اپنی توجہ وتصرف سے سالک کو مقامات سلوک طے کرانا ہے، اور کبھی مشائخ چشتیہ، مشائخ نقشبندیہ کے طریقہ پر بھی ذکر کرتے ہیں اور کراتے ہیں اور کبھی مشائخ نقشبندیہ حکمت ومصلحت اور متوسلین و مریدین کے فائدہ کے لئے ذکر جہری بھی کراتے ہیں، دراصل تمام حضرات تمام سلسلوں سے وابستہ ہوتے ہیں اور یہ تمام سلسلے آپس میں مقصد اور منزل کے اعتبار سے متحد ہیں اور ان کا اختلاف فقہائے کرام کے اختلاف کی طرح نہیں ہوتا جبکہ وہاں بھی بہت دفعہ اداباً ایک

دوسرے کے مسلک پر عمل کی گنجائش ہوتی ہے، شرط یہ ہے کہ اپنے مذہب سے خروج اور تلفیق نہ ہو اور یہاں ایسی کوئی بات نہیں، چنانچہ جو شخص مشائخ کے تذکروں کی سیر کرتا ہے اور ان کے حالات میں لکھی ہوئی کتابوں کا ذوق رکھتا ہے تو اس کے اعتراضات ختم ہوتے چلے جاتے ہیں اور وہ سب کو حق جانتا ہے۔ کیونکہ اعتراضات زیادہ تر قلت مطالعہ اور قلت علم کا نتیجہ ہوتے ہیں، بسا اوقات ایک شخص کسی عالم کی ایک آدھ کتاب پڑھ کر اپنے آپ کو مجدد وقت اور مجتہد زمانہ اور مفتیٔ دوراں تصور کر بیٹھتا ہے، اور اسے یہ معلوم بھی نہیں ہوتا کہ اس بارے میں اس کے کبار مشائخ علماء، صلحاء، اتقیاء، اولیاء اللہ اور کبار فقہاء نے کیا لکھا ہے، اس سب کیلئے وسیع ترین مطالعہ اور وسیع ترین دل ودماغ کی ضرورت ہے جو کسی خاص باتوفیق کے حصہ میں آتی ہے۔ اب اولاً ہم ذکر قلبی کے تعلق سے کچھ لکھتے ہیں:

ذکر قلبی افضل ہے

الثالث الذكر الخفى بالقلب والروح والنفس وغيرها الذى لا مدخل فيه اللسان وهو الذكر الخفى الذى لايسمعه الحفظة اخرج ابو يعلىٰ عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ افضل الذكر الخفى الذى لا يسمعه الحفظة سبعون ضعفا اذا كان يوم

سوم قلب اور روح کے ساتھ ذکر خفی ہے، یہ وہ ذکر ہے جس میں زبان کو کوئی دخل نہیں اور جسے کاتبین بھی نہیں سن سکتے، امام ابو یعلیٰ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ حضور نے فرمایا جس ذکر خفی کو ملائکۂ کاتبین سن نہیں سکتے اسے غیر ذکر خفی پر ستر گنا زیادہ فضیلت ہے۔ قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو حساب کے

القيٰمة وجمع الله الخلق لحسابهم وجائت الحفظة بما حفظوا وكتبوا فيقول لهم انظرو اهل بقى له شيء فيقولون ماتركنا شيئا مما علمناه وحفظناه الا وقد احصينه وكتبناه فيقول تعالىٰ انله حسنة لاتعلمه واخبرك به هو الذكر الخفى قلت وهذا لذكر لا انقطاع لها ولا فتورلها (تفسیر مظہری ۳/۴۱)۔

لئے جمع کرے گا اور کاتبین اپنی تحریریں پیش کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ دیکھو اس کی کوئی نیکی رہ تو نہیں گئی؟ وہ عرض کریں گے ہمیں جو معلوم ہوا سب لکھ لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس کی ایک نیکی ایسی ہے جو تم نہیں جانتے وہ ذکر خفی ہے، میں کہتا ہوں کہ ذکر خفی نہ منقطع ہوتا ہے، نہ اس میں فتور آتا ہے۔

عن معاذ بن جبلؓ قال: قال رسول الله ﷺ أكثروا ذكرالله فإنه ليس شيء احب الى الله ولا انجى للعبد من حسنةٍ فى الدنياوالآخرة من ذكرالله ولو ان الناس اجتمعوا علىٰ ما امروا به من ذكر الله لم نكن نجاهد فى سبيل الله ـ تفرد به مروان بن سالم والله اعلم ، وزاد فيه غيره وإن الجهاد شعبة من ذكر الله (شعب الایمان رج ۱/۳۹۵)۔

حضرت معاذ بن جبلؓ سے منقول ہے کہ فرمایا رسول اکرم ﷺ نے نہیں ہے کوئی چیز جو زیادہ محبوب ہو اللہ کو اور نہیں ہے کوئی نیکی اور بھلائی جو زیادہ نجات دینے والی ہو بندہ کو دنیا میں بنسبت ذکر اللہ کے کہ وہ سب سے زیادہ حق تعالیٰ شانہ کو محبوب ہے، اور اگر سارے لوگ اللہ کے ذکر پر جمع ہوجاتے تو پھر ہمیں جہاد کی ضرورت نہ پڑتی، یعنی جہاد بھی اللہ کے ذکر کو بلند کرنے ہی کے لئے ہے اور ایک روایت میں یہ

بھی اضافہ ہے کہ خود جہاد اللہ کے ذکر کا ایک شعبہ ہے تو اس کا منشاء بھی ذکر اللہ ہی کی اشاعت ہے۔ اس حدیث کے تحت امام بیہقیؒ لکھتے ہیں:

ذکر قلبی ہی اصل ہے اور اسی سے انسان معاصی سے بچتا ہے

قال الحليمي رحمه الله : وفى هذا الحديث ان المراد بالذكر ليس هو الذكر باللسان وحده ولكنه جامع للسان والقلب، والذكر بالقلب افضل لان الذكر باللسان لا يردع عن شىء والذكر بالقلب يردع عن التقصير فى الطاعات والتهافت فى المعاصى والسيئات۔

یعنی اس حدیث میں مراد ذکر سے صرف ذکر لسانی نہیں ہے بلکہ ایسا ذکر ہے جو زبان اور قلب دونوں سے ہو، اور ذکر بالقلب افضل ہے اس لئے کہ صرف ذکر باللسان سے انسان خرافات سے اور معاصی سے نہیں بچ سکتا جب تک کہ دل سے اللہ کی یاد میں مشغول نہ ہو کہ ذکر قلبی ہی انسان کو طاعات میں تقصیر سے روکتا ہے اور معاصی وسیئات میں گرنے سے بچاتا ہے۔

نیز ایک جگہ امام بیہقیؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایسا ذکر جو سنائی نہیں دیتا، دل دل میں ہوتا ہے ذکر جہری پر جو سنائی دیتا ہے ستر گنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے **عن عائشةؓ ان النبى ﷺ قال الذكر الذى لايسمعه الحفظة يزيد على الذكر الذى يسمعه الحفظة سبعين ضعفاً** (بیہقی شعب الایمان ۴۰۷ ج ۱)۔

رسول پاک ﷺ کا قلب مجلیٰ ہر وقت ذکر اللہ کرتا تھا

نیز وہ روایت جس کو امام ابوداؤدؒ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے نقل کیا ہے جس کی عبارت اس طرح ہے **عَنْ عَائشةَ قَالَتْ كَانَ رسولُ الله ﷺ يَذكُرُ اللهَ**

تعالىٰ علىٰ كلِ اَحيَانه ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ہر وقت حق تعالیٰ شانہ کو یاد کرتے تھے۔

صاحبِ منہل شارح ابوداؤد علامہ محمود محمد خطاب السبکی تاج العلماء الاعلام لکھتے ہیں:

والمراد بالذكر الذكر اللسانى وعليه فليستثنىٰ من عموم الاحوال حال الجنابة فانه ﷺ كان لايقرأ القرآن حينئذ وكذا يستثنىٰ حال كشف العورة وقضاء الحاجة ويحتمل ان يرادبالذكر الذكر القلبى فيبقى العموم على حاله لانه ﷺ كان دائم التفكر لايفتر عن الذكر القلبى لافى يقظة ولا نوم قال فى المرقاة الذكر نوعان قلبى ولسانى والاول اعلاهما وهو المراد فى الحديث وفى قوله تعالىٰ ۔
(المنہل العذب المورود شرح ابی داؤد ج ۱ ص ۷۳)

کہ دونوں احتمال ہیں ایک تو یہ کہ مراد ذکر لسانی ہے تب تو اس سے بعض احوال مستثنیٰ ہونگے جیسے قضائے حاجت وغیرہ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ مراد اس سے ذکر قلبی ہے تو پھر کسی استثنیٰ کی ضرورت نہیں رہے گی، عموم اپنی حالت پر برقرار رہے گا، اس لئے کہ رسول اکرم ﷺ دائم التفکر تھے، نیند اور بیداری ہر حال میں آپ کا قلب اقدس ذکر اللہ کے ساتھ جاری رہتا تھا، اور یہی احتمال بقول ملاعلی قاریؒ کے زیادہ مناسب حال ہے اور حق تعالیٰ کے ارشاد **اذکروا الله ذکرا کثیرا** کے قریب ہے۔

ذکر قلبی سے کیا مقصود ہے؟

اس پر روشنی ڈالتے ہوئے امام المجددین، فخر الصالحین، قدوۃ الراسخین، ماہر اسرار شریعتِ آگاہ بر اسرار حقیقت حضرت اقدس مجدد الف ثانیؒ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

عقائد کی درستی اور شریعت حقہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق اعمالِ صالحہ کی ادائیگی کے بعد اپنے اوقات کو اللہ جل شانہ کے ذکر سے آباد رکھیں اور اس کی یاد سے غافل نہ رہیں، ظاہر کو اگر خلقت سے مشغول رکھیں تو باطن کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ رکھنا چاہئے اور اس کی یاد سے لذت حاصل کرنا چاہئے ۔ یہ دولت ہمارے خواجگان قدس اللہ اسرارہم کے طریقہ میں مبتدی کو پہلے ہی قدم پر، شیخ کامل ومکمل کی صحبت میں خدا تعالیٰ کی عنایت سے میسر آجاتی ہے، شاید آپ کو بھی اس کا یقین ہو چکا ہوگا بلکہ کچھ حصہ بھی نصیب ہوا ہوگا، اگرچہ تھوڑا ہی ہو، جو کچھ ہاتھ آجائے اسے ناز سے رکھیں اور اس کا شکر ادا کریں اور زیادہ کی امید رکھیں ، اور چونکہ حضرات نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کے طریقہ میں ابتدا ہی میں انتہا کا اندراج ہے، اگر اس طریقہ میں تھوڑا بھی ملا ہو تو وہ بہت ہے کہ وہ ابتدا میں انتہاء سے خبردار ہے، لیکن مبتدی کو چاہیئے کہ اسے جتنا بھی زیادہ ہاتھ آجائے اس کی نگاہ میں تھوڑا معلوم ہو، لیکن اس کے شکر سے فراغ نہ ہو، اس کا شکر بھی ادا کرے اور زیادہ کا طلبگار بھی ہو، ذکر قلبی سے اصلی مقصود خدا تعالیٰ کے سوا کی گرفتاری سے آزاد ہونا ہے کہ دل کی بیماری اسی کا نام ہے اور جب تک رہائی حاصل نہ ہو ایمان کی حقیقت نصیب نہیں ہوتی اور شریعت کے اوامر ونواہی کی ادائیگی میں سہولت اور آسانی پیدا نہیں ہوتی ۔

ذکر گو ذکر تا ترا جان است　　　　پاکیٔ دِل ز ذکر رحمان است

کھانا کھانے میں چاہئے کہ نفس کی لذت مطلوب نہ ہو بلکہ عبادت کے لئے قوت واستطاعت حاصل کرنے کی نیت سے ہو، اور اگر ابتدا میں یہ نیت میسر نہ آسکے

تو تکلف سے اپنے آپ کو اس نیت پر لائیں اور التجا وزاری کریں کہ یہ نیت میسر ہو اور اسی طرح لباس پہننے میں عبادت کے لئے اور نماز کی ادائیگی کے لئے زینت کی نیت ہو کہ قرآن مجید میں آیا ہے: خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (ہر نماز کے لئے اپنی زینت کرو) نفیس لباس پہننے سے لوگوں کا دکھلاوا مقصود نہ ہو کہ وہ منع ہے، اور اسی طرح کوشش کریں کہ تمام افعال وحرکات وسکنات میں اپنے مولیٰ عزوجل کی رضامندی منظور ہو اور شریعت حقہ کے مطابق عمل کیا جائے ، اس وقت ظاہر وباطن دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہونگے مثلاً خواب (نیند) جو سراسر غفلت ہے جب اطاعت کی ادائیگی میں سستی دور کرنے کی نیت سے ہو تو وہ نیند بھی اس نیت سے عین عبادت ہو جائے گی ، جب تک وہ نیند میں رہے گا گویا کہ وہ عبادت میں ہے کیونکہ وہ عبادت کی نیت سے سویا ہے، حدیث میں آیا ہے علماء کی نیند عبادت ہے، اگرچہ میں جانتا ہوں کہ آج اس معنی کا حصول آپ سے مشکل ہے کہ رکاوٹوں کا ہجوم ہے اور عادات ورسومات کا التزام ہے اور ننگ وناموس منظور ہے، یہ سب چیزیں شریعت غرّاء کی ضد ہیں، کیونکہ شریعت تو رسوم وعادات کو مٹانے کے لئے آئی ہے اور ننگ وناموس کو ختم کرنے کے لئے ، کیونکہ یہ چیزیں نفس امارہ کی خواہش سے پیدا ہوتی ہیں ۔

ہاں اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ذکر قلبی پر ہمیشگی کریں گے اور بغیر سستی پنج وقت نماز باشرائط ادا کریں گے اور شریعت کے حلال وحرام میں حتی المقدور احتیاط کریں گے ہوسکتا ہے کہ اس معنیٰ کا جمال ظاہر ہو اور خود بخود راغب ہو جائیں، اور اس قسم کی نصیحتیں

لکھنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اگرچہ ان نصائح کے مطابق عمل حاصل نہ ہوسکے تو اپنے قصور و نقص کا اعتراف تو حاصل ہوگا اور وہ بھی ایک دولت ہے۔

(مکتوبات مجدد الف ثانیؒ ر ص ۵۷ر دفتر دوم، حصہ دوم)

قرآن میں ذکر خفی کی فضیلت

قال تعالیٰ: **اِذْنَادٰی رَبَّہٗ نِدَاءً خَفِیًّا، وفی ھٰذہ الاٰیۃ ذکر اللہ تعالیٰ عبدہ صالحا ورضی عنہ** (تفسیر مظہری) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندے کو یاد فرمایا اور اس کے اس فعل یعنی مخفی یاد کرنے کو پسند فرمایا۔ وقولہ تعالیٰ: **وَاذْکُرْ رَبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعاً وَخِیْفَۃً الخ** ۔اسی آیت کی تفسیر میں امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تبلیغِ وحی کا حکم دینے کے بعد متصل ہی اس آیت میں حکم دیا: **بان یذکر ربہ فی نفسہ والفائدۃ فیہ ان انتفاع الانسان بالذکر انما یحصل اذا وقع الذکر بھذہ الصفۃ لانہ بھذا الشرط اقرب الی الاخلاص والتضرع** ۔ کہ آپ ﷺ اپنے پروردگار کو دل میں یاد کریں، اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ آدمی ذکر سے مکمل طور پر مستفید اس صورت میں ہوسکتا ہے جب ذکر میں یہ صفت پیدا ہوجائے کیونکہ اس شرط یعنی ذکر قلبی سے ذکر کرنا اخلاص اور تضرع سے زیادہ قریب ہے۔

فائدہ : ذکر خفی مبتدی کو ریا وسُمعہ سے محفوظ رکھتا ہے اور منتہی کے لئے ماسوائے اللہ کی محبت سے انقطاعِ کل اور فنافی المذکور کا فائدہ دیتا ہے، جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: **من عرف اللہ قل لسانہ** اور تفسیر ابی السعود میں ہے کہ: **وھو عام فی الاذکار کافۃ فان الاخفاء ادخل فی الاخلاص واقرب من الاجابۃ** ۔اخفاء

تمام اذکار کے لئے عام ہے کیونکہ اخفاء (ذکر خفی) میں اخص کا عنصر سب سے زیادہ ہے اور قبولیت کے اعتبار سے اقرب ہے۔

فائدہ: (۱) عبادت کی قبولیت کا انحصار اخلاص پر ہے اور ذکر خفی میں سب سے زیادہ اخلاص پایا جاتا ہے۔

(۲) عبادت کا مقصود قبولیت ہے اور اخفاء اقرب الی المقصود ہے، یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام کی اکثریت نے ذکر خفی پر مواظبت کی ہے اور جن سلسلوں میں سالک کی تربیت کے لئے ذکر جہر لسانی کرایا جاتا ہے وہ صرف مبتدی کے لئے ہے اور منتہی کے لئے ان کے ہاں بھی ذکر خفی پر ہی زور دیا جاتا ہے۔

ذکرِ الٰہی اور ذکرِ کثیر کے لئے قرآن مجید میں متعدد آیات ملتی ہیں، کہیں ذکر اسمِ ذات کی تاکید ہے، کہیں ذکرِ قلبی کی تلقین کی گئی ہے، جو ذکر کثیر اور ذکر دائمی کی واحد صورت ہے، بالخصوص ایک آیت جامع خصوصیات کی حامل ہے۔

وَاذْکُرْ رَبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعاً (اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو دل میں
وَخِیْفَۃً وَدُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ گڑگڑاتے اور ڈرتے ہوئے اور پکار
وَالْاٰصَالِ وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغَافِلِیْنَ سے کم آواز بولنے میں، صبح اور شام کے وقت، اور مت رہ بے خبر) اس آیت کی تفسیر مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ کے حوالہ سے "نفحۃ العنبر من ہدی الشیخ انور" کے ر ص ۱۳۵ر پر یوں فرمائی ہے:

قال شیخ رحمہ اللہ انور لا شیخ انورؒ نے فرمایا ہم قرآن کی اس آیت کے
نخرج فیہ عن اللفظ وبعنوانہ الیٰ لفظ سے باہر نہیں جاتے اور نہ اس کے عنوان
غیرہ فھو فی الذکر لا الصلوٰۃ سے کسی غیر معنی کی طرف جاتے ہیں، پس اس

وان كانت ذكرا،قوله واذكر ربك الظاهر المراد به ذكره في القلب ولعله ندالم يقل واذكر اسم ربك وقال تضرعا وخيفة ولم يقل خفيةً ، فالخيفة من عقابه امر في القلب كماقال انما المؤمنون الذين اذا ذكر الله وجلت قلوبهم، وعند الترمذي من ابواب صفة جهنم عن انس عن النبي ﷺ قال يقول الله اخرجوا من في النار من ذكرني يوما وخافني في مقام، هذا حديث حسن۔

سے مراد ذکر ہے نہ کہ نماز، اگرچہ نماز بھی ذکر ہے اور ''واذکر ربک'' سے ظاہر مراد ذکر قلبی ہے لسانی نہیں، نماز تو ذکر لسانی ہے، شاید اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ''واذکر اسم ربک'' نہیں فرمایا، خوف دل کا فعل ہے اور از قبیل عقاب ہے یعنی خوف، جیسے فرمایا مومن وہ ہیں جن کے سامنے خدا کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں، اور ترمذی شریف کی حدیث ''صفت ابواب جہنم'' میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس شخص کو آگ سے نکال دو جس نے صرف ایک دن مجھے یاد کیا، یا وہ میرے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا۔

اس آیت اور اس کی تفسیر سے ثابت ہوا کہ: (۱) ذکر سے مراد ذکر قلبی ہے (۲) ذکر جہری لسانی کے مقابلہ میں ذکر قلبی کو فضیلت حاصل ہے (۳) ترمذی کی حدیث سے ظاہر ہے کہ یہ ذکر دوزخ کی آگ سے نجات دلانے والا ہے (۴) اللہ تعالیٰ نے صبح وشام ذکر کرنے کا حکم دیا (۵) صبح وشام ذکر نہ کرنے والا خدا سے غافل ثابت ہوا۔

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں ذکر کا طریقہ

ہمارے سلسلۂ نقشبندیہ میں جو ذکر کرایا جاتا ہے وہ ذکرِ قلبی ہے نیز صبح وشام

ذکر کا معمول ہے اور اس آیت پر ہمارا پورا پورا عمل ہے۔ حدیث شریف میں ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر وقت حق تعالیٰ شانہ کا ذکر فرماتے تھے کوئی وقت ایسا نہیں گذرتا تھا جو حق تعالیٰ شانہ کے ذکر سے خالی ہو، یہ روایت ابوداؤد شریف کی مشہور روایت ہے۔ اس کی تشریح میں صاحب ''المنہل'' جو مصر کے بہت بڑے عالم ہیں اور جن کی شرح ابوداؤد سب سے عمدہ شرح ہے، فرماتے ہیں کہ تمام اوقات میں رسول اللہ ﷺ ذکر اللہ فرماتے تھے، چاہے سوتے ہوں اور چاہے جاگتے ہوں، اسی سے وہ نکتہ بھی منکشف ہوتا ہے جس میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا **تنام عيناى ولاينام قلبى** کہ میری آنکھیں سوتی ہیں، دل بیدار رہتا ہے۔

ذاکرین کی دعائیں قبول ہوتی ہیں

ذکر اللہ کرنے والوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، چنانچہ امام بیہقیؒ نے جلد اول رص۴۹۰ر پر یہ روایت ذکر کی:

عن ابی هريرةؓ عن النبی ﷺ قال ثلاثة لا يرد الله دعاء هم : الذاكر الله كثيراً ، ودعوة المظلوم ، والإمام المقسط۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ حق تعالیٰ شانہ تین شخصوں کی دعائیں رد نہیں کرتے، ایک وہ شخص جو اللہ پاک کو خوب یاد کرتا ہو، دوسرے، مظلوم کی بددعاء، اور تیسرے انصاف کرنے والے بادشاہ کی دعاء۔

سب سے بلند درجہ ذاکرین ہی کا ہے

نیز ذاکرین ہی سب سے بلند درجہ لوگ ہیں، حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے

ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے بلند درجہ والا کون انسان ہے؟ فرمایا کہ اللہ کو یاد کرنے والے ہیں۔

ذکر سے محبت الٰہی حاصل ہوتی ہے

نیز اللہ کے ذکر ہی سے اللہ پاک کی محبت پیدا ہوتی ہے اور ذکر اللہ کی کثرت ہی اللہ پاک کی محبت کی علامت ہے، چنانچہ امام بیہقیؒ نے لکھا:

قال الحليميؒ فأما إدامة ذكر الله تعالىٰ حده التى ذكرنا بها أمارات المحبة فقد جاء فيها قول الله عزوجلّ يا ايها الذين امنوا اذكروا الله ذكرا كثيرا وسبحوه بكرة واصيلاً۔

اور اپنی اس بات پر مزید آیت مذکور سے استدلال کرنے کے بعد مالک ابن دینارؒ کا قول پیش کیا ہے کہ حق تعالیٰ سے محبت کی علامت اللہ پاک کا دائمی ذکر ہے، اس لئے کہ جو شخص کسی چیز سے محبت کرتا ہے اس کا اسی کثرت سے تذکرہ کرتا ہے۔

نیز بعض حضرات نے فرمایا جو شخص جس قدر ذکر اللہ سے لگاؤ رکھتا ہوگا اسی قدر حق تعالیٰ شانہ کی محبت اس کو حاصل ہوگی، اور امام بیہقیؒ نے بعض بزرگوں سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ لوگوں میں قلبی پریشانی اور ذہنی الجھنوں سے وہ شخص دور رہتا ہے جس کا دل اللہ کے ذکر سے بہت زیادہ سرشار رہتا ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ کسی بندہ کی سچائی بھی اسی چیز سے ظاہر ہوتی ہے کہ وہ کثرت سے اللہ کے ذکر میں مشغول ہو، نیز حضرت ذوالنونؒ کا یہ ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ جس شخص نے حق تعالیٰ کی معرفت حاصل کی اسی شخص کو عبادت اور عبودیت کی لذت حاصل ہوتی ہے اور وہی شخص اللہ کے ذکر اور اللہ کی اطاعت کی حلاوت پاتا ہے، پس وہ اپنے ظاہر کے ساتھ مخلوق میں

ہوتا ہے اور اپنے باطن کے ساتھ خالق تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے، اور یہی کیفیت جو امام بیہقیؒ نے شعب الایمان میں بیان فرمائی ہے، بقول حضرت ملا علی قاریؒ کے حضرات صحابۂ کرامؓ کو حاصل تھی ان کو ذکر اللہ کی حلاوت، نمازوں کی حلاوت، تلاوت کی لذت، ایمان کی ایک مخصوص کیفیت سے اتصاف تھا جس کی برکت سے جان، مال، اولاد، اوقات اور اپنا سب کچھ قربان کردینا انہیں بالکل آسان لگتا تھا بلکہ اس میں ان کو بہت زیادہ شوق اور رغبت تھی۔

حضرت ملا علی قاریؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: جو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے حضرات صحابہ کرامؓ کے حالات میں بیان کی ہے۔ **كانوا فرشيين بابدانهم عرشيين بارواحهم كائنين مع الخلق فى الظاهر بائنين عن الخلق مع الحق فى الباطن** ۔ترجمہ: یعنی حضرات صحابۂ کرامؓ اپنے ابدان سے فرشِ زمین رہتے تھے اور اپنی ارواح کے ساتھ عرش بریں پر، بظاہر مخلوق میں شامل مگر حقیقت میں حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ واصل رہتے تھے، ظاہر ہے کہ یہ کیفیات صحبت رسول اللہ ﷺ اور ذکر وفکر، مجاہدات ومشاہدات کی ہی برکات تھیں۔

نیز حضرت ملا علی قاریؒ نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ شیخ ابوسعید خرّازؒ فرماتے ہیں کہ جب حق تعالیٰ شانہ کسی بندہ سے محبت فرماتے ہیں اس پر اپنے ذکر کا باب کھول دیتے ہیں، پھر جب اس کو ذکر اللہ کی حلاوت ولذت حاصل ہوتی ہے تو اس پر اپنے قرب کا باب کھول دیتے ہیں پھر اس کو اُنس کی خاص مجلسوں میں شریک کرتے ہیں یہاں تک کہ اس کو توحید کی کرسی پر بٹھا دیتے ہیں اور اس سے حجابات کو

اٹھا لیتے ہیں اور پھر اس کو فردانیت کے دار میں داخل کر دیتے ہیں اور اس کے سامنے اپنے جلال وعظمت کو منکشف فرما دیتے ہیں، جب حجابات اٹھنے کے بعد حق تعالیٰ شانہ کی عظمت اور کبریائی اور جلال و بزرگی پر اس کی نظر پڑتی ہے تو وہ بندہ بالکل فانی ہو جاتا ہے اور اس وقت وہ اپنے نفس کے، اپنے علم کے اور اپنے کمالات کے تمام دعووں سے بری ہو جاتا ہے (مرقات رص ۱۷۱ر۲رج۱)۔

ان عبارات سے حضرت ملا علی قاریؒ کا ذوقِ ذکر وفکر مترشح ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے ان کو اس بارے میں کتنا عظیم علم عطا فرمایا تھا، نیز جو کچھ انہوں نے حدیث جبریل کی شرح کرتے ہوئے احسان پر لکھا ہے اس کو جلدی سے سمجھنا اور سمجھانا بھی مشکل ہے، اب ظاہر بات ہے کہ وہ احسان کی کیفیت جس کو **ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک** میں رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا وہ کیفیت بغیر مجاہدہ، مشاہدہ اور مشائخ کرام کی طویل صحبتوں کے کیسے میسر ہو سکتی ہے، حضرات صحابہ کرام کو یہ چیزیں رسول پاک ﷺ کی صحبت، تعلیم وتلقین اور نظر کیمیا اثر کے طفیل حاصل تھی جو بعد والوں کو مجاہدہ اور مشائخ کی صحبت سے بھی حاصل ہو جائیں تو غنیمت ہے، اسی کے لئے یہ سب محنتیں ہیں جن کا نام تصوف ہے، سلوک ہے، تزکیۂ اخلاق ہے، ذکر وفکر ہے، مراقبہ ومشاہدہ ہے۔

ذکرِ الٰہی حفاظت کا قلعہ ہے

ذکر اللہ ہی سے شیطان سے حفاظت ہوتی ہے، چنانچہ منقول ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ پاک نے یحییٰ ابن زکریاؑ کے پاس پانچ باتوں کی وحی کی،

کہ خود بھی عمل کرے اور بنی اسرائیل کو بھی اس پر عمل کرنے کا حکم کرے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، اس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ یحییٰؑ نے فرمایا کہ میں تم کو اللہ پاک کے خوب ذکر کا حکم دیتا ہوں اور اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص کو دشمن پکڑنے کیلئے اس کے پیچھے بھاگ رہے ہوں اور وہ کسی مضبوط قلعہ میں داخل ہو کر اپنے آپ کو بچالے، اسی طرح بندہ کا حال ہے کہ وہ صرف اللہ ہی کے ذکر سے نجات پا سکتا ہے۔

امام بیہقیؒ رقمطراز ہیں: **ومنها الاحتراز من الشيطان بذكر الله عزوجل يروىٰ أن رسول الله ﷺ قال: أوحى الله تعالىٰ إلى يحيىٰ بن زكريا بخمس كلمات أن يعمل بهن ويأمر بني إسرائيل أن يعملوا بهن، فذكر الحديث إلى أن قال: وآمركم بذكر الله كثيراً، ومثل ذلك كمثل رجلٍ طلبه العدو سراعاً في أثره حتى أتى حصناً حصيناً فأحرز نفسه فيه، وكذلك العبد لا ينجو من الشيطان إلا بذكر الله** (بیہقی شعب الایمان ج۱ر۴۰۲)۔

حدیث میں ذکر خفی کی فضیلت

عن ابي سعيد ن الخدري قال سمعت رسول الله ﷺ يقول خير الذكر الخفي (الترغیب ۴ر۱۶۰)۔	ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ بہترین ذکر، ذکر خفی ہے۔
وعن سعد ابن ابي وقاص قال سمعت رسول الله ﷺ يقول خير الذكر الخفي۔	حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ بہترین ذکر، ذکر خفی ہے۔

گو ذکر مطلق مامور بہ ہے، مگر ہم نے قرآن وحدیث سے متوارث اور متعامل

ذکر کو لیا ہے، جو بطور میراث ہمیں سلف صالحین اور صوفیاء عارفین سے ملا ہے اور جس کے افضل ہونے پر قرآن وسنت سے واضح دلائل ملتے ہیں، ہم حفظ مراتب کو ملحوظ رکھتے ہیں، فرائض کو رأس المال سمجھتے ہیں اور نوافل کو بمنزلہ منافع جانتے ہیں، اور اذکار میں سب سے افضل ذکر قلبی کو سمجھتے ہیں، اور یہ قرآن وسنت کے عین مطابق ہے، تزکیۂ قلب اسی سے حاصل ہوتا ہے اور تزکیہ قلب ہی حقیقی کامیابی کا ضامن ہے۔

کما قال اللہ تبارک وتعالیٰ: اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَامَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَاھُمْ مُّبْصِرُوْنَ، ای اذا مسھم الشیطن بالوسوسۃ والتشویش وارسال الستور وارخاء الحجاب علی القلب تذکروا اللہ تعالیٰ وذکروا اسمہ ثم اذ تذکروا یرد اللہ عنھم ویرفع حجبہ ویبصر قلب الذاکر۔

یقیناً جو لوگ خدا ترس ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آجاتا ہے تو یاد میں لگ جاتے ہیں سو یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں، یعنی جب متقی لوگوں کو شیطان کی طرف سے وسوسہ اور پریشانی ہوتی ہے اور وہ ان کے دل پر پردے ڈال دیتا ہے تو اس وقت وہ لوگ اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اللہ کے نام کو یاد کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے دل پر سے پردے اٹھا دیتا ہے اور ذاکر کا دل دیکھنے لگتا ہے۔

فائدہ (۱): معلوم ہوا کہ ذکر الٰہی موقوف ہے تقویٰ پر اور تقویٰ باب ہے ذکر الٰہی کا، اور ذکر الٰہی باب ہے کشف کا اور کشف باب ہے فوز کبیر کا جو معرفت الٰہی ہے۔ شیطان تو اپنے داؤ استعمال کرتا ہے مگر اس کی تدبیریں کمزور ہیں، بشرطیکہ مقابل میں بندۂ

خدا ہو، بندۂ ہویٰ نہ ہو۔ **کما قال تعالیٰ، اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفاً۔**

(۲) شیطان کا فسوں ذکر الٰہی سے فوراً دفع ہو جاتا ہے اور اللہ والوں پر اس کا تسلط نہیں ہوتا۔

فقیر نے آنحضرت کے حضور پرنور میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ طریقۂ نقشبندیہ میں کیا چیز فرض ہے؟ ارشاد فرمایا کہ جن میں سے ایک: وقوفِ قلبی ہے (یعنی دل کا ہمہ وقت متوجہ الی اللہ ہونا (ماخوذ از: درالمعارف رص ۵۴)۔

سلسلۂ نقشبندیہ کی چار اہم چیزیں

خدمت حضور پُرنُور میں حاضر ہوا، حضرت نے فرمایا کہ طریقۂ نقشبندیہ کا مطلب ان چار چیزوں کا حصول ہے۔

(۱) بے خطرگی یعنی ماسواء اللہ کا خیال دل سے نکلنا۔

(۲) دوامِ حضور یعنی ہمیشہ اللہ کا خیال قائم ہو جانا۔

(۳) جذبات یعنی فیوض الٰہیہ کی کشش۔

(۴) واردات یعنی فیضان الٰہی کا وارد ہونا۔

نیز فرمایا کہ ''سفر در وطن'' طریقۂ نقشبندیہ کے اصطلاحات میں سے ہے۔ میرے نزدیک وہ یہ ہے کہ بری خصلتوں سے اچھی خصلتوں کی جانب چلے اور صوفیاء کے مقاماتِ عشرہ (یعنی دس مراتب) حاصل کرے۔ مطلب یہ کہ بے صبری سے صبر کی طرف چلے اور بے توکلی سے توکّل کی جانب اور بے قناعتی سے قناعت کی طرف سفر کرے، اسی طرح بقیہ سات مقامات حاصل کرے۔

نیز فرمایا کہ ان دس مقامات کے حصول کا طریقہ اس طور پر ہے کہ کثرت سے **لا الٰہ الا الٰہ** پڑھے اور اس کلمہ **لا الٰہ** سے، مثلاً بے صبری کی نفی کرے یعنی میرا مقصود بے صبری نہیں، **الا اللّٰہ** بلکہ صرف وہ ذات پاک میرا مقصود ہے، اور کچھ عرصہ اس پر مداوت کرے انشاء اللہ تعالیٰ انجام کار مقام صبر حاصل ہوگا۔ پھر اسی طرح بے توکلی کی نفی کرے پھر بے قناعتی کی نفی کرے وغیرہ۔

نیز حضرت نے فرمایا ''خلوت در انجمن'' کا مطلب حضور وتوجہ وآگاہی و یادداشت اور شہود ہے کہ پانچوں الفاظ ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔

نیز حضرت نے فرمایا کہ تمام اکابر رضی اللہ عنہم کے نزدیک مرتبۂ ولایت کا کمال یہ ہے کہ ماسوا کا خیال دِل میں نہ آئے اور حضرت حق جل وعلا کا شہود اور توجہ ملکۂ دل بن جائے یعنی دل عادی بن جائے اور بلا تکلف اور بغیر کسی آمادگی کے شہود وتوجہ حاصل رہے اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نزدیک اس سے بھی ماوراء ہے، حق تعالیٰ نصیب فرمائے۔

نیز حضرت نے فرمایا کہ میرے سینہ سے سر تک (حصہ) ایک صاف تختی کی طرح ہے کہ ہرگز غیر کا خطرہ نہیں گزرتا اور ماسوا اللہ کا خیال تک نہیں آتا اور اگر ظاہر میں کسی جانب متوجہ ہوتا ہوں تو مولانا رومؒ کی طرح خطاب ہوتا ہے۔ اگرچہ کچھ سوچتا ہوں تو میرا معشوق کہتا ہے کہ میرے دیدار کے سوا اور کچھ نہ سوچ۔

لطائف کا بیان

نیز حضرت نے ساتوں **لطائف** بیان فرمائے کہ پانچ عالم امر سے تعلق

رکھتے ہیں اور دو عالم خلق سے اور وہ پانچ **لطیفے** جو عالم امر سے تعلق رکھتے ہیں وہ (۱) قلب (۲) روح (۳) سِرّ (۴) خفی (۵) اخفیٰ ہیں اور وہ دو **لطائف** جو عالم خلق سے متعلق ہیں (۱) نفس (۲) قالب۔ **لطیفۂ** قالب کا مقام بائیں پستان کے نیچے دو انگل کے فاصلہ پر ہے اور **لطیفۂ** روح دائیں پستان کے نیچے دو انگل کے فاصلہ پر ہے اور **لطیفۂ** سِرّ کا مقام بائیں پستان کے برابر وسط سینہ کے نزدیک اور **لطیفہ** خفی کا مقام دائیں پستان کے برابر وسطِ سینہ سے دو انگل کے فاصہ پر ہے اور **لطیفۂ** اخفیٰ کا مقام وسط سینہ ہے اور **لطیفۂ** نفس کا مقام پیشانی میں ہے۔

یہ چھ **لطیفے** ہوئے ساتواں **لطیفۂ** قالب ہے جو چاروں عناصر (خاک، باد، آب، آتش) سے مرکب ہے، اس طرح عناصر کے اعتبار سے دس **لطائف** ہوئے جن کو **لطائف** عشرہ کہتے ہیں۔

یومِ جمعہ تاریخ ۲۲/ربیع الآخر ۱۲۳۱ھ ہجری، محفل فیض منزل میں حاضر ہوا، ایک شخص نے آنجناب سے طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ کے سلوک کے بارے میں سوال کیا، حضرت نے اول سے آخر تک تمام سلوک مختصر انداز میں بیان فرمایا، افسوس کہ بندہ کو وہ پوری تقریر رشک اکسیر جو کہ قلوب کے لئے کیمیا کا حکم رکھتی ہے اس خوش اسلوب نہج پر ہُو بہو یاد نہ رہی مگر اس کا خلاصہ تحریر کرتا ہوں:

جاننا چاہئے کہ انسان **لطائف** عشرہ سے ترتیب دیا گیا ہے کہ ان میں سے پانچ عالمِ امر سے اور پانچ عالم خلق سے متعلق ہیں، یعنی (۱) قلب (۲) روح (۳) سر (۴) خفی (۵) اخفی (عالم امر کے ہیں) اور (۱) نفس (۲) باد (۳) خاک

(۴) آب (۵) آتش (کہ عالمِ خلق سے متعلق ہیں) اور تحت الثریٰ سے عرش تک عالمِ خلق ہے اور بالائے عرش عالمِ امر ہے۔

پہلے سالک کو ذکر قلبی اور نگہداشتِ خواطر اور وقوفِ قلبی کی تلقین کی جاتی ہے، جب دل کو بے خطرگی (یعنی ماسوا اللہ کے خیال کا بالکل نہ آنا) یا کم خطرگی اور حضورِ آگاہی حاصل ہو جاتی ہے تو جذبات وواردات آنے لگتے ہیں اور فنائے قلبی کہ ماسوا کا بھول جانا ہے، میسّر ہوتا ہے اور تجلی افعالی جلوہ گر ہوتی ہے، مطلب یہ کہ سالک اس حال میں افعال کو اپنے یا تمام عالم کے ساتھ منسوب نہیں کرتا، تمام افعال کو فاعل حقیقی کے فعل سے نسبت دینے لگتا ہے یعنی یہ سمجھتا ہے کہ تمام افعال اس فاعلِ حقیقی جل شانہ سے صادر ہوتے ہیں اور یہی وہ دیکھتا اور کہتا ہے۔

نیز سیر لطیفہ قلبی میں ذوق وشوق، آہ ونعرہ، استغراق وبیخودی اور وجد ورقص سالک کو حاصل ہونے لگتا ہے اور اس وقت توحید وجودی اس پر منکشف ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ ''انا الحق'' اور ''سبحانی ما اعظم شانی'' جیسے نعرے لگانے لگتا ہے اور بے اختیار کہہ اٹھتا ہے کہ ؎

من نمی گویم انا الحق یار می گوید بگو　　چوں نمی گویم مرا دلداری گوید بگو

(میں انا الحق نہیں کہتا یار کہتا ہے کہ کہو، جب نہیں کہتا ہوں تو یار کی جانب سے ہدایت ہوتی ہے کہ کہو) جس وقت غیریت نظر سے اٹھ جاتی ہے تو اپنے کو بھی اس کا عین سمجھتا ہے اور زبانِ حال سے ترنم کے ساتھ یہ بات کہنے لگتا ہے ؎

ما ز دریائیم و دریا ہم ز ماست　　ایں سخن داند کسے کو آشناست

(میں دریا سے ہوں اور دریا مجھ سے ہے، یہ بات وہی جان سکتا ہے جو آشنا ہے) اور بجز ایک وجود کے اور کچھ نہیں پہچانتا ؎

آفتابے در ہزاراں آبگینہ تافتہ　　بس بَرَنگِ ہر یکے تابی عیاں انداختہ

جملہ یک نور ست لیکن رنگہائے مختلف　　گفت وگوئی درمیانِ ایں وآں انداختہ

وہی ایک آفتاب ہزاروں آئینوں میں چمکتا ہے اور ہر رنگ کے آئینے سے اسی رنگ کی روشنی نکلتی ہے، ان تمام انوار کا مرکز وہی ایک نور ہے لیکن رنگ مختلف ہیں ''یہ'' اور ''وہ'' کا تذکرہ چھوڑ دو۔ اور اسی لطیفۂ قلب (کی سیر کے دوران) میں پہلے مراقبۂ احدیت فرماتے ہیں یعنی اسمِ مبارک اللہ کا مسمیٰ دِل میں محفوظ رکھتے ہیں پھر اس کے بعد مراقبۂ معیت ''وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ'' کو پیشِ نظر رکھتے ہیں اور انہیں مراقبات سے توحید وجودی کا انکشاف ہوتا ہے اور سالک جب لطیفۂ قلب کا سلوک تمام کرتا ہے تو لطیفۂ روح کی سیر میں عروج واقع ہوتا ہے اور اس میں تجلی صفاتِ ثبوتیہ الٰہیہ جلوہ گر ہوتی ہے کہ سالک اپنی اور تمام عالم کی صفات کو حضرت حق کی صفات میں گم پاتا ہے، اس کے بعد سیر لطیفۂ سِرّ میں واقع ہوتی ہے اور وہاں شیونات ذاتیۂ الٰہیہ کی تجلی ظاہر ہوتی ہے، اس کے بعد لطیفہ خفی کی سیر ہوتی ہے جس میں صفاتِ سلبیۂ الٰہیہ جلوہ گر ہوتی ہے، اس کے بعد لطیفۂ اخفی کی سیر اور وہاں شانِ جامع الٰہی کی تجلی منکشف ہوتی ہیں، اس کے بعد لطیفہ نفس کے تزکیہ میں مشغول ہوتے ہیں۔

یاد رہے! ''**لطیفہ قلب**'' زیر قدم حضرت آدم علیہ السلام کے ہے اور اس کے نور کا

رنگ زرد ہے۔ ''لطیفۂ روح'' زیرقدم حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہے اور اس کے نور کا رنگ سرخ ہے۔ ''لطیفۂ سر'' زیرقدم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہے اور اس کے نور کا رنگ سفید ہے۔ ''لطیفۂ خفی'' زیرقدم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہے اور اس کے نور کا رنگ سیاہ ہے۔ ''لطیفۂ اخفیٰ'' زیرقدم محمد رسول اللہ ﷺ ہے اور اس کے نور کا رنگ سبز ہے۔ ''لطیفۂ نفس'' بے رنگ و بے کیف ہوتا ہے یعنی جب لطیفہ نفس اپنی انا سے فنا کی طرف آتا ہے تو اس کو مقام رضا حاصل ہوتا ہے یعنی وہ راضیۃً مرضیۃً ہوجاتا ہے

آئی جو یاد اس کی تو آتی چلی گئی ... ہر نقش ماسواء کو مٹاتی چلی گئی

یہ سب کچھ جو کہا گیا ہے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے تلقین کا طریقہ تھا لیکن دونوں حضرات نے (خازن الرحمۃ خواجہ محمد سعید وعُروۃُ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہما نے) اس دراز راستہ کو مختصر کردیا اور اپنا معمول یہ بنایا ہے کہ لطیفۂ قلب کے تصفیہ کے بعد لطیفہ نفس کے تزکیہ میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ اور تصفیۂ قلب کے ضمن میں لطائف اربعہ (یعنی روح، سِرّ، خفی اور اخفیٰ) کا تصفیہ بھی میسّر ہوجاتا ہے۔ الغرض یہاں تک دو دائروں کا سلوک طے ہوجاتا ہے۔ یعنی (۱) دائرہ امکان (۲) دائرۂ ولایتِ صغریٰ۔ اور ان دونوں دائروں کے نتیجہ میں مقامات عشرہ حاصل ہوتے ہیں کہ وہ (مقامات عشرہ) توبہ وانابت، زہد وورع اور توکل وقناعت وغیرہ ہیں۔ اس کے بعد لطیفۂ نفس کی آراستگی میں مشغول ہوتے ہیں۔ اس وقت ''انا'' کی فنائیت اور توحید شہودی منکشف ہوتی ہے اور اسی مقام پر مراقبۂ اقربیت

کرتے ہیں یعنی ''نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡد'' (ہم رگِ جان سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں) کے معنیٰ کا لحاظ کرتے ہیں اور اس لطیفہ میں ساڑھے تین دائرے طے ہوتے ہیں جو دائرہ ولایت کبریٰ میں شامل ہیں۔

اس کے بعد سوائے عنصر خاک کے تینوں عناصر کے لطائف کی سیر شروع ہوتی ہے اور اس کو ولایت عُلیا کہتے ہیں جو ولایت ملاء اعلیٰ ہے۔ اس کے بعد دائرۂ کمالاتِ نبوّت منکشف ہوتا ہے اور یہاں سیر عنصر خاک میں ہوتی ہے اور تجلّی ذاتی دائمی ہوتی ہے۔ پھر وہاں سے دائرہ کمالاتِ رسالت۔ اس کے بعد دائرۂ کمالات اولوالعزم ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے بعد حقائق میں سیر واقع ہوتی ہے یعنی دائرہ حقیقتِ کعبہ، دائرہ حقیقتِ قرآن، دائرہ حقیقتِ صلوٰۃ، دائرہ معبودیتِ صرفہ، دائرۂ حقیقتِ ابراہیمی، دائرہ حقیقتِ موسوی، دائرہ حقیقتِ محمدیؐ، دائرہ حقیقتِ احمدیؐ، دائرہ حبّ صرفہ اور دائرہ لاتعیّن منکشف ہوتے ہیں۔ کس کے نصیب جو یہاں تک پہنچے اور کس کا مقدّر جو اِن مقامات کی سیر کرے، نکتہ شناس عاقلوں کی عقل اس مقام پر حیرت کے بھنور میں ڈوبتی ہے اور دقیقہ شناس ہوشمندوں کو فکر سروع دامنگیر ہوتی ہے۔

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء (یہ اللہ کا فضل ہے، دیتا ہے جسے چاہتا ہے) اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ اس ہزار سال کے اولیاء اللہ کے ہم وزن ہیں (ماخوذ از دُرُّ المعارف از ص ۶۳)۔

نقشبندیہ کے بنیادی کلمات

یہ کل کلمات گیارہ ہیں، جن میں اول آٹھ خواجہ عبدالخالقؒ سے اور تین اخیر

کے خواجہ بہاء الدین نقشبندیہؒ سے منقول ہیں، وہو ہذا!۔

(۱) ہوش دردم: یعنی ہوشیار رہنا سالک کا ہر نفس میں کہ بیدار ہے یا غافل

(۲) نظر برقدم: یعنی سالک کو چاہئے کہ راہ چلنے میں نظر کو اپنے قدم گاہ سے تجاوز نہ کرے اور وقت نشست نظر کو روبرو رکھے، دائیں بائیں نہ دیکھے کہ موجب فسادِ عظیم و مانع حصولِ مقصود ہے۔

(۳) سفر در وطن: یعنی سالک کا صفات بشریہ خبیثہ سے صفات ملکیہ کی جانب انتقال کرنا۔

(۴) خلوت درانجمن: اس سے مراد یہ ہے کہ سالک تمام اوقات خلوت وجلوت میں نیز کھانے پینے، چلنے پھرنے، بات چیت کرنے میں اپنا قلب اللہ تعالیٰ سے مشغول رکھے۔

(۵) یادکرد: اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے کہ ہر وقت اس میں مشغول رہے۔

(۶) بازگشت: اس سے مراد یہ ہے کہ چند بار ذکر کے بکمال تضرع یہ دعا کرے کہ الٰہی مقصود میرا تو ہے اور رضا تیری، اپنی محبت ومعرفت مجھ کو عطا فرما۔

(۷) نگہداشت: اس سے مراد خطرات اور حدیث نفس کا قلب سے دور کرنا ہے۔

(۸) یادداشت: اس سے مراد یہ ہے کہ توجیہ سالک حق سبحانہ کی ذات بیچوں وبچگوں کی طرف بغیر الفاظ وخیال کے ہو۔

(۱۰) وقوف عددی: اس سے مراد ذکر میں سانس چھوڑتے وقت عدد طاق کا لحاظ رکھنا ہے۔

(۱۱) وقوف قلبی: سے مراد توجہ سالک بجانب قلب ہے کہ زیر پستان چپ واقع ہے۔

فائدہ: سبحان اللہ! یہ کلمات طیبات جن پر طریقۂ نقشبندیہ کی بنا ہے کیا ہی خوب ہیں، پس ان پر عمل کرنا کیوں نہ خیرات وبرکات کا موجب اور وصال حق کا مثمر ہوگا (ماخوذ از مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۲۱۱)۔

بعض مشائخ نقشبندیہ کا ذکر جہری کو منع کرنا

جو مشائخ نقشبندیہ ذکر جہری کو منع کرتے ہیں اس کی دراصل وجہ یہ ہے کہ وہ ذکر قلبی اور ذکر خفی کو سالک کے قلب وقالب پر حاوی کرنا چاہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ ان کا یہ حال اور ان کی یہ کیفیت دائمی اور استمراری ہو جائے اور اصل ان کے یہاں یہی قلب ودماغ میں نسبت مع اللہ، تعلق باللہ، ربط باللہ کی کیفیت اور حضوری پیدا کرنی ہے اور یہی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی اصل روح ہے کہ بندہ حضوری کی اس کیفیت تک پہنچ جائے جس کے بعد وہ حق تعالیٰ شانہ سے غائب نہ ہو، اس لئے وہ اپنے متعلقین کو ذکر جہری سے روکتے ہیں اور کبھی اس ممانعت کی شدت میں اس قدر بڑھ جاتے ہیں کہ اس کو حرام اور بدعت بھی کہہ دیتے ہیں اور اس حرام اور بدعت کہنے کا منشاء یہ نہیں ہوتا کہ وہ شراب کی طرح، یا چوری کی طرح، یا زنا کی طرح، یا سود کی طرح یا ایسے دیگر امور کی طرح جن کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے یا بدعت کہا کہ اسی طرح یہ بھی حرام اور بدعت ہے بلکہ اس کا مطلب اور منشاء اپنے خاص مشرب کو سامنے رکھ کر ہوتا ہے اور خود بھی ان کی توجہ ہمیشہ ذکر قلبی پر ہوتی ہے اور وہ اسی کو اپنے طریق کی اصل سمجھتے ہیں چنانچہ مکتوبات مجددیہ ص ۲۷/حصہ چہارم سے ایک مکتوب پیش خدمت ہے:

سلسلۂ نقشبندیہ میں ذکر جہری کی طرف توجہ نہ کرنے کی وجہ

اس طریقۂ علیا کے بزرگوں نے احوال ومواجید کو احکام شرعیہ کے تابع کیا ہے اور اذواق ومعارف کو علوم دینیہ کا خادم بنایا ہے۔ احکام شرعیہ کے قیمتی موتیوں کو بچوں کی طرح وجد وحال کے اخروٹ ومنقّی کے عوض ہاتھ سے نہیں دیتے، اور صوفیہ کے کلمات سُکر یہ پر مغرور ومفتون نہیں ہوتے، اور ان کے احوال کو جو شرعی ممنوعات اور سنت سنیہ کے خلاف اختیار کرنے سے حاصل ہوں، قبول نہیں کرتے، اور نہ ہی انہیں چاہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ سماع ورقص کو پسند نہیں کرتے اور ذکر جہر کی طرف توجہ نہیں کرتے ان کا حال دائمی ہے اور ان کا وقت استمراری، وہ تجلّی ذاتی جو دوسروں کے لئے برق خاطف کی طرح ہے، ان کے لئے دائمی ہے اور وہ حضور جس کے پیچھے غیبت ہو (یعنی اللہ سے غائب ہونا) ان بزرگواروں کے نزدیک بے اعتبار ہے، بلکہ ان کا معاملہ حضور وتجلّی سے برتر ہے جیسا کہ اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اس بات کی مزید وضاحت کیلئے جو اوپر ذکر کی گئی ہے حضرت شاہ غلام علی نقشبندی خلیفۂ اکبر حضرت اقدس جامع الکمالات منبع الانوار والبرکات حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں نقشبندی، بیہقیٔ وقت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے ملفوظات ''درالمعارف'' سے یہاں ایک مجلس کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

۱۲۳۱ھ دوگانہ عید الفطر کے بعد یہ غلام حضور پر نور میں حاضر ہوا، حضرت والا نے جو درویشوں کے قبلہ ہیں ان پر میرا قلب وروح فدا ہو، اس راقم السطور اور نالائق کو کلاہ عطا فرما کر تعلیم طریقہ کی اجازت سے سرفراز فرمایا، پہلے پیران نقشبندیہ

قدسنا اللہ باسرارہم کی ارواح مقدسہ پر فاتحہ پڑھی پھر اکابر قادریہ نور اللہ مرقدہم کی ارواح طیبہ پر فاتحہ پڑھی پھر مرشدین چشتیہ کی ارواح کیلئے ایصالِ ثواب کیا اور تینوں طریقوں کی اجازت مرحمت فرمائی اور بہت دعائیں دیں اور ارشاد فرمایا کہ صبح وشام طریقۂ انیقہ نقشبندیہ کے پیران عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ارواح کیلئے ایصالِ ثواب کرتے رہا کریں اور ان سے مدد طلب کریں اور جو شخص بھی طریقہ کی طلب میں آئے اور جس طریقہ میں تعلیم چاہے اس کو اسی طریقہ کی تعلیم دیتے رہیں، البتہ طریق نقشبندیہ کے طالب کو اسم ذات نفی واثبات اور وقوف قلبی کی تلقین کریں اور طریق قادریہ وچشتیہ کے طالبین کو درمیانہ جہر کے ساتھ ذکر کی بھی تعلیم کریں تاکہ ان میں ذوق وشوق پیدا ہو۔

اگرچہ ذکر جہر طریقہ میں احداث ہے لیکن حضرت والا شہید نور اللہ مرقدہ المجید کے ذکر لسانی تعلیم کرنے سے میں نے استنباط کیا ہے اور سالک کے قلب پر توجہ وہمت صرف کریں۔ پہلے توجہ حصول ذکر کے لئے اس کے بعد حضور اور جذبات واردات کے لئے کریں۔ اس کے بعد جامع منقول ومعقول حاوی فروع واصول مولوی عظیم صاحب کو کلاہ اجازت طریقہ سے مشرف فرمایا پھر شیر غازی سمرقندی اور خوجل قل سمرقندی کو اجازت سے بہرہ ور فرمایا اور ان حضرات کے حق میں بہت بہت دعائیں فرمائیں (دُرُّ المعارف/ص۲۶۴)۔

اس مکتوب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حضرات بھی جو خالص نقشبندی ذوق رکھتے ہیں اپنے پاس آنے والے طالبین کو جو دوسرے سلسلوں کے شائق ہوں ان سلسلوں کا ذکر

بھی تلقین کرتے ہیں، چونکہ یہ بھی سب سلسلوں کے جامع ہوتے ہیں، جیسا طالبین کا ذوق دیکھتے ہیں اس کے مطابق فیض پہنچاتے ہیں، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت حاجی امداداللہ صاحبؒ نے حضرت مولانا منیر احمد صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند سے پوچھا کہ آپ کس چیز کو پسند کرتے ہو؟ کہ پہلے بیج ڈالا جائے پھر کانٹوں وغیرہ کی صفائی کی جائے، یا پہلے صفائی کی جائے اور پھر بیج ڈال کر کھیتی کی جائے؟ عرض کیا کہ مجھے یہ پسند ہے کہ پہلے بیج ڈالا جائے پھر صفائی کی جائے، ایسا نہ ہو کہ صفائی کرتے کرتے ہی موت آجائے اور بیج ڈالنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب تمہارا ذوق نقشبندی ہے اب میں تمہیں اسی طرح لے چلوں گا، ہمارے حضرات بھی سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کا ذوق رکھتے تھے اور اخیر عمر میں ہمارے اکابر پر بھی مراقبہ اور ذکر قلبی اور خفی ہی کا غلبہ رہتا تھا جیسا کہ ان کے حالات جاننے والے سے یہ بات مخفی نہیں ہے۔

اس چیز کو حضرات صوفیاء کی اصطلاح میں تحلیہ اور تخلیہ سے تعبیر کرتے ہیں یعنی مشائخ نقشبندیہ کے یہاں تحلیہ مقدم ہے تخلیہ پر، وہ شروع ہی سے ذکر و مراقبہ کے ساتھ مشغول کر دیتے ہیں اور مراقبہ کے انوار و برکات سے باطن کو منور کرتے ہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ پھر تخلیہ یعنی رذائل اور بری صفات سے پاک وصاف کرتے چلے جاتے ہیں اور مشائخ چشتیہ کے یہاں پہلے تخلیہ عن الرذائل ہے بعد میں تحلیہ بالفضائل ہے اگرچہ اس دور میں مشائخ اپنے ذوق اور اپنے مریدین اور طالبین کے حالات کو سامنے رکھ کر اس میں تبدیلیاں بھی پیدا کرتے رہتے ہیں چونکہ ان کے پیش نظر اپنے مریدین کی اصلاح اور ان کا نفع ہے۔

نیز ''مقاماتِ مظہری'' مکتوب ۱۱ رص ۲۵۲ رکی عبارت سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے: گفتگو جہر کے جواز یا عدم جواز کی نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے کی فضیلت میں ہے، ذکر جہری کو مطلقاً ذکر خفی پر فضیلت دینا نصوص سے انکار کرنے کے مترادف ہے اور ذکر جہر کی تمام اقسام کا انکار کرنا بھی ایسا ہی ہے، بعض مواقع پر جہر کی شرعی حیثیت موجود ہے، ذکر خفی میں مراقبات معمولہ کا مسنون ہونا ثابت ہے۔

یہ طریق انبیاءؑ کی شاہ راہ ہے

اس بات کی مزید وضاحت کیلئے امام الکاملین، قدوۃ الراسخین، آگاہ اسرار روحانیہ، جامع کمالات حقانیہ حضرت اقدس مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نقشبندی قدس سرہ کی ایک مبارک تحریر لائی جاتی ہے:

جس طریقے پر اس فقیر کو چلانے سے مشرف کیا گیا ہے، یہ ایسا راستہ ہے جو جذبہ وسلوک کا جامع ہے اور وہاں تخلیہ اور تجلیہ آپس میں اکٹھے اور اس مقام میں تصفیہ وتزکیہ آپس میں ملے ہوئے ہیں اور اس میں سیر انفس، سیر آفاق کو متضمن ہے، عین تصفیہ میں تزکیہ ہے اور عین تجلیہ میں تخلیہ اور جذبہ سلوک کو فراہم کرتا اور انفس آفاق کو شامل ہیں، لیکن تقدم ذاتی تجلیہ اور جذبہ کو شامل ہے اور تصفیہ کو تزکیہ پر سبقت ذاتی ہے، اور ملحوظِ نظر انفس ہیں نہ کہ آفاق۔ پس لازماً اس طریق میں راہ اقرب ہوگئی اور سالک وصول میں نزدیک تر ہوگیا، بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ طریق یقیناً منزلِ مقصود تک پہنچانے والا ہے اور اس میں عدمِ وصول کا احتمال مفقود ہے، حضرت سبحانہ وتعالیٰ سے استقامت کی درخواست اور فرصت طلب کرنی چاہئے اور وہ جو میں نے کہا ہے کہ یہ طریق یقیناً پہنچانے والا ہے،

اس لئے کہا ہے کہ اس راہ کا پہلا قدم جذبہ ہے جو وصول کی دہلیز ہے اور رک جانے کے مواقع یا منازل سلوک میں یا مقامات جذبات میں جو سلوک کو تضمن نہیں اور اس طریق میں دونوں موانع مرتفع ہیں ، کیونکہ سلوک طفیلی ہے جو جذبہ کے ضمن میں حاصل ہوتا ہے، پس یہاں نہ سلوک خالص ہے نہ محض جذبہ تا کہ سدِّ راہ بنے۔

یہ وہ طریقہ ہے جو انبیاءؑ کی شاہراہ ہے، یہ بزرگ انبیاءؑ اسی راستے سے اپنے مختلف مراتب کے مطابق منازل وصول تک پہنچے ہیں اور انہوں نے آفاق وانفس کو ایک قدم میں طے کیا اور دوسرا قدم آفاق وانفس سے باہر جا رکھا ہے اور معاملے کو سلوک اور جذبہ سے اوپر لے گئے ہیں، اس لئے کہ سلوک کی نہایت سیر آفاقی کی نہایت تک ہے، جذبہ کی نہایت سیر انسی کی نہایت تک، اور جب سیر آفاقی اور انفسی نہایت کو پہنچ گئی سلوک وجذبہ کا معاملہ مکمل ہو گیا، اس کے بعد نہ سلوک ہے نہ جذبہ، یہ معنی ہر مجذوب سالک اور ہر سالک مجذوب کی سمجھ میں نہیں آ سکتا، اس لئے کہ ان کے نزدیک آفاق وانفس کے باہر قدم رکھنے کی کوئی جگہ نہیں، گر بالفرض ابدی عمر پائیں تو ساری کی ساری سیر انفس میں صرف کر دیں گے اور پھر بھی اسے تمام نہ کر سکیں گے، ایک بزرگ فرماتے ہیں

ذرّہ گر بس نیک در بس بد بود   گر چہ عمرے تگ زند در خود بود

جیسا کہ گذرا، اور ایک دوسرے بزرگ فرماتے ہیں کہ ذات کی تجلی متجلیٰ لہ کی صورت میں ہی ہو سکتی ہے، پس متجلیٰ لہٗ نے اپنی صورت کے سوا حق کے آئینہ میں کچھ نہیں دیکھا، اور اس نے حق کو نہیں دیکھا اور نہ ہی ممکن ہے کہ اسے دیکھ سکے۔

(مکتوبات امام ربانیؒ دفتر دوم حصہ اول رص ۱۴۱)

نسبتِ نقشبندیہ کیا ہے؟

نسبتِ نقشبندیہ: دوام حضور مع اللہ بلا غیبوبۃ سے عبارت ہے، یعنی عارف کو ذات حق کے ساتھ ایسی حضوری و آگہی حاصل ہو جو دائمی ہو اور کبھی غیبت و پوشیدگی قبول نہ کرے، اسی مقام کو تجلی ذاتی دائمی سے تعبیر کرتے ہیں۔ خواجہء جہاں حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو ''یادداشت'' کا نام دیا ہے۔ نسبت نقشبندیہ کی بلندی وفوقیت کا راز اندراج النہایت فی البدایت میں پنہاں ہے یعنی جو جذبہ دوسرے سلاسل طریقت میں انتہاء مین عطا فرمایا جاتا ہے۔ مشائخ نقشبندیہ کے نزدیک جذبہ دو قسم پر ہے۔

(۱) جذبہ بدایت اور (۲) جذبہ نہایت۔

اس سلسلہ عالیہ میں جذبہء بدایت سالک کو ابتداء میں ہی دیا جاتا ہے تا کہ طالب جذبہ کی لذت چکھے بغیر مر نہ جائے، یہ خواجہ بلا گرداں حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہٗ کی طرف سے اپنے مریدوں کے لئے خیرات اور سوغات ہے۔

نسبت: علاقہ بین الطرفین کو کہا جاتا ہے یعنی خدا اور بندۂ مومن کے درمیان جو تعلق طریقت کے اعتبار سے ہو اسے نسبت کہتے ہیں۔ ہر سلسلۂ طریقت کا خدا کے ساتھ تعلق مختلف ہوتا ہے۔ کسی کا تعلق، ہجر ہے تو کسی کا تعلق وصل، کسی کا تعلق درد ہے، تو کسی کا تعلق محبت، کسی کا تعلق عشق سے ہے تو کسی کا تعلق اضطراب کسی کا تعلق وجد ہے تو کسی کا تعلق سکون، جبکہ طریقت نقشبندیہ کا تعلق حضور ﷺ کا ہے۔

والحمد للہ علیٰ ذالک۔

جب اس حضور میں دوام وقرار ہو، سالک ہمہ وقت خدا کی بارگاہ میں حاضر باش رہے اور ایک لمحہ کیلئے انقطاع اور تعطل نہ ہو اسی کو حضور مع اللہ بلا غیبوبۃ کہا جاتا ہے۔

جذبۂ بدایت

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کو ابتدائے سلوک میں جذبہء بدایت حاصل ہوا تھا لیکن تفصیلی سلوک دس سال اور چند ماہ میں طے کرنے کے بعد ابتدائی حجابوں اور درمیانی واسطوں کے جملہ نقاب الٹ کر جذبۂ نہایت اپنی تمام ترجلوہ سامانیوں اور کرم گستریوں کے ساتھ تشریف فرما ہو گیا، **وللہ الحمد**۔

جب آپ کو جذبۂ نہایت حاصل ہوا، حقیقتِ کار کھل کر سامنے آئی اور علم الیقین سے حق الیقین تک رسائی نصیب ہوگئی تو آپ کو اس بات کا علم ہو گیا کہ اسم اور مسمی مثال اور جسم، صورت اور حقیقت میں بہت فرق ہے **کما لا یخفی علی ارباب البصیرۃ** لیکن اس جذبۂ نہایت کی لذت وحلاوت بغیر چکھے معلوم نہیں ہوسکتی **و بدونہ خرط القتاد**۔

ذوق ایں مے نہ شناسی بہ خدا تا نہ چشی

اللھم اسقنا واعطنا وارزقنا بفضلک ومنک برحمتک یاارحم الراحمین (سعادت العباد ج ۱ رص ۱۳۱)۔

ذکر کی حقیقت تک کیسے پہونچا جائے

صاحبِ اِکمالُ الشِّیَم فرماتے ہیں: ذکر میں حضور نہ ہونے کے سبب سے ذکر کو نہ چھوڑ کیونکہ اثناء ذکر میں غفلت ہونے کے بہ نسبت نفس ذکر سے غفلت کا ہونا زیادہ سخت ہے، اور کچھ بعید نہیں ہے کہ تجھکو اللہ تعالیٰ ذکر غفلت آمیز سے ذکر بیداری تک اور ذکر

بیداری سے ذکر حضور تک اور ذکر حضور سے اس ذکر تک جس میں ماسوا مذکور حقیقی جل وعلا کے سب سے غیبت ہو جائے بلند فرما دیوے، اور اللہ تعالیٰ پر کچھ دشوار نہیں ہے۔

فائدہ: بہت سے ذاکر شاغل لوگ اس بات کی شکایت کیا کرتے ہیں کہ ہمارا ذکر میں دل نہیں لگتا، وسوسے آتے ہیں اور اسی پریشانی میں بعض ذکر کو چھوڑ بھی دیتے ہیں، تو شیخ ایسے ہی لوگوں کی نسبت فرماتے ہیں کہ اے ذاکر! ذکر میں حضور قلب نہ ہونے اور دل نہ لگنے کے سبب سے ذکر نہ چھوڑ، اس لئے کہ اس وقت تو ایک ہی آفت ہے کہ ذکر کی حالت میں وسوسے آتے ہیں، دل نہیں لگتا جس کا حاصل یہ ہے کہ غفلت ہو جاتی ہے اور دل دوسری طرف بٹ جاتا ہے لیکن ذکر کا وجود تو ہے اور اگر ذکر چھوڑ دیا تو ذکر ہی سے غفلت ہو جائے گی اور اثناء ذکر میں غفلت ہونے سے ذکر کو بالکل چھوڑ دینے کی غفلت بہت سخت ہے، اس لئے کہ ذکر اگر چہ غفلت کے ساتھ ہو اس سے تو بہر حال بدرجہا بہتر ہے کہ بالکل ذکر نہ ہو کہ پہلی صورت میں گو قلب غافل ہے لیکن زبان تو مشغول ہے اور دوسری صورت میں نہ زبان سے ہی ذکر ہوا اور نہ دل سے اور زبانی ذکر بھی بہت بڑی دولت ہے کہ اگر زبان کو دوزخ سے نجات ہو گئی تو کیا بقیہ اعضا کو نہ ہوگی۔

اور آگے ہمت بڑھانے کیلئے فرماتے ہیں کیا بعید ہے کہ تجھکو اللہ تعالیٰ اس غفلت آمیز ذکر سے کہ جس میں دل وساوس میں لگ جاتا ہے بلند فرما دے اور ان وساوس کو دور فرما کر بیداری کا ذکر میسر فرما دے کہ جس میں قلب وساوس نفسانیہ کی طرف نہ جاوے اور ذکر زبانی کے وقت قلب بیدار ہو اور ذکر زبانی کی طرف اس کو توجہ ہو یعنی ذکر زبانی میں دل لگنے لگے اور پھر اس سے آگے اور ترقی عنایت

فرماوے کہ ذکر بیداری سے اس فکر کی طرف بلند فرماوے کہ جس کے ساتھ حضور بھی ہو، جس کا حاصل یہ ہے کہ ذکر بیداری میں تو صرف اس قدر امر تھا کہ قلب زبان کے ذکر کی طرف متوجہ تھا اور بیدار تھا، وساوس کی طرف جانا چھوڑ دیا تھا، اور ذکر حضور میں ذکر قلب کی صفت ہو جاوے کہ جیسے دیکھنا آنکھ کی صفت ہے ایسے ہی ذکر قلب کی صفت لازمہ غیر منفکہ ہو جاوے، لیکن اس صورت میں بھی قلب کو احساس اور ادراک اس امر کا ہوتا ہے کہ ذکر میری صفت ہے اور میں ذاکر و حاضر ہوں، پھر کیا عجب ہے کہ حق تعالیٰ اور ترقی عنایت فرماوے کہ ذکر حضور سے ایسے ذکر کی طرف مشغول فرمادے کہ اس میں سوائے مذکور حقیقی یعنی حق تعالیٰ شانہ کے ماسوا سے بالکل ہی قلب غائب ہو جاوے یعنی قوائے ادراکیہ اور تمام حواس پر ذکر کا ایسا غلبہ ہو کہ بس ''اللہ اللہ'' رہ جاوے، اس کا شعور و ادراک نہ رہے کہ میں ذاکر ہوں اور اللہ تعالیٰ مذکور ہے اور میں حاضر ہوں، اس لئے کہ اس ذکر میں بھی ایک قسم کی غفلت ہے کہ اپنے نفس کا ادراک اس میں بھی موجود ہے اور جب اس قوت ادراک پر بھی ذکر کا غلبہ ہوگا تو یہ علم بھی جاتا رہے گا کہ میں ذاکر ہوں، یہ بھی ماسوا میں داخل ہو کر قلب سے فنا ہو جائے گا اور لا الٰہ الا اللہ میں الٰہ داخل ہو کر ''لا'' کے تحت میں داخل ہو جائے گا، اب کسی کو تعجب ہو کہ بھلا ہم کو یہ مرتبہ کہاں نصیب! یہ تو بڑا مشکل ہے، تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ دشوار تو جب ہے جبکہ ہم یہ کہیں کہ تم کوشش کر کے اس مرتبہ کو حاصل کرو، یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ پر کچھ دشوار نہیں ہے اس لئے مایوس نہ ہونا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ شانہ نے تجھ کو تین طرح سے بزرگی عطا فرمائی اول تجھ کو اپنا ذاکر بنایا

اور اگر اس کا فضل نہ ہوتا تو تیری زبان و قلب پر اس کے ذکر جاری ہونے کا تو اہل نہ ہوتا۔ دوسرے اپنی نسبت تیری طرف ثابت فرما کر تجھ کو اپنی نسبت کیساتھ خلائق کا مذکور ٹھہرایا اور ولی اللہ وصفی اللہ وغیرہ القاب سے ذکر کرایا۔ تیسرے تجھ کو اپنے یہاں ذکر کر کے اپنا مذکور بنایا اور اپنی نعمت کا تجھ پر اتمام فرمایا۔

فائدہ: اس کلام میں شیخ کا خطاب بندہ ذاکر و مطیع کو ہے، چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے بندۂ ذاکر تجھ کو حق تعالیٰ شانہ نے تین قسم کی بزرگی عطا فرمائی کہ وہ تینوں قسمیں مل کر تیرے لئے بے انتہا خوبیوں اور کمالات کا ذخیرہ ہو گئیں اور حق تعالیٰ کی رحمت و انعام تجھ پر کامل درجہ ہوئی، سب سے پہلی بزرگی تو یہ ہے کہ تجھ کو اپنا ذاکر بنایا کہ زبان سے اور دل سے اور اعضاء و جوارح سے تو اس کا ذکر اور عبادت بجا لا رہا ہے اور اگر اس کا فضل تیرے حال پر نہ ہوتا تو تیرا قلب اور زبان کب اس قابل تھا کہ احکم الحاکمین اور اس پاک ذات کا ذکر اس پر جاری ہو اور تو کیسے اس کا اہل تھا کہ سارے بادشاہوں کے بادشاہ کی طاعت و عبادت کر سکے، اس لئے کہ نقص اور کاہلی اور سستی تیری ذات کے اندر داخل ہے اور پھر تیری طرح بلکہ ظاہری صورت و شکل میں تیرے سے اچھے اور آدمی بھی تو ہیں یہ فضل اور رحمت ہی ہے کہ لاکھوں کروڑوں مخلوق کو غفلت میں ڈالا اور تجھ کو اپنے ذکر میں لگایا ؎

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنی — منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

دوسری بزرگی تجھ کو یہ عطا فرمائی کہ تجھ کو اپنی طرف منسوب فرمایا کہ اپنا دوست تجھ کو کہا اور اس نسبت کے ساتھ خلقت کی زبان سے تیرا ذکر کرایا کہ لوگ تجھ کو

ولی اللہ (اللہ کا دوست) اور صفی اللہ (اللہ کا برگزیدہ) اور اللہ والا کہتے ہیں، یہ کتنے بڑے شرف کی بات ہے، آج دنیا میں ایک ادنیٰ بادشاہ یا حاکم کسی کو کوئی خطاب یا لقب دیتا ہے تو مارے خوشی کے پھولا نہیں سماتا اور اگر کوئی بادشاہ کسی ادنیٰ رعایا کے آدمی کو اپنا دوست کہدے اور اپنے لوگوں کو حکم کردے کہ اس کو ہمارا دوست کہو تو اس کے فخر اور مسرت کی کوئی انتہا ہی نہیں رہتی، تو جب ادنیٰ بادشاہ کہ جس کی بادشاہی محض خیالی اور وہمی اور مجازی ہے اس کی طرف منسوب ہونے اور تعلق ہو جانے پر یہ حال ہو تو جسکی بادشاہی حقیقی ہے اور جس کے اوپر کوئی بادشاہ نہیں ہے وہ کسی کو اپنا کہے اور اپنی طرف منسوب کرے تو اس بزرگی کی کیا انتہا ہے، تیسری بزرگی تجھ کو یہ عطا فرمائی کہ اپنی مجلس میں تیرا ذکر کر کے تجھ کو اپنا مذکور بنایا کہ وہ بے نیاز ذات تیرا ذکر فرماتا ہے، اس لئے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھ کو اپنے جی میں یاد کرتا ہے میں بھی اس کو اپنے جی میں یاد کرتا ہوں اور جو مجھ کو محفل میں یاد کرتا ہے میں اس کو ایسی محفل میں یاد کرتا ہوں کہ وہ محفل اس کی محفل سے بہتر ہے، یعنی ملائکہ کی محفل۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندہ ذاکر کو اللہ تعالیٰ یاد فرماتا ہے اور خود اپنے کلام میں ارشاد فرماتا ہے فاذکرونی اذکرکم، یعنی تم مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد کرونگا اور اس سے بڑھ کر کونسی بزرگی ہوگی کہ بندہ جس کی حقیقت ایک مشت خاک ہے اس خاکی کو رب الارباب اور شاہنشاہ یاد فرمائے، پس ان تین بزرگیوں سے اے ذاکر تجھ پر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت کامل و تام فرمائی (اکمال الشیم ص۳۰)۔

حلقۂ ذکر

گزشتہ باب میں بیان ہو چکا ہے کہ ذکرِ الٰہی کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے مطلق ہے، اس اصول کے پیش نظر صوفیائے کرام نے ضرورت، مناسبت، موزونیت اور افادیت کے اعتبار سے جو صورت بہتر سمجھی اسے اختیار کرلیا، کہیں انفرادی طور پر ذکر کرنے کی تلقین کی، کہیں اجتماعی ذکر کی صورت اختیار کی مگر بعض نادان لوگ اجتماعی ذکر اور حلقۂ ذکر کو بدعت کہہ دیتے ہیں حالانکہ مذکورۃ الصدر اصول کی بناء پر اسے بدعت کہنا غلطی ہی نہیں بلکہ خود ایک بدعت ہے۔

اجتماعی ذکر کا ثبوت

قال تعالیٰ: وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ۔

اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح وشام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضاجوئی کے لئے کرتے ہیں۔

اس آیت کے حصہ مع الذین سے اجتماعی ذکر اور حلقہ ذکر کا ثبوت ملتا ہے، حضور اکرم ﷺ کو بھی ان کی معیت کا حکم ملا ہے، اس سے ذکرِ اجتماعی کی فضیلت بھی ظاہر ہوگئی۔

حدیث سے اس کی تائید

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان للہ ملائکۃ یطوفون فی الطریق یلتمسون اھل الذکر فاذا

حضور ﷺ نے فرمایا کہ ملائکہ اہل ذکر کو تلاش کرتے پھرتے ہیں، جہاں کہیں انہیں ذاکرین کی کوئی جماعت مل جاتی ہے وہ اپنے ساتھیوں

وجدوا قوما یذکرون اللہ	کو بلاتے ہیں کہ یہ ہے وہ چیز جس کی تمہیں
تنادوا هلموا الی حاجتکم فیحفونهم	تلاش ہے، چنانچہ وہ ملائکہ ذاکرین کو آسمان
باجنحتهم الیٰ السماء الدنیا الیٰ ان	دنیا تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں،
قال فیقول تعالیٰ اشهدکم انی قد	یہاں تک کہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تم
غفرت لهم قال فیقول ملک من	کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان لوگوں کو بخش
الملائکة فیهم فلان لیس منهم انما	دیا ہے پھر ان میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے کہ
جاء لحاجته قال هم الجلساء	فلاں آدمی تو اہل ذکر سے نہیں وہ تو اپنے کام کیلئے
لایشقیٰ جلیسهم ۔	آیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ایسی مجلس ہے
(بخاری شریف ص۹۴۸ ج۲)	جس میں بیٹھنے والا بدبخت نہیں رہ سکتا۔

فوائد :

(۱) اس روایت سے ثابت ہوا کہ مجالس ذکر قائم کرنا ایسا محمود عمل ہے کہ ملائکہ کرام مجالسِ ذکر کی تلاش میں پھرتے رہتے ہیں کیونکہ ملائکہ اور ذاکرین میں مناسبت ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا (۲) ذکر الٰہی ایسی عبادت ہے جس پر مغفرت کا اعلان کیا جاتا ہے کسی اور عبادت پر نہیں (۳) وسیلۂ صلحاء اور صحبتِ مشائخ کا محمود ہونا ثابت ہوا، ذاکرین کی جماعت میں شمولیت سے بھی بدکار نجات حاصل کر لیتا ہے (۴) اولیاء کی ذرا سی صحبت ایماندار آدمی کو جنتی بنا دیتی ہے۔

مجالس ذکر قائم کرنے کا حکم

عن ابی رزین انه قال له رسول الله ﷺ	حضورﷺ نے فرمایا کہ کیا میں ایسے

الا ادلک علیٰ ملاک هذا الامر الذی	بہترین عمل کی خبر نہ دوں جس سے تم
تصیب به خیر الدنیا والاٰخرة، علیک	دنیا وآخرت کی بھلائی سمیٹ لو؟ سنو!
بمجالس اهل الذکر۔	مجالسِ ذکر لازم پکڑو۔

فوائد:

(۱) مجالس ذکر کی تلاش اور ان میں شامل ہونا مؤکد بتاکید ہے۔

(۲) مجالس ذکر دین و دنیا کی کامیابی کا ذریعہ ہیں۔

(۳) ذکر الٰہی سے رحمت الٰہی کا نزول اور اطمینان قلبی حاصل ہوتا ہے۔

حلقہ اجتماعی ذکر

فیض الباری ۲/۳۶۲/ پر ہے کہ نمازوں کے بعد سلف صالحین میں یہ دستور تھا کہ مجلس ذکر قائم کرتے تھے۔

فالسنة الخاصه فی ذٰلک	اس ذکر میں جو خاص سنت ہے وہ اس امر کی
قاضیة علیٰ عموم الاحادیث	متقاضی ہے وہ نمازوں کے بعد عام حدیثوں
فی الاذکار بعد الصلوٰة وفی	سے ثابت ہے اور مَدخَل ابن حاج مالکی میں ہے
المدخل لابن الحاج	کہ سلف صالحین یعنی صحابہ تابعین وتبع تابعین
المالکی ان السلف	نماز فجر اور عصر کے بعد مسجد میں حلقہ لگا کر ذکر
الصالحین کانوا یحبسون	کرتے تھے، ان کے ذکر کی آواز شہد کی مکھی کی
بعد الصبح کدوی النحل۔	بھنبھناہٹ کی طرح ہوتی تھی۔

ذکر کی یہ صورت ذکر خفی ہے یا ''پاس انفاس''، جس کا نقشبندیہ کے ہاں خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔

صوفیاء کا معمول قرآن وسنت پر مبنی ہے

واوراد الصوفية التی يقرؤ نها بعد صلوٰةٍ علیٰ حسب عاداتهم فی ملوکهم لها اصل اصیل فقد روی البیهقی ، عن انس ان النبی ﷺ قال لانی اذکر الله مع قوم بعد صلوٰة الفجر الیٰ طلوع الشمس احب الی من الدنیا وما فیها ولانّی اذکر الله تعالیٰ بعد صلوٰة العصر الیٰ ان تغیب الشمس احب الی من الدنیا ومافیها۔

صوفیاء کرام جو اور اد ووظائف اپنے معمول کے مطابق نمازوں کے بعد پڑھتے ہیں ان کی اصل صحیح موجود ہے "بیہقی نے حضرت انسؓ کی روایت بیان کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ چیز مجھے دنیا ومافیہا سے زیادہ محبوب ہے کہ ذاکرین کے ساتھ صبح کی نماز کے بعد طلوعِ آفتاب تک اور عصر کی نماز کے بعد غروبِ آفتاب تک ذکرِ الٰہی کیا کروں"۔

وروی ابو داؤد عنه انه ﷺ قال لانی اقعد مع قوم یذکرون الله تعالیٰ من صلوٰة الغداة حتیٰ تطلع الشمس احب الی من ان اعتق اربعة من ولدِ اسمٰعیل ولا نی اقعد مع قوم یذکرون الله من صلوٰة العصر الی ان تغرب الشمس احب الی من ان اعتق اربعة۔

اور ابوداؤد میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ذاکرین کے ساتھ مل کر صبح کی نماز کے بعد طلوعِ آفتاب تک ذکر کرنا مجھے اولادِ اسمٰعیلؑ سے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہے اور نمازِ عصر کے بعد غروبِ آفتاب تک ان کے ساتھ ذکر کرنا چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

وروی ابو نعیم انه ﷺ قال مجالس الذکر تنزل علیهم السکینة وتحف بهم الملائکة وتغشاهم الرحمة ویذکرهم الله تعالیٰ۔

اور ابونعیم نے بیان کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجالسِ ذکر پر ملائکہ کا نزول ہوتا ہے وہ انہیں اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں اور ان پر نزولِ سکینہ ہوتا ہے اور ان پر اللہ کی رحمت سایہ کر لیتی ہے اور اللہ انہیں یاد کرتا ہے۔

وروی احمد ومسلم انه ﷺ قال لایقعد قوم یذکرون الله تعالیٰ الا حفتهم الملائکة وغشیتهم الرحمة ونزلت علیهم السکینة وذکرهم الله تعالیٰ فیمن عنده۔

اور امام احمدؒ اور مسلمؒ نے بیان کیا کہ جب کچھ لوگ ذکرِ الٰہی کے لئے بیٹھتے ہیں فوراً ہی ملائکہ انہیں اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں اور ان پر نزولِ سکینہ ہوتا ہے اور اللہ کی رحمت برستی ہے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر اپنے مقربین میں فرماتا ہے۔

واذاثبت ان لما یعتاده الصوفیة من اجتماعهم علی الاذکار والاوراد بعد الصبح وغیره اصلا صحیحا من السنة وهو ماذکر فلا اعتراض علیهم فی ذٰلک۔

جب یہ ثابت ہوگیا کہ صوفیائے کرام کے صبح وشام کے معتاد اجتماع اور اذکار واوراد کی اصل، سنت صحیح سے ثابت ہے اور اس کا ہم نے ذکر کر دیا تو ان پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔

اس باب کی ابتدا میں جو آیت ہم نے پیش کی تھی اس کی جامع اور مکمل تفسیر فتاویٰ الحدیثیہ کی مذکورۃ الصدر عبارت سے ہوگئی اور حلقۂ ذکر کی اصل قرآن وحدیث سے ثابت ہوگئی۔

قرآن کریم سے حلقۂ ذکر کا ثبوت

تفسیر ''کلام الملوک ملوک الکلام'' میں زیرِ آیت انا سخرنا الجبال معه يسبحن بالعشي والاشراق والطير محشورة بعد مايحمل على التسبيح القالي كما هو ظاهر القرآن ومؤيد بكشفِ كثير من اهل الله تعالىٰ يؤخذ منه امران الاول الاجتماع على الذكر تنشيطا للنفس وتقوية للهمة وتعاكس بركات الجماعة من بعض علىٰ بعض والثانی صحة مايتخيل فی بعض الاشغال من اشتغال كل مافى العالم بالذكر وله تاثير عجيب فی جمع الهمة وقطع الخطرات۔

آیتِ قرآنی کی تفسیر سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حلقۂ ذکر یعنی اجتماعی صورت میں ذکر کرنا مؤید بالقرآن ہے اور صاحبِ تفسیر نے حلقۂ ذکر کے فوائد کی بھی نشان دہی کر دی، ان میں سے نشاط اور تقویت کا احساس تو عام ہے مگر تعاکس برکات کا مشاہدہ صرف اہل نظر کو ہی ہوسکتا ہے اور مجموعی طور پر اس کی ''عجیب تاثیر'' کی کیفیت الفاظ کے ذریعے بیان نہیں ہوسکتی اور جو لوگ صرف الفاظ سے کھیلتے ہیں انہیں ان کیفیات کا علم ہو تو کیونکر، لہٰذا اپنی محرومی کو چھپانے کے لئے انکار کا سہارا لیتے ہیں:

قاصر گر کند برایں طائفہ طعن قصور — حاشا للہ کہ برآرم بزبان ایں گلہ را
ہمہ شیرانِ جہاں بستہ ایں سلسلہ اند — روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

(دلائل السلوک ر ص ۹۹ ر تا ۱۰۵)

مشائخ نقشبندیہ کے یہاں ذکر کے حلقے دراصل ایک تو ان تمام احادیث پر عمل کرنے اور کرانے کے اہتمام کیلئے ہے جن میں اجتماعاً ذکر اللہ کرنا وارد ہوا ہے بالخصوص فجر وعصر یا عشاء کے بعد کے معمولات جن کی تفصیل گذشتہ روایات میں گذر چکی ہے۔ اور دوسرے مشائخ نقشبندیہ کے یہاں زیادہ تر مدار شیخ کی صحبت اور توجہ پر ہے اس لئے ان کے یہاں توجہ شیخ کے ساتھ ذکر کی یہ کیفیت زیادہ شائق ہے اور یہ تصرف وتوجہ شیخ دوسرے مشائخ کے یہاں اتنے اہتمام سے نہیں ہوتی، وہ خود سالک کو ذکر جہری کی تلقین کرتے ہیں تاکہ اس جہر سے اس کے دل پر ضرب پڑتی رہے، اور وقتاً فوقتاً وہ اپنی توجہ اور تصرف بھی کام میں لاتے ہیں جس کا مشائخ نقشبندیہ کے یہاں معمول ہے اور مشائخ نقشبندیہ نے حدیث جبریل سے اس پر استدلال کیا ہے اور اس کو ثابت مانا ہے، چنانچہ دلائل السلوک ر ص ۱۱۱ ر میں لکھتے ہیں:

قرآن مجید سے القاء اور تصرف باطنی کی چند مثالیں

قال الله تعالىٰ: اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا (آل عمران)۔

جب تم دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی، سو تم خدا کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہوگئے۔

وقوله تعالىٰ: اِذْ يُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اس وقت کو یاد کرو جب کہ آپ کا رب فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارا ساتھی ہوں سو تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ، ایمان والوں کی ہمت بڑھانے اور انہیں ثابت قدم رکھنے کی صورت کیا ہے جس پر فرشتوں کو مقرر کیا گیا؟ یہی کہ ان کے دلوں میں ایسی قوت کا القاء کریں کہ ان کے دل قوی ہوجائیں اور کفار کا مقابلہ پوری دلجمعی سے کریں۔

حدیث فعلی میں توجہ اور تصرف کی مثال

حضور اکرم ﷺ جب حرا میں تھے تو حضرت جبرئیل تشریف لائے اور تین بار فرمایا اقراء دو دفعہ حضور ﷺ نے جواب دیا ما انا بقاری، مگر تیسری بار حضرت جبرئیلؑ نے سینہ سے لگا کر چھوڑا تو حضور ﷺ نے پڑھنا شروع کر دیا، بخاری کی اس حدیث کی شرح میں عارف کامل محدث اجل عبداللہ ابی بن جمرہ نے فرمایا ہے:

قال رسول الله ﷺ فاخذني فعطني الخ وفيه دليل، علىٰ ان اتصال جرم العط بالمغط وضمه اليه وهو احدى الطرق الافاضة يحدث به فى الباطن قوة نور انية مشعشعة تكون عونا علىٰ حمل ماالقيت اليه لان جبريل لما اتصل جرمه بذات محمد ﷺ سنية فحدث له ماذكرناه بذالك وهو ماالقىٰ اليه وفوقه سمع خطاب الملك ولم يكن له قبل ذلك وقد وجد اهل الميراث من الصوفية المتبعين المحققين (بهجة النفوس)۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دبانے والے کا اتصال اس کے جسم سے ہوا جسے بھینچا گیا جو ایک طریقہ حصول فیض کا ہے، تو اس جسم کے اتصال سے باطن میں ایک قوت نورانیہ پیدا ہو جاتی ہے اور اس قوت سے دوسرا شخص اس بوجھ کے اٹھانے کے قابل ہو جاتا ہے، چنانچہ جب جسم جبرئیل سے حضور ﷺ کی ذات اقدس سے متصل ہوا تو اس میں وہ کیفیت نورانیہ پیدا کر دی جس کا ہم نے ذکر کیا ہے، مزید یہ کہ فرشتہ کی آواز سنی جو اس سے پہلے نہ سنی تھی اور اہل میراث متبعین سنت محققین، صوفیہ نے یہی طریقہ حاصل کیا ہے۔

فائدہ: ہمارے سلسلہ میں اس حدیث فعلی کی روشنی میں سالک پر ابتداء میں تین بار توجہ کی جاتی ہے اور یہی طریقہ ہمارے ہاں متوارث چلا آتا ہے۔

اس طریقہ میں طالب کا سلوک شیخ مقتدیٰ کی تقلید پر ہے

حضرت مجدد صاحبؒ کے مکتوبات میں اور اس طریقہ میں طالب کا سلوک شیخ مقتدا کی تقلید پر منحصر ہے، اس کے تصرف کے بغیر کچھ کام نہیں ہوسکتا کیونکہ ابتدا میں نہایت کا درج ہونا اسی کی شریف توجہ کا اثر ہے اور بیچونی اور بیچگونی کا حاصل ہونا اسی کے کمال تصرف کا نتیجہ ہے، بے خودی کی وہ کیفیت جس کے لئے انہوں نے مختص راستہ اختیار کیا ہے اس کا حاصل ہونا مبتدی کے اختیار میں نہیں ہے اور وہ توجہ جو شش جہت سے معرّا ہے اس کا وجود طالب کے حوصلہ سے باہر ہے

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند
کہ برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را

نقشبندی بزرگ عجیب قافلہ سالار ہیں کہ پوشیدہ پوشیدہ قافلے کو حرم تک پہنچا دیتے ہیں، یہ بزرگوار جس طرح نسبت کے عطا کرنے پر کامل طاقت رکھتے ہیں اور تھوڑے وقت میں طالب صادق کو حضور وآگاہی بخش دیتے ہیں، اسی طرح نسبت کے سلب کرنے میں بھی پوری طاقت رکھتے ہیں اور ایک ہی بے التفاتی سے صاحب نسبت کو مفلس کر دیتے ہیں، ہاں سچ ہے جو دیتے ہیں وہ لے بھی لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے غضب اور اپنے اولیاء کرام کے غضب سے بچائے (مکتوبات ص ۲۹/حصہ چہارم)۔

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی فضیلت

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے ایک مکتوب میں لکھا ہے: حضرت خواجہ

نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے اور فرمایا، حق تعالیٰ سے میں نے ایسا طریق طلب کیا ہے جو بے شک موصل ہے اور آپ کی یہ التجا قبول ہوگئی ہوئی ہے۔ چنانچہ رشحات میں حضرت خواجہ احرار قدس سرہ سے منقول ہے کہ یہ طریقہ کیونکر اقرب اور موصل نہ ہو جب کہ انتہا اس کے ابتدا میں مندرج ہے، وہ شخص بہت ہی بدقسمت ہے جو اس طریق میں داخل ہوا اور استقامت اختیار نہ کرے اور بے نصیب چلا جائے ع

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست (سورج کا کیا قصور اگر کوئی خود ہی نابینا ہو)

ہاں اگر کوئی طالب کسی ناقص کے ہاتھ پڑ جائے تو طریق کا کیا گناہ ہے اور طالب کا کیا قصور، کیونکہ حقیقت میں اس طریق کا رہبر موصل ہے نہ نفسِ طریق اور اس راہ میں ابتدا میں حلاوت و وجدان ہے اور انتہا میں بے مزگی اور فقدان، جو ناامیدی کے لوازمات میں سے ہے، برخلاف دوسرے طریقوں کے کہ ابتدا میں بے مزگی اور فقدان رکھتے ہیں اور انتہا میں حلاوت و وجدان اور ایسے ہی اس طریق کے ابتدا میں قرب و شہود ہے اور انتہاء میں بعد و حرمان، برخلاف دوسرے مشائخ کرام کے طریقوں کے۔

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں دوام ذکر اور صحبت شیخ کی اہمیت

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ میر محمد نعمان بدخشی کے صاحبزادے کے نام ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ الطاہرین اجمعین۔

تو اس بات کو جان اور آگاہ رہ کہ تیری سعادت بلکہ تمام انسانوں کی سعادت اور سب کی فلاح و نجات اپنے مولیٰ جل سلطانہ کے ذکر میں ہے، جہاں تک ممکن ہو سکے تمام اوقات کو ذکر الٰہی جل شانہ میں مستغرق اور مصروف رکھنا چاہئے، اور ایک لحظہ کے لئے بھی غفلت کو جائز نہیں سمجھنا چاہیئے۔ اللہ سبحانہ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ دوام ذکر طریقہ حضرات خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم میں ابتداء میں ہی میسر آجاتا ہے اور "نہایت ابتداء میں درج ہے" کے طریقہ پر حاصل ہو جاتا ہے، لہٰذا طالب کے لئے اس بلند مرتبہ طریقہ کو اختیار کرنا زیادہ بہتر اور مناسب ہے، بلکہ لازم و واجب ہے، پس تجھ پر لازم ہے کہ قبلہ توجہ کو ہر طرف سے ہٹا کر کلیۃً اس طریقۂ عُلیہ کے بلند مرتبہ اکابر کی طرف کرے، اور ان کے باطن سے ہمت اور توجہ طلب کرے، ابتداء میں ذکر کرنے سے چارہ نہیں، چاہئے کہ قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو، کیونکہ دل کے گوشت کا ٹکڑا قلب حقیقی کے لئے حجرے اور گھر کی مانند ہے اور اسم مبارک "اللہ" کو اس قلب پر گزارے اور اس وقت قصداً کسی عضو کو بھی حرکت نہ دے، کلیۃً قلب کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ جائے اور خیال میں بھی قلب صنوبری کو جگہ نہ دے اور اس طرف متوجہ نہ ہو، کیونکہ مقصود قلب کی طرف توجہ ہے نہ کہ اس کی صورت کا تصور، اور لفظ مبارک اللہ کے معنیٰ کو بے مثال اور بے کیف ملاحظہ کرے اور کسی صفت کو بھی اس کے ساتھ نہ ملائے اور اس کے حاضر و ناظر ہونے کو بھی لحاظ و خیال میں نہ لائے تا کہ حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کی بلندی سے صفات کی پستی کی طرف نہ آئے اور یہ اس سے شہود و وحدت و کثرت میں نہ پڑے۔ اور بے کیف ذات کی گرفتاری سے چون اور کیف والی شے کیساتھ آرام نہ

پکڑے، کیونکہ جو چون اور کیفیت رکھنے والی شے میں نمایاں ہوگا وہ بے کیف نہیں ہوسکتا اور جو کچھ کثرت میں نمودار ہوتا ہے واحدِ حقیقی نہیں ہوسکتا، بے چون ذات کو چون کے دائرہ سے باہر تلاش کرنا چاہئے، بسیطِ حقیقی کو احاطہ کثرت سے باہر طلب کرنا چاہئے۔

اور اگر بوقت ذکر الٰہی بے تکلف پیر کی صورت ظاہر ہو تو اسے بھی دل میں لے جائے اور دل میں بٹھا کر ذکر کرلے۔

تم جانتے ہو پیر کیسی ہستی ہے، پیر وہ ذات ہے کہ جناب قدس خداوندی جل شانہ تک پہنچنے کے راستے میں اس سے استفادہ کرتے ہو اور اس سے اس راہ میں طرح طرح کی مدد و اعانت حاصل کرتے ہو، خالی کلاہ اور چادر اور شجرہ جو مروج ہو چکا ہے پیری مریدی کی حقیقت سے خارج ہے اور عادت و رسوم میں داخل ہے۔

ہاں یہ بات درست ہے کہ شیخ کامل مکمل کا کرتا بطور تبرک اپنے پاس رکھے اور اس کے ساتھ اعتقاد و اخلاص سے زندگی گزارے، شیخ کے کرتے کو پاس رکھنے میں ثمرات ونتائج کا قوی احتمال ہے۔

تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ خوابیں اور واقعات اعتماد و اعتبار کے لائق نہیں، کوئی شخص اگر اپنے آپ کو خواب یا واقعہ میں بادشاہ یا قطب وقت دیکھے تو حقیقت میں ایسا نہیں ہے، ہاں خواب اور واقعہ سے باہر عالم حقیقت اور نفس الامر میں اگر بادشاہ یا قطب بن جائے تو ماننے کے لائق ہے، لہذا بیداری میں اگر احوال و مواجید ظاہر ہوں تو ان پر اعتماد کی گنجائش ہے ورنہ نہیں اور تم جانتے ہو کہ ذکر کا نفع اور اس پر آثار ونتائج مرتب ہونا شریعت کی بجا آوری سے وابستہ ہے، اس لئے فرائض اور سنتوں کی ادائیگی

اور حرام مشتبہ چیزوں سے اجتناب میں پوری احتیاط کرنی چاہئے اور چھوٹی بڑی بات میں علماء کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور ان کے فتویٰ کے تقاضے کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہئے۔ والسلام (مکتوبات: حصہ سوم/ص ۱۱۱)۔

مشائخ نقشبندیہ کے یہاں حلقۂ ذکر اللہ کی حاضری اور شیخ کی توجہات حاصل کرنے کی ضرورت کو سمجھنے کیلئے بعض مشائخ نقشبندیہ کے مختصر حالات پڑھئے!

حضرت عبداللہ المعروف بہ شاہ غلام علیؒ

آپؒ کی ولادت ۱۱۵۸ھ میں بمقام بٹالہ پنجاب میں ہوئی۔ آپؒ کا نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔ آپؒ کی ولادت سے قبل آپ کے والدؒ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خواب میں دیکھا فرماتے ہیں کہ اپنے لڑکے کا نام علی رکھنا۔ چنانچہ آپ کے والد نے آپ کا نام علی رکھا۔ آپؒ نے ایک ماہ میں قرآن مجید حفظ کرلیا۔

مختلف بزرگوں کے ہاں حاضری دی مگر دل نہ لگا۔ آخر کار حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی درخواست فرمائی۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ نے آپ کو بیعت فرمایا۔ **پندرہ سال تک حاضر حلقہ و مراقبہ** رہے اور آپ سے اجازت حاصل کی۔ آپ نے طریقہ نقشبندیہ کی اشاعت شروع کی اور آخر کار اس قدر فیض آپ کی حیات میں آپ سے جاری ہوا کہ شاید ہی کسی شیخ سے اس کی زندگی میں جاری ہوا ہو۔ ہندوستان، کابل، بلخ، بخارا، عرب، روم سب جگہ آپ کے خلیفہ پہنچ گئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ہمارا فیض دور دور تک پہنچ گیا ہے۔ مکہ معظمہ میں ہمارا

حلقہ بیٹھا ہے۔ مدینہ منورہ میں ہمارا حلقہ بیٹھا ہے۔ بغداد شریف، روم و مغرب میں ہمارا حلقہ جاری ہے۔ حضرت مولانا خالد رومیؒ جناب رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مدینہ منورہ سے دہلی آئے، خلافت و اجازت لے کر اپنے وطن ''کُر دِستان'' واپس گئے۔

حضرتؒ کی کرامات بے شمار ہیں۔ سب سے بڑی کرامت طالبانِ خدا کے باطن میں فیض و برکات ہے۔ ایک شخص آپ سے بیعت ہونے کو دہلی آ رہا تھا جنگل میں راہ بھول گیا۔ ایک بزرگ اچانک موجود ہوئے اور ان کو سیدھا راستہ بتا دیا۔ ان سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا میں وہی ہوں جس سے تم بیعت ہونے جا رہے ہو۔

فرمایا: ایک مرتبہ میں نے دیکھا ایک بزرگ میرے پاس آ کر بیٹھ گئے میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمایا بہاؤالدین نقشبند۔ فرمایا ایک مرتبہ حضرت مجددؒ تشریف لائے اور فرمایا کہ تو میرا خلیفہ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ان حضرات کی ارواح کا انکشاف اور ان کی روحانی توجہات کا حصول بکثرت رہتا تھا۔

فرمایا کہ روز تہجد و تسبیح پڑھ کر اور اس کا ثواب جناب رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک پر بھیج کر سویا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ترک ہو گیا، خواب میں دیکھا آپ ﷺ تشریف لائے اور نہ پڑھنے کی شکایت فرمائی۔ ایک مرتبہ ایک برہمن زادہ مجلس شریف میں حاضر ہو گیا۔ آپؒ کی نظر عنایت اس پر پڑ گئی وہ ایکدم کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

فرمایا شبِ قدر عجیب بابرکت رات ہے۔ دعا و عبادت مقبول ہوتی

ہے۔ ایک بار میں جامع مسجد میں ساکن تھا رات کو سوتا تھا۔ ایک شخص نے مجھ کو آ کر جگا دیا اور کہا کہ اُٹھ رسول اللہ ﷺ کی امت مرحومہ کے لئے دعا کر۔ میں اٹھا دیکھا تو تمام نور سے چراغاں نورانی روشن ہو رہے ہیں۔ میں جان گیا کہ یہ شب قدر کا نور ہے۔

ایک روز مراقبہ میں میں نے دیکھا حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ میرے گھر تشریف لائے ہیں۔ تمام گھر ان کے نور سے منور ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا آؤ تمہیں ذکر کی تعلیم دوں۔ میں نے عرض کیا آپ کا شکریہ، جو ذکر میرے پیر نے سکھایا ہے وہی کافی ہے۔

آپ فرماتے تھے اور طریقوں کی نسبت اس طریقہ نقشبندیہ میں مجاہدہ نہیں ہے اس طریقہ میں ساری ترقی اپنے پیر سے اخلاص پر ہے۔

آپ کی وفات ۲۲/صفر ۱۲۴۰ھ کو ہوئی اور خانقاہ مظہریہ میں اپنے مرشد حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کے پہلو میں دفن کئے گئے (ماخوذ از سالار نقشبندیہ مجددیہ/ص ۱۶۵)۔

ایک مقام پر حضرت غلام شاہ علی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت مرزا صاحبؒ کے یہاں موجود تھا، حضرت والا توجہ دینے کیلئے مستفیدین طریقت کے حلقہ کی جانب جو حلقۂ اخلاص گردنِ ارادات میں رکھتے تھے متوجہ ہوئے، جب (حضرت والا نے) نظر ڈالی کہ بااخلاص معتقدوں اور مخصوص مخلصین کا مجمع بیشمار ہے، کیونکہ وہ سب سمرقند و بخارا، غزنی و تاشقند، حصار و قندھار، کابل و پیشاور، ملتان و کشمیر، لاہور و سرہند، امروہہ و سنبھل، بریلی و رامپور، لکھنؤ و جائس، بہرائچ و گورکھپور، عظیم آباد و ڈھاکہ،

بنگال وحیدرآباد و پونہ وغیرہ کے تھے اور حق جل وعلا کی طلب میں اپنے وطنوں کو چھوڑ کر آئے ہوئے تھے، حضرت والا کو اس زمانہ میں ضعف بہت تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کی باری مقرر کی جائے، صبح کے حلقہ میں تیس آدمی مخصوص کر لئے جائیں اور تیس آدمیوں کو عصر کے حلقہ میں بقیہ لوگوں کو دوسرے روز اسی طریقہ سے رکھا جائے، غرض کہ تیس تیس آدمیوں کا گروہ لایا جائے تاکہ وہ توجہ حاصل کریں جب انہیں توجہ مل جائے تو پھر تیس آدمی پہلے والے اس (حلقہ) میں آئیں اور توجہ سے فیض حاصل کریں، نیز حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا معمول اور دونوں حضرات (خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم) کا اور جناب پیر مرشد حضرت مرزا صاحب قبلہؒ کا بھی یہی معمول رہا ہے کہ لوگوں کی باریاں مقرر تھیں (درالمعارف ص۱۳۸)۔

نیز حضرت اقدس مجدد صاحبؒ کے حالات میں لکھتے ہیں: کہ آپ ہر روز اپنے متعلقین کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھتے اور آپ کے اصحاب آپ کے ساتھ حلقۂ ذکر کرتے اور دیگر تمام مشائخ نقشبندیہ کا یہی طریقہ رہا، حضرت مجدد صاحبؒ کے حالات میں اس طرح لکھا ہے:

حضرت اقدس مجدد صاحب قدس سرہ کے بعض معمولات

نماز تہجد: اس کے بعد بحضورِ تمام نماز تہجد کے لئے کھڑے ہوتے نماز کو بطول قرأت ادا کرتے، غالباً دو تین سیپارے پڑھتے، سورۂ یٰسین بھی اکثر طور پر ایک ہی رکعت میں کئی کئی بار تلاوت کرتے۔

مراقبہ اور نماز فجر: پھر نماز تہجد کے بعد مراقبہ کرتے، بعدہ صبح

صادق ہونے تک بطریقِ مسنون تھوڑی دیر آرام کرتے اور صبح صادق ہوتے ہی نماز فجر میں مصروف ہو جاتے، سنتِ فجر مکان سے ہی پڑھ کر جاتے، سنت وفرض کے درمیانی وقت میں تسبیح وتہلیل میں مشغول رہتے، اس کے بعد بطول قرأت فرض ادا کرتے۔

مراقبہ: پھر ادائے فرض کے بعد سے اشراق تک مریدوں کے ساتھ حلقہ باندھ کر مراقبہ کرتے۔

اشراق: جب سورج اچھی طرح سے نکل آتا تو چار رکعت نماز اشراق پڑھتے، پھر تسبیحات وادعیہ ماثورہ میں مشغول ہو جاتے۔

نماز ظہر: پھر نماز ظہر ادا کرتے۔

حلقۂ ذکر وتوجہ: اس کے بعد لوگوں کی جانب متوجہ ہو بیٹھتے اور اصحاب کے ساتھ حلقہ کرتے، اور حافظ صاحب سے قرآن شریف سنتے۔

نماز عصر: حلقہ سے فارغ ہونے کے بعد دینی کتب کے دو ایک سبق درس فرماتے۔

نماز عصر: جب بعد مثلین وقتِ عصر ہو جاتا تو تجدید وضوء کے واسطے اٹھتے اور چار رکعت سنتِ عصر ادا کرتے پھر نماز خود پڑھاتے۔

ختم خواجگان: نماز سے فارغ ہونے کے بعد اصحاب کے ساتھ مل کر ختم خواجگان پڑھتے، پھر مغرب تک دوستوں کے ساتھ خاموش مراقبہ میں بیٹھتے، اس حلقہ میں بطریق باطن طالبوں کے احوال کی طرف متوجہ ہوتے (سیرت امام ربانی ص۱۷۵)۔

انہیں کے سلسلہ سے وابستہ جو حضرات اس وقت دنیا میں کام کر رہے ہیں اور ذکر وفکر، مراقبہ ومشاہدہ سے لوگوں کو فیضیاب کر رہے ہیں اور تزکیۂ نفوس کیلئے مجاہدات

خود بھی کررہے ہیں اور اپنے متعلقین سے کرارہے ہیں، ایسے مقدس گروہ کی عظیم الشان خدمات عنداللہ مقبول ہیں اور وہ اس امت کے بہت بڑے محسن ہیں۔ اسی سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے ایک عظیم الشان فرد راہِ سلوک کے امام، علوم ومعارف کے غوّاص اور بحر انوار وتجلیات سے قلوب کو منور کرنے والے، اللہ کے راستہ کے داعی، شریعت اور طریقت کے شیدائی اور مبلغ، ہمارے شیخ ومرشد حضرت پیر آصف حسین فاروقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ ہیں جن کے کچھ احوال یہاں درج کیئے جاتے ہیں۔

اور اس کی ضرورت اس لئے پڑی کہ بعض لوگ اپنے ذاتی مقاصد کی تکمیل کیلئے حضرت کی مقدس ذات کو مختلف انداز سے نشانہ بنارہے ہیں اور ان کے کمالات پر اعتراضات کررہے ہیں، ان کی اتباع شریعت اور سنت کے ساتھ بے انتہا تعلق اور اسی کے مطابق لباس اور سنت کے مطابق پوری زندگی، خود ان کی اور ان کے متعلقین کی، جو قابل تقلید اور قابل اتباع ہے، اس پر بھی ان کو اعتراض ہے، جس سے صاف ظاہر ہورہا ہے کہ یہ سب باتیں حضرت کی فیوض وبرکات سے امت کو ہٹانے کی ایک مذموم حرکت ہے جس سے حضرت کی ذات کو نقصان نہیں ہوگا البتہ بہت سارے لوگ ان فیوض وبرکات سے محروم ہوسکتے ہیں، جیسا کہ ان مذموم حرکتیں کرنے والوں کی یہی چاہت اور کوشش ہے، اگرچہ وہ ان مکر وتدبیر میں انشاء اللہ کامیاب ہونے والے نہیں ہیں کہ ارباب حق کیلئے رسول اللہ ﷺ کی بشارت ہے، **لاتزل طائفة من امتی منصورین علی الحق لایضر من خالفهم حتیٰ یأتی امر الله**، کہ میری امت میں سے ہمیشہ ایک طبقہ حق پر قائم رہنے والوں کا ضرور رہے گا اور جو ان کو نقصان

پہنچانے کی مذموم حرکتیں کریگا وہ خود ناکام ہوگا، اس طرح کی حرکتیں کچھ عرصہ پہلے دشمنان اسلام نے کی تھی وہ ناکام ہوئے اور حضرت دامت برکاتہم کامیاب ہوئے، پھر اپنے لوگ اس طرح کی مذموم حرکتوں میں لگ جائیں تو اس کو بدقسمتی ہی کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے ان سے بھی عبرت نہیں پکڑی۔

حق تعالیٰ شانہ عم نوالہ کو جس سے بھی کام لینا وہ لیکر رہیں گے اور اس طرح کی حرکات کرنے والوں مشائخ اہل اللہ اولیاء اللہ کے خلاف طوفان اٹھانے والوں کو سوائے اس کے اور کیا حاصل کہ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں اور اللہ سے جنگ کرتے ہیں اور اپنا وقت ضائع کرتے ہیں، خود بھی محروم ہوتے ہیں اور دوسروں کے محروم ہونے کا بھی ذریعہ بنجاتے ہیں جو نہایت افسوس کی بات ہے، اس لئے ضروری ہوا کہ حضرت اقدس کے کچھ حالات جن کا مشاہدہ ہوا، دوسروں کے سامنے بھی ذکر کئے جائیں، **وما توفیقی الا بالله وعلیه توکلت والیه انیب**۔

جامع الاوصاف والکمالات منبع الفیوض والبرکات حضرت شیخ آصف حسین فاروقی صاحب
دامت برکاتہم العالیہ کے اوصاف وکمالات کی ایک جھلک

گرامی قدر ومنزلت حضرت شیخ آصف حسین صاحب فاروقی دامت برکاتہم العالیہ

سماءِ زہد وتقویٰ کے درخشندہ کوکب، بحرِ معرفت کے غواص، ماہر اسرار وحکم، دریائے ذکر وفکر میں غوطہ زن، امام الصادقین والمتوکلین عمدۃ الکاملین، ہادیٔ راہ طریقت مرشد الامت حضرت اقدس شیخ آصف حسین فاروقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ جن سے برطانیہ میں اس سلسلہ کی نشر واشاعت اور بہت سے بندگانِ خدا کو فیضیاب ہونے کا سلسلہ جاری وساری ہے، ان کی شخصیت سے ہندوستان اوران جیسے مما لک کے بہت کم لوگ واقف ہیں، ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے کچھ احوال اور اقوال اس کتاب کی زینت بنائے جائیں تا کہ اس سلسلہ کے متعلقین کو فیض پہونچے۔

ہمارے حضرت شیخ دامت برکاتہم العالیہ کے آباء واجداد ہندوستان ہی سے تعلق رکھتے ہیں جو تقسیمِ ہند سے قبل سرزمین پاکستان منتقل ہو گئے تھے، چنانچہ حضرت کا خاندان اب پاکستان ہی میں مقیم ہے، اس خاندان میں اکثر وبیشتر حضرات دینی، دنیوی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں، اور وہاں اللہ پاک نے ان کو ہر طرح کی خیر وبرکت، عزت وشرافت سے نوازا ہے، ہمارے حضرت بھی دنیوی تعلیم کے اعتبار سے بہت اعلیٰ معیار پر فائز ہیں، پھر اللہ پاک نے آپ کو بچپن ہی سے اپنے عشق اور رسولِ پاک ﷺ کی ذاتِ اقدس کے ساتھ ایک گہرا تعلق اور بزرگانِ دین کے ساتھ زبردست

وابستگی عطا فرمائی تھی اور طبیعت میں یکسوئی اور خلوت مع اللہ اور تعلق باللہ کی تلاش میں، اولیاء اللہ کی خدمت میں اور کبار اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری اور اپنے اوراد ووظائف اور ذکر وفکر کی کثرت اور اپنی اصلاح اور صلاح کی فکروں میں کشاں کشاں آپ کو ایک بہت بڑے وقت کے عارف باللہ بلکہ امام العارفین، قدوۃ الصالحین ومرجع السالکین حضرت شیخ علی مرتضیٰ نقشبندی قدس سرہ کی ذات بابرکت سے وابستہ کردیا، پھر کیا تھا اِدھر تو آپ اپنے شیخ کی اداؤں پر فدا تھے، اُدھر حضرت شیخ کی محبت بھری نظر آپ کو فیوض وبرکات سے مالا مال کررہی تھی اور جہاں یہ دونوں چیزیں جمع ہوجائیں وہاں روحانی فیوض وبرکات کا جو سلسلہ چلے گا اس کی معراج اور کمال کیا ہوگی وہ بیان نہیں ہوسکتی، یہاں بھی ایسا ہی تھا، چنانچہ آپ اپنے شیخ کی نظروں میں اپنے خلوص وللّٰہیت اور بے انتہا تواضع اور ادب کی وجہ سے بہت جلد ترقیات پر گامزن ہوتے چلے گئے، اور ذکر وفکر کی منزلوں کو پاتے چلے گئے، اور تمام اسباق سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مع حقائق اور معارف کے جام کے جام پیتے چلے گئے اور حضرت کی کیفیت یہ تھی جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے بیان فرمائی:

شربت الحب کأسا بعد کأساً

فما نفد الشراب وماروِیت

(محبتِ الٰہی کے جام پر جام پیتا چلا گیا نہ شراب ختم ہوئی اور نہ میں سیراب ہی ہوا)

حضرت شیخ علی مرتضیٰ قدس سرہ نے جب آپ کی فطرتِ سلیمہ میں ذوقِ سلیم اور قلبِ سلیم اوصاف وکمالات ظاہریہ اور باطنیہ سے مزین دیکھا تو آپ کو اپنی طرف سے

اجازت وخلافت سے نوازا، اورتاکیداً اصلاحِ خلق پر معمور فرمایا اور بندگان خدا کو ذکروفکر سے روشناس کرنے کیلئے منتخب فرمایا اور بالخصوص برطانیہ میں سلسلہ کی اشاعت کیلئے روانہ فرمایا، چنانچہ حضرت شیخ کے حکم کی تعمیل میں آپ نے تن من دھن کی بازی لگادی اور بندگانِ خدا کو ذکر اللہ سے منور کرنے میں سرگرم ہوگئے ، اللہ پاک نے کچھ مجاہدات ومشکلات کے بعد اس سلسلہ کا ایک عظیم باب مفتوح فرمادیا اور آپ کی طرف ایک خلق عظیم کو رجوع کرنے کی توفیق بخشی اور آج بہت بڑی تعداد آپ کے دامنِ فیض سے وابستہ ہوکر صراطِ مستقیم پر قائم ودائم ہوچکی ہے اور الحمدللہ ثم الحمدللہ اس میں روز افزوں اضافہ ہی ہے، جو ایک بار ہمارے حضرت کی زیارت وملاقات اور توجہات باطنیہ سے فیضیاب ہوجاتا ہے وہ اپنے اندر ایک عظیم ترین تبدیلی اور ایمانی فرحت روحانی لذت اور عرفانی کیفیت کا مشاہدہ اپنے باطن میں کرتا ہے اور اپنے قلب کو ایک عظیم نور سے منور پاتا ہے، آپ کے دیدار ہی سے قلب کی گرہیں کھلنی شروع ہوجاتی ہیں اور اگر آپ کی معرفت اور محبت کے ساتھ شرف ملاقات وزیارت کرلے تو ایسی چیزیں پائے جو اور جگہ جلدی سے نہیں پاسکتا، یہ حق تعالیٰ شانہ کا آپ پر ایک بہت بڑا فضل وکرم ہے اور احسان عظیم ہے، ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔

آپ کا وعظ وبیان

ہم اپنے شیخ کی کن کن باتوں کا تذکرہ کریں، آپ کے ظاہری کمالات اور باطنی کمالات پر گفتگو کرنا بہت بڑا کام ہے اور اس کی صحیح تعبیر اور تشریح بھی ادراک سے بالاتر ہے، تاہم اتنا عرض ہے کہ اگر آپ کے علم کے بات کی جائے تو یہ بھی ایک حقیقت

ہے کہ باوجود درسیاتِ مروجہ درمدارس کی تکمیل اور تدریس کا موقع نہ ملنے کے آپ کی تشریحات چاہے وہ تفسیر قرآن پاک سے تعلق رکھتی ہوں یا تفسیر حدیث سے یا اور دوسرے اصلاحی مضامین ہوں، جب ان کو غور سے اور سکون سے سنا جاتا ہے (جیسا کہ اس بندۂ راقم الحروف کو بفضل اللہ تعالیٰ اس کا بار ہا موقع ملا) تو بہت سے موقعوں پر ایسے نکات وجواہر اور مضامین بحرِ معرفت وعشق میں غوطہ لگاکر اور ذکروفکر کی خوشبوں سے معطر ہوکر گلستانِ ایمان ویقین سے فیضیاب ہوکر نکلتے ہیں جن کو سن کر طبیعت مچل جاتی ہے اور اس اللہ کے ولی کے معارف اور حقائق کا ایک نقشہ سامنے آکر وجد وسرور کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے، آپ کا وعظ جب دل کے سوز اور عشق کے گداز اور امت کے درد کے دریا میں ڈوب کر شروع ہوتا ہے تو اور ایسی زبردست نباضی اور دکھتی رگوں پر ہاتھ رکھتے ہیں اور اندر کے چھپے ہوئے چور کو اس انداز سے باہر لاکر کھڑا کردیتے ہیں کہ اس باطنی وروحانی چور کو کہیں سے کہیں تک بھی چھپنے کا نہ موقع ہوتا ہے، نہ جائے فرار، اقرار اور تسلیم کے بغیر چارۂ کار ہی نہیں ہوتا، سننے والا خوب سمجھتا ہے کہ یہ تیر کہاں چل رہا ہے اور یہ رحمت کا بادل قلوب کے کن خشک صحراؤں کی سیرابی کا سامان کررہا ہے، انسان اپنی اصلاح کے لئے تیار بھی ہوتا ہے اور بیقرار بھی، آپ کے وعظ وبیان میں ایسے اثرات ہوتے ہیں جیسا کہ جادو کردیا گیا ہو، سچ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ان من البیان لسحرا بعض بیان جادو کا اثر رکھتے ہیں، حالانکہ بات بہت سیدھی سادی اور مثالیں عام فہم، حسب حال، حسب ماحول، حسب حالات، حسب کیفیات ہوتی ہیں، واقعی اس اللہ کے ولی کو امت کی نباضی میں امامت کا رتبۂ بلند حاصل ہے۔

آپ کی مجلس

آپ کی مجلس کی کیفیت ''اللہ اکبر'' زبان وقلم اس کے اظہار سے عاجز وقاصر ہیں، ایسی روحانی، عرفانی مجالس، اس قدر لذت اور حلاوت کبھی مجمع پرزاروقطار آہ وبکاء، چشمِ گریاں، سینہ گریاں کا دور دورہ اور کبھی کبھار جب ذکر جہری فرمانے لگتے ہیں اور کلمات خواجگان کہلواتے ہیں اس وقت کا منظر ایک عجیب لذتِ باطنی اور کیفیت ایمانی اور سرور روحانی سے لبریز ہوتا ہے، اس حدتک کہ حال اور وجد طاری ہوجائے اور پھر ذکر قلبی اور مراقبات کی حلاوت اور ایسی کیفیت جیسا کہ روحانیت کے جہاز میں بٹھا کر ملاء اعلیٰ کی سیر کرادی گئی ہو اور مختلف باغات وگلستانوں میں گھما کر اور تفریح کرا کر پھر فرش پر اتار دیا گیا ہو، ایک عجیب وغریب بے خودی کی کیفیت کہ انسان یہ محسوس کرے کہ وہ اپنے سے بھی غائب ہوا اور مخلوق سے بھی غائب ہوا اور اپنے محبوب خالق ومالک کی ذات وصفات کے بحر سے سیراب اور وابستہ ہوگیا، یہ بھی ایک ناقص تعبیر ہی ہوسکتی ہے ان کیفیات کی جو اپنے اس شیخ ومرشد کی مجالس میں محسوس کی جاتی رہی ہیں اور خود ان پر جو کیفیات گذرتی ہوں گی اور حقائق وبصائر منکشف ہوتے ہونگے اس کا تصور بھی نہیں ہوسکتا ہے۔

کشتگان خنجر تسلیم را　　　ہر زماں از غیب جانے دیگراں

آپ کے اخلاق

اور جہاں تک آپ کے اخلاق کا تعلق ہے تو آپ اخلاق کریمانہ کے اعلیٰ مقام پر نظر آتے ہیں اور آپ سے ملنے والا یہ محسوس کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ حضرت

کو سب سے زیادہ مجھ ہی سے تعلق اور محبت ہے، یہ ایک جھلک ہے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق حسنہ کی، آپ کے اخلاق کریمانہ کے اثرات آپ کے متعلقین میں بھی پورے طور پر جلوہ افروز ہیں اور یہ حضرات بھی اخلاق حسنہ کے پیکر نظر آتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات کے اخلاق دیکھ کر آنکھ کھلتی ہے اور بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے کہ جب اس شیخ ومرشد کے متعلقین کے اخلاق کا یہ عالم ہے تو حضرت کے اخلاق کا کیا عالم ہوگا؟ اور جن کو براہ راست حضرت اقدس سے سابقہ پڑا ہے یا پڑتا ہے وہ اس کی تصدیق کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں اور یہ کہنے پر کہ ''اللہ اکبر'' ایسے اخلاق کریمانہ کا مظاہرہ دوسری جگہ کم نظر آتا ہے ؎

آفاقہا گردیدہ ام بسیار خوباں دیدہ ام
محفل میں تیری آئے تو، تو چیزے دیگری

اس مقام پر وہ منظر بھی یاد آرہا ہے کہ ہمارے شیخ ومرشد دامت برکاتہم العالیہ ''مسجد رحمٰن'' کے قریب ایک گوشت کی دوکان سے گوشت لیکر دو بھاری تھیلیوں میں گھر کی طرف روانہ ہورہے تھے، اس ناکارہ نے دیکھا تو دوڑ کر حضرت گرامی دامت برکاتہم کے دست مبارک سے اس گوشت کو لینے کے لئے بیحد کوشش کی اور ایک طرح سے اصرار کی کیفیت پیدا ہوگئی جو اندر کی کیفیت کا نتیجہ تھا کہ ان کے ہاتھ میں اس طرح کا وزن ہو اور ان کا کوئی ادنیٰ سا دیوانہ یا پروانہ وہاں کھڑا ہو اور وہ یہ کوشش نہ کرے کہ اس کو لے لے اور حضرت اس کو لیکر چلیں، یہ برداشت کرنا آسان کام نہیں، مگر حضرت اقدس نے ہرگز لینے نہیں دیا اور خود ہی لیکر گھر تشریف لے گئے حالانکہ اس میں خاصا وزن تھا، اس کو حضرت کی

کمال درجہ تواضع ہی کہی جاسکتی ہے جو سلف صالحین کے واقعات میں پڑھنے کو ملتی ہے اور اگر بات آجائے اس محبوب کی شفقت ومحبت کی تو شاید ہر متعلق کے پاس اس کے تعلق سے نہ جانے کتنے واقعات وحالات اور معاملات ہونگے جن کو وہ جانتے ہیں اور ان کی ایک طویل داستان اور بڑی تاریخ ان کے پاس جمع ہوگی، اگر یہ راقم السطور اس کو قلم بند کرنا چاہے ہوسکتا ہے کہ الفاظ کا دامن تنگ پڑ جائے اور صحیح نقشہ نہ کھینچا جاسکے لیکن جب جذبات، محبت کے دریا میں موجوں کی شکل میں امنڈ پڑیں تو وہ خود اپنا راستہ بنالیا کرتے ہیں حضرت اقدس کی ظاہری باطنی، مادی معنوی، ایمانی اور عرفانی شفقتیں اس نالائق بندہ پر تقریباً دس بارہ سال سے موسلا دھار بارش کی طرح برستی رہی ہیں، جس کے نتیجہ میں حضرت کی بے پناہ روحانی توجہات کے حصول کی سعادت میسر آئی، جو زندگی کا سب سے بڑا انقلاب اور سب سے عظیم فائدہ کہا جاسکتا ہے۔

آپ سے پہلی ملاقات

اس کی مختصر سی داستان یہ ہے کہ جب برطانیہ کے اسفار کا سلسلہ حضرت اقدس والد بزرگوار حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کی معیت ونصرت میں شروع ہوا تو وہاں کے اسفار سے باطنی کیفیات میں بہت بڑا نقصان محسوس ہونے لگا، ایک روز اسی غم اور افسوس میں بیٹھا ہوا تھا اور رفیق محترم مولانا فضل الحق صاحب مدظلہ کے مکان پر ان کے چھوٹے بھائی نور الحق صاحب جو عالم فاضل ہیں اور ایک بزرگ سے منسلک ہیں، گفتگو چل رہی تھی رمضان المبارک کا مقدس مہینہ رات کے تقریباً دو بجے تھے مزید چار بجے سحر میں اٹھنے کا تقاضہ، مگر دو دیوانے اپنی باتوں میں مست تھے، میں ان سے

پوچھ رہا تھا کہ آپ اپنے شیخ کے پاس جاتے ہو اور بار بار جاتے ہو کہ نہیں، جب میں نے کچھ تذکرہ کیا اور اخیر میں یہ چاہا کہ میں یہاں آکر اپنے مشائخ وطن سے دور ہوجاتا ہوں اور اپنے باطن میں بہت نقصان محسوس کرتا ہوں اے کاش! کہ یہاں کوئی شیخ ومرشد اللہ کا نیک بندہ میسر آجاتا جن کے دامن سے وابستہ ہوکر ان باطنی کیفیات میں کچھ سدھار پیدا ہوتا اور اچھے احوال نصیب ہوتے، اتنی بات پر انہوں نے کہا کہ اب بہت دیر ہوچکی ہے، سحر میں اٹھنا ہے، اچھا آپ بھی آرام کریں اور میں بھی چلتا ہوں۔

وہ چلے گئے اور یہ بندہ وہیں آرام کرنے لگا، کچھ دیر کے لئے نیند آگئی تو خواب میں حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ کی زیارت سے مشرف ہوا کہ میں ان کی خدمت میں ہوں اور ان کی ٹانگیں دبا رہا ہوں اور ان کو کچھ احوالِ دل عرض کررہا ہوں، اتنے میں سحری کا وقت ہوگیا اور اس کی تیاری میں لگ گئے لیکن طبیعت میں حضرت کی طرف ایک زبردست کشش اور جاذبیت اس طرح کہ جس طرح کوئی مقناطیسی طاقت لوہے کو کھینچتی ہے، ہو رہی تھی اور ملاقات کا اشتیاق بیحد غالب آرہا تھا، یوں اس اللہ والے کی دور دور سے زیارت اس سے پہلے بھی بارہا ہوتی رہتی تھی اور آپ کا مستقل مراقبہ کا معمول اپنے اصحاب کے ساتھ حلقہ بنا کر توجہ دینے کا طریقہ جو بیشتر مشائخ نقشبندیہ کے یہاں معمول بہ ہے ''مسجد رحمٰن'' میں حق تعالیٰ کے الطاف رحیمانہ اور عنایات کریمانہ کے حصول کے لئے چلا آرہا تھا، نصیبہ ور فیض یاب ہو رہے تھے اور دیکھنے والے دیکھ کر جارہے تھے اور استفادۂ روحانیہ سے محروم تھے، کیونکہ صرف کسی دریا کے دیکھنے سے سیرابی نہیں ہوسکتی جب تک کہ اس سے باضابطہ سیرابی کا انتظام نہ ہو، یہی کیفیت ہماری بھی تھی لیکن پہلے

سے اس سلسلہ سے تعلق ہونے کی وجہ سے حضرت اقدس کی طرف باطنی کشش ہوتی تھی مگر اس پر کچھ تالے لگے ہوئے تھے جو بہت سے خزانوں پر لگے ہوتے ہیں اور ان کے کھلتے کھلتے ایک وقت لگ جاتا ہے، خیر! جس رات میں اشارۂ ربانی اور لطیفۂ رحمانی میسر آیا اس دن ملاقات کا بیحد اشتیاق غالب تھا، اس ناکارہ نے رفیق محترم مولانا فضل الحق صاحب کو ساتھ لیکر حضرت کے مکان پر حاضری دی اور وہ مجھ کو وہاں پہونچا کر چلے گئے، اب میں تھا اور حضرت تھے اور وہی ملاقات کا تقریباً منظر تھا جو خواب میں نظر آیا تھا وقت سہانا تھا اللہ کی رحمتوں کے نزول کی سعادت حاصل ہونے والی تھی، حضرت سے اپنے دل کی کیفیات بیان ہوئی تو ان کی بے پناہ توجہات دریائے فیض سے ویران میدانوں کو سبزہ زار کرنے کے لئے امنڈ پڑی اور یہ منظر تھا ۔

پہلی نظر بھی آپ کی اُف کس بلا کی تھی
ہم آج تک وہ چوٹ دل پر لئے ہوئے ہیں

دل اللہ کی یاد سے لبریز ہو چکا تھا اور ایسا لگ رہا تھا کہ تمام بدن اللہ کی یاد سے سرشار اور لطف اندوز ہو رہا ہے اور میں گویا اس عالم میں ہوں ہی نہیں، اس قدر توجہات کا منظر تھا کہ جو بیان نہیں ہوسکتا، دل کی ویرانی ختم ہو چکی تھی اور رحمانی کیفیات کا دور دورہ تھا ۔

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی   مرا با جان جاں ہمراز کردی

اس کے بعد دل ہر وقت اس دریا میں غوطہ لگا رہا تھا اور کسی طرف بھی جانے کو، رہنے کو نہ چاہتا تھا، تھوڑی سی آنکھ بند ہوتی، دل یا حق کے ساتھ دھڑ دھڑ کرنے لگتا، اگر

آنکھ لگ جاتی تو ایسا محسوس ہوتا کہ دل اپنا کام پوری تیز رفتاری کے ساتھ کر رہا ہے اور گویا ایک مشین چل رہی ہے اور اللہ اللہ کی آواز آرہی ہے اور بار بار حضرت اقدس سے ملاقات کیلئے دل بیقرار اور روح بیتاب، نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت اقدس کے ساتھ ان کی خانقاہ میں اس رمضان المبارک کا کچھ وقت گذارنے کی نوبت آئی اور حضرت دامت برکاتہم العالیہ نے اسباق نقشبندیہ مع توجہات روحانیہ سے مختصر مدت میں فیض یاب فرمایا اور باطنی کدورات اور انقباض سب کو اپنی توجہات سے دھوڈالا، ان عظیم الشان شفقتوں عنایتوں اور محبتوں کے صلے تو ان کے لئے رب العالمین ہی کے یہاں ہیں، وہی اپنی شایان شان ان کو بہترین بدلے اپنی عنایتوں رحمتوں اور نعمتوں سے دے سکتے ہیں، ہم تو ان کے لئے اپنے بہترین جذبات کا ہی تذکرہ کر سکتے ہیں اور ان کے لئے اور ان کے گھر والوں کے لئے ہر وقت اور ہر دم دعا ہی کر سکتے ہیں کہ اللہ پاک حضرت گرامی دامت برکاتہم العالیہ کو اور ان کے جملہ اہل خانہ بطور خاص ذوالقدر والمجد مولانا محمد صاحب زید مجدہ کو اپنے والد گرامی کا بہترین جانشین بنائے اور یہ سلسلہ مزید ترقیات کے ساتھ بڑھتا ہی چلا جائے، آمین یا رب العالمین ۔

الغرض اس کے بعد سے ہر سال ماہ رمضان المبارک میں حضرت کے الطاف کریمانہ اور توجہات روحانیہ کے بے شمار مناظر دیکھنے کو ملتے رہے اور اس روحانی دریا سے سیرابی اور فیوض و برکات کے سمندروں میں کچھ نہ کچھ پانے کے مواقع بفضل اللہ وکرمہ حاصل ہوتے رہے، حضرت اقدس کی توجہات کی برکات کا معاملہ جو اس ناکارہ پر گذرا اس کے دو منظر مولائے کریم نے اپنے فضل وکرم سے دکھائے، اگر ان کو ظاہر کیا

جائے ،معلوم نہیں کون کیا سمجھے گا اور اگر ان کو ظاہر نہ کیا جائے تو ایک بہت بڑے محسن کی فیض و برکت کا ایک باب مخفی رہ جائے گا ،اب جب ایسی کشمکش ہے اور موقع امتحان اور میرے پاس کوئی مشیر بھی نہیں جو اس موقع پر رہنمائی کا کام انجام دے ،صرف اور صرف حق تعالیٰ جل شانہ عم نوالہ کی ذات پاک ہے اور انہیں کی طرف توجہ کی جا سکتی ہے اور انہیں سے رجوع ہو سکتا ہے اور انہیں کی ذات پاک پر بھروسہ کر کے دوسرے پہلو کو ترجیح دیتے ہوئے کہ ایک اللہ کے عظیم الشان ولی کی فیض صحبت کے یہ اثرات سنکر نہ جانے کتنے قلوب کو اشتیاق حاصل ہوگا اور اس کے نتیجہ میں کتنے انسانوں کو فیضان الٰہی اور فیضان نبویؐ اور مشائخ حق کی ایک جماعت اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ اور عمل کا جذبہ بیدار ہوگا اور کتنے ہی بندگانِ خدا نور سنت سے منور ہوں گے ،ان چیزوں کو لکھنے کیلئے ڈرتے ڈرتے ہمت کی جا رہی ہے ،اللہ پاک ہر طرح کے ریاء سے حفاظت فرمائے اور صرف اپنی رضاء کا اور ہدایت کا اور استقامت کا اور روحانی اضافوں کا بندہ کیلئے اور اس کے احباب کیلئے ذریعہ بنائے۔

حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ کے ساتھ تعلق کو جب کئی سال کا عرصہ گذر گیا اس درمیان میں ذکر و اذکار اور حضرت کے فیضان کو لوگوں میں تقسیم کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوتی رہی ،جو حضرت ہی کے حکم کی ایک مختصر سی تعمیل تھی ،اسی اثنا میں ایک مرتبہ عمرہ کے ارادہ سے حرمین شریفین کے سفر کی سعادت نصیب ہوئی ،عمرہ سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ زادہا اللہ شرافۃً وکرامۃً میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی اور وہاں اللہ پاک سے دعا کی گئی جس میں بہت ہی زیادہ اصرار کی کیفیت غالب تھی یا اللہ!

اپنے پیارے محبوب ﷺ کی زیارت سے مشرف فرما، یہ ہر مؤمن کی ایک بڑی تمنا ہوتی ہے اور رہتی ہے،اس دعا میں اس قدر اپنے حق تعالیٰ سے اصرار کا معاملہ بڑھا کہ یا اللہ! اگر آپ نے اپنے محبوب کی زیارت نہ کرائی تو میں یہ سمجھوں گا کہ یہ سفر اور یہاں کی حاضری بالکل قبول نہیں ہے اور میرا یہاں آنا آپ کو پسند نہیں آیا، اس قسم کی والہانہ کیفیت میں دعا کرتے کرتے ایک اچھا خاصا وقت گذر گیا، فجر حرم نبویؐ میں پڑھنے کے بعد اپنے کمرہ پر آکر جو ایک پاکستانی ہوٹل کے قریب تھا، لیٹ گیا، تو اللہ پاک نے اپنے محبوب سید الثقلین کی زیارت کی سعادت سے مشرف فرمایا اور وہ منظر بھی دکھلایا کہ آپ کہاں سے تشریف لا رہے ہیں، جس حجرۂ مبارکہ سے آپ تشریف لا رہے ہیں وہ ایک اچھا خاصہ بڑا کمرہ ہے، اس کے اندر ایک اور کمرہ ہے اور بہت ہی زیادہ منور ہے جیسا کہ ہزاروں سفید بلب جل رہے ہوں اور اعلان ہو رہا ہے کہ اے لوگو! رسول پاک ﷺ تشریف لا رہے ہیں متوجہ ہو جاؤ، دیکھا تو وہاں پندرہ بیس مخصوص لوگ کھڑے تھے، یہ اعلان سنکر یہ بندہ بھی وہاں اشتیاق میں کھڑا تھا، لائن میں لگ رہا تھا، پھر یہ سوچا کہ اگر لائن میں لگا تو ان سب کے بعد نمبر آئے گا، ان سب سے آگے الگ ایک جگہ پر کھڑا ہو گیا یہ سوچکر کہ جب محبوب رب العالمین تشریف لائیں اور زیارت کا موقع ہوگا تو سب سے پہلے دوڑ کر میں ہی حضرت سے لپٹ جاؤں گا، چنانچہ اللہ کا محبوب، ایمان والوں کا محبوب، اللہ کے نور کا مجسم، پیکرِ جمیل، چمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ، عمامہ باندھے ہوئے، لنگی زیب تن، چاک دار کرتہ پہنے ہوئے تشریف لائے، چہرۂ اقدس پر ڈاڑھی کا حسن و جمال، عجیب نورِ محبوبیت کا عالم سامنے تھا، فوراً میں دوڑ کر حضرت اقدس سے لپٹ

گیا، پیشانی مبارک کو بوسے دینے لگا اور گفتگو کر رہا تھا اور اپنے کچھ عرض ومعروض دیر تک کرتا رہا، حضرت اقدس ﷺ نے اپنی پانچ انگلیاں سینہ پر ماری اور پورا جسم اللہ اللہ، اللہ اللہ کہنے لگا، گویا تمام لطائف ذاکر تھے اور دل کی دھڑکن اللہ کے ذکر کے ساتھ اس قدر تیز ہوگئی کہ جب آنکھ کھلی تو محبوب کا نقشہ نظروں میں تھا، محبوب غائب ہوا اور پورے بدن سے اللہ اللہ کی صدا جاری ہوگئی۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب شیخ ومرشد کی روحانی توجہات ہی کا فیض تھا، شام کو عشاء کے بعد جب روضۂ اقدس پر صلوۃ وسلام پڑھنے کیلئے حاضری دی سب لوگ جا چکے تھے مسجد نبوی شریف بند ہونے کا وقت ہو رہا تھا اور روضۂ اقدس پر صلوۃ وسلام پڑھنے والے صرف پندرہ بیس افراد تھے اور یہ بندہ بھی تھا اس وقت ان توجہات کے اثرات اس قدر محسوس ہوئے ایسا لگا کہ اگر یہاں اس مقدس مقام پر تو اور زیادہ کچھ دیر ٹھہرا تو شاید دل پھٹ جائے گا اور تحمل وبرداشت نہ کر سکے گا، سر سے پاؤں تک رونا اور پسینہ ایک ہو کر چل رہا تھا، یہ معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ رونا زیادہ یا پسینہ زیادہ ہے، وہاں سے اپنے کمرہ پر آکر کھانا کھایا، آرام میں لگ گیا اور عجیب وغریب حالت تھی، یہ سب اس مرشد گرامی اور شیخ کامل کی توجہات کے مظاہر تھے جو نظر آئے۔

دوسرا ایک روحانی منظر اور ہے جو ایک موقع پر اللہ پاک نے محض اپنے فضل وکرم سے دکھایا، یہ بھی حضرت گرامی دامت برکاتہم کی توجہات عالیہ کی ایک مثالی صورت ہے اس کا پس منظر یہ ہے کہ ایک سفر کے دوران جبکہ یہ فقیر رمضان المبارک میں برطانیہ پہونچا، ابھی حضرت سے ملاقات کی نوبت نہیں آئی تھی یا آگئی تھی، یاد نہیں ہے

اغلب یہ ہے کہ ابھی مانچسٹر ہی میں تھا اور حضرت سے ملاقات کیلئے ایک دوسرے شہر بولٹن جانا تھا یہ معلوم ہوا کہ آپ عمرہ کیلئے تشریف لے جا چکے ہیں، اب ظاہر ہے کہ ملاقات نہیں ہوسکتی یہ سنکر جہاں ایک طرف حضرت گرامی قدر کے سفر عمرہ پر جانے کی بے انتہا خوشی تھی، وہیں دوسری طرف ملاقات نہ ہونے کا افسوس اور شدید احساس بھی تھا، پھر جب یہ خیال ہو رہا تھا کہ رمضان المبارک کے بعد معلوم نہیں کہ حضرت گرامی کی واپسی کب ہوگی نیز مدرسہ کی مشغولیات کی وجہ سے جلدی واپسی کا نظام بنا ہوا تھا، تو اسی فکر میں سفر گذر رہا تھا، ایک روز خواب میں حضرت کی ملاقات میسر آئی اور وہ خواب کا منظر بھی عجیب وغریب تھا جس سے اس بات کا یقین ہوگیا کہ انشاء اللہ ملاقات کی سعادت سے محروم نہ رہوں گا۔

ادھر وقت بڑی تیزی کے ساتھ گذر رہا تھا اور رمضان المبارک کا مقدس مہینہ پورا ہونے جا رہا تھا اور روانگی کا وقت بھی قریب آرہا تھا اور ادھر حضرت والا کے واپسی کے نظام کا کچھ علم ہونے نہیں پا رہا تھا، بلکہ ہوتے ہوتے عید بھی گذر گئی اور مزید اور چند دن بھی گذر گئے اور وطن کے سفر کی تیاری کی جا رہی تھی، میں اپنے رفیق محترم مولانا فضل الحق صاحب مدظلہ العالی سے بولٹن ملاقات کر کے مانچسٹر جہاں سے روانہ ہونا تھا تیاری میں مصروف تھا، ادھر مولانا فضل الحق صاحب زید احترامہٗ بھی اپنے اعزاء واقرباء سے ملنے کیلئے لندن کے سفر پر روانہ ہو چکے تھے، اگلے روز سفر کرنا تھا کہ اچانک ان کا فون آیا اور انہوں نے بتلایا کہ معلوم ہوا ہے حضرت گرامی قدر تشریف لا چکے ہیں اور ابھی قریب میں ہی پہونچے ہیں اور یہ کہ تم چلے جاؤ، ہوسکتا ہے کہ عشاء کی نماز میں ملاقات

ہوجائے، بندہ یہ سنکر فوراً ایک دوست کو ساتھ لیکر مانچسٹر سے بولٹن حضرت گرامی قدر سے ملاقات کیلئے حاضر ہوا، عشاء کی نماز تیار تھی، مسجد (الرحمٰن) میں جو حضرت گرامی قدر کے مکان سے قریب ہے نماز پڑھی اور نماز کے بعد ساتھ ساتھ چلدیا، کچھ ہی فاصلہ پر حضرت دامت برکاتہم کا مکان ہے وہاں حضرت اندر لے گئے اور ملاقات کا شرف حاصل ہوا، چہرۂ اقدس پر بے حساب انوار وبرکات تھے، حضرت دامت برکاتہم حرمین شریفین کے انوار وبرکات، وہاں کی نماز، وہاں کی تلاوت اور وہاں کے روح پرور ایمان افروز اور روحانی کیفیتوں سے لبریز مناظر کے تذکرے فرمارہے تھے اور مجھ پر یہ احساس غالب ہورہا تھا کہ ہمارے حضرت بھی ان انوار وبرکات سے مکمل طور پر فیض یاب اور لبریز ہوکر تشریف لائے ہیں، میری توجہ حضرت کی طرف تھی اور یقیناً ان کی بے حد وحساب توجہ اس بندہ کی طرف تھی، دوتین گھنٹے بیٹھنا ہوگیا حالانکہ ان کو سفر کی تکان بھی تھی، مگر اس اللہ کے عارف اور رسول اللہ ﷺ کے عاشق نے یہ نہیں کہا کہ تم چلے جاؤ پھر مجھ ہی کو یہ خیال ہوا کہ بہت دیر ہوچکی ہے اور ابھی کچھ کھانا وانا بھی نہیں ہوا ہے اور حضرت پر بھی سفر کی تکان کا اثر ہوگا، یہ سوچ کر وہاں سے اٹھنے لگا تو جسم اٹھنے کا متحمل نہیں ہورہا تھا، ایسا محسوس ہورہا تھا کہ بدن بالکل جام ہوچکا ہے، بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھال کر مصافحہ اور معانقہ کرکے دوبارہ غایت محبت میں وہاں سے نکلا اور اپنے مستقر پر آیا۔

محترم ومکرم جناب حضرت مولانا فضل الحق صاحب زید مجدہ کے سفر پر جانے کی وجہ سے ان کے بھائی مولانا نورالحق صاحب کے مکان پر جو قریب میں ہی ہے چلا گیا، وہ اس ملاقات کی کیفیت معلوم کررہے تھے اور مجھ سے کچھ جواب نہیں دیا

جارہا تھا، انہوں نے مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دیا اور گھر میں خود اندر جاکر انڈے کا آملیٹ تیار کیا اور جو کچھ میسر تھا وہ سب لیکر حاضر ہوگئے ادھر وہ کھانے کیلئے اصرار کر رہے تھے، لیکن کیفیت کچھ اور تھی جلدی میں چلے گئے، اور بندہ نے مولانا فضل الحق صاحب کے مکان پر سحری تک کا وقت پورا کیا۔

اسی دوران میں جو مختصر نیند آئی اس میں حق تعالیٰ شانہ نے یہ منظر دکھایا کہ بندہ مدینہ طیبہ میں حاضر ہے اور وہ مشہور اور معروف کنواں جو ''بئر اریس'' کے نام سے موسوم ہے سامنے ہے اور اس میں پانی بھرا ہوا ہے اور قریب میں پانی نکالنے کا کوئی انتظام نہیں ہے، یہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ صاف وشفاف پانی اوپر تک آگیا ادھر ایک ٹین کا لوٹا جو ہمارے دیار میں استعمال ہوتا ہے رکھا ہوا ملا، خوشی کے مارے لوٹا اٹھایا اور بھر کر پیا، پھر اور پیا، یہ سوچ کر کہ یہ مبارک کنواں ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کی مبارک انگوٹھی حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے گرگئی تھی اور کھوگئی تھی اور پھر باوجود تلاش بسیار کے نہیں ملی تھی یہ عجیب وغریب منظر اللہ پاک نے دکھایا، اٹھنے کے بعد ذہن پر یہ بات سوار تھی کہ یہ سب کچھ حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ کی توجہات روحانیہ کی ایک صورت مثالیہ ہے جو اللہ پاک نے اس صورت میں دکھائی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

آپ کی توجہات

یہ سب آپ کی توجہات کا فیض ہے، جہاں تک تعلق ہے آپ کی ان توجہات کے اثرات کا اور ان سے فیض یاب ہونے والوں کا اور نوع بنوع برکات سے اپنے قلوب کو منور کرنے کا، اس کے گواہ تو ہزاروں وہ افراد ہیں جن کو آپ کی توجہات مبارکہ سے فیض

پہونچا اور ان کو ظلمات سے نور ہدایت اور بدعات سے نور سنت اور غفلتوں سے تذکر وبصیرت اور شریعت وسنت کے انوار وبرکات اور اعمال صالحہ کی توفیق ہوئی ہزاروں انسانوں نے آپ کے ہاتھ پر کفروشرک سے توبہ کی، ہزاروں افراد نے آپ کے ذریعہ سے بدعات وخرافات سے نجات پائی، ہزاروں افراد نے آپ کے ذریعہ سے شراب وکباب کی مستیوں کو چھوڑ کر اللہ کے عشق ومعرفت کا جام طہور پیا اور ہزاروں وہ افراد ہیں جو سینما ہالوں اور بازاروں کی خرافات سے بچ کر ذکروفکر کی مجالس کے دیوانے بنے، ہزاروں وہ افراد ہیں جنھوں نے صوم وصلوۃ کے حقیقی ذائقے چکھے اور ہزاروں وہ افراد ہیں جنھوں نے قرآن وسنت کی عمدہ تعلیمات سے اپنے قلوب کو منور کیا اور مغربیت زدہ ماحول میں پلنے اور بڑھنے کے باوجود اپنے آپکو اس ماحول کی خرافات سے بچایا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہزاروں انسانوں کے چہرے ڈاڑھی کے نور سے منور ہزاروں انسانوں کے سروں پر عمامے، ان کے سفید لباس، لنگیاں زیب تن، تسبیح ان کا شعار، تلاوت ان کا ذوق، نماز ان کا شوق، استغفار ان کا مزاج، توبہ ان کا حال اور ذکر کی مجالس ان کی روحانی اور ایمانی کیفیات کے حصول کا مرکز بن گئی، اور ان کو زندگی گذارنے کا بہترین سلیقہ حاصل ہوا اور بدعات وخرافات چھوڑ کر سنتوں کے دلدادہ ہوگئے اور ایک اتنی بڑی جماعت عابدین، زاہدین کے طرز پر چلنے والوں کی تیار ہوگئی کہ جب وہ ایک ساتھ جمع ہوتے ہیں اور نماز وتراویح اور ذکرواذکار کی مجالس میں انتہائی شوق اور انتہائی جذبہ اور ولولہ کے ساتھ کئی کئی سومیل کی مسافت طے کرکے حاضر ہوتے ہیں ’’اللہ اکبر کبیرا‘‘ ایسا محسوس ہوتا ہے گویا کہ یہ فرشتوں کی جماعت اور صوفیائے کرام کا گروہ ہے جن کے قلوب پر سکینت اور اطمینان نازل ہورہا ہے۔

یہ اتنی بڑی کرامت ہے کہ جس کے سامنے ہزاروں کرامتیں کچھ نہیں ہیں کیونکہ پتھروں کو تراشنا آسان، لوہے کو تراشنا آسان، لکڑیوں کو تراشنا کچھ سے کچھ بنادینا آسان، لیکن ایسے خطرناک ترین ماحول میں جہاں شراب وکباب، بدکاریاں اور بدکاریوں کے اڈے اپنی تمام سہولیات کے ساتھ موجود، ادھر جوانی، اور اُوپر سے نہ کسی روک ٹوک کرنے والے اور منع کرنے والے کا خوف وڈر اور نہ تصور، سرکاری طور پر ہر چیز کی آزادی، ہر شخص کو ہر کچھ کرنے کا موقع اور اجازت ایسے میں حق تعالیٰ کے خوف، رحمٰن تعالیٰ کی محبت کا حصول اور شریعت وسنت پر استقامت اور ذکرواذکار کی محفلوں میں نوجوان دوستوں کی شرکت اور ان کے اخلاق کریمانہ اور ایک دوسری کی خدمت کا جذبہ اور ان کے آداب ظاہری اور باطنی اور اپنے شیخ کی عظمت ومحبت اور حد درجہ ان کی عقیدت، بلکہ عقیدت میں فنائیت ایک ایسا روحانی نظام کہ دیکھنے والا متحیر ہوجائے کہ کیسی عجیب اور کیسی زبردست تربیت ہے جو دنیا میں بہت کم نظر آتی ہے۔

اس سے ہمارے شیخ ومرشد دامت برکاتہم العالیہ کا ایک اور بڑا کمال ظاہر ہوتا ہے جو دنیا میں بہت کم مشائخ کو حاصل ہوتا ہے کہ ان کے مریدوں میں صلاح اور آداب کی اس قدر رعایت اور ظاہر وباطن کی اصلاح کی فکر یہاں تک کہ برطانیہ کے اس گندے ماحول میں اپنے گھروں سے ٹیلی ویژن جیسی خرافات سے اجتناب یہ سب چیزیں حضرت دامت برکاتہم کی توجہات کے اثرات ہیں جو لوگوں کے ظاہر وباطن سے نظر آرہے ہیں۔

آپ کی توجہ کا معاملہ اتنا قوی ہے کہ اگر آپ کسی پر معمولی توجہ بھی فرمادیں تو

اس کے باطن میں ایک ہل چل مچ جائے اوراس پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوجاتی ہے لیکن خوامخواہ یا بلا طلب توجہ کرنا مشائخ کا نہ معمول ہے اور نہ طریقہ، جب کوئی خالصۃً للہ تعالیٰ اپنے آپ کو طالب بنا کر اور محتاج بنا کر سچائی کے ساتھ ان کی خدمت میں پیش کرتا ہے پھر وہ اس کی خدمت کرنا اپنا فریضہ جانتے ہیں اوراس کو حق تعالیٰ کا مہمان تصور کرتے ہیں جس کی میزبانی کرنا وہ اپنا ذمہ جانتے ہیں اور اپنی مسئولیت اور ذمہ داری کا احساس کرتے ہیں کہ کسی طرح سے ہمارے پاس آنے والے لوگ متقی اور پرہیزگار بن جائیں اور ذکر وفکر سے وابستہ ہوکر زندگی شریعت وسنت کے مطابق گذاریں جوان کی تمام محنتوں کا خلاصہ ہے۔

آپ کا عشق الٰہی

حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں: وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُباً لِلّٰہِ ایمان والوں کو اپنے رب سے بہت ہی زیادہ محبت ہوتی ہے، معلوم ہوا کہ اللہ سے عشق ومحبت کا ایک حصہ منجانب اللہ تمام ایمان والوں کو نصیب ہوتا ہے مگر جو حق تعالیٰ شانہ سے خاص محبت اور تعلق رکھتے ہیں ان میں یہ وصف بہت ہی زیادہ غالب ہوتا ہے اور وہ ہر دم حق تعالیٰ شانہ کی محبت میں کوشاں رہتے ہیں اور روز بروز ترقیات روحانیہ میں لگے رہتے ہیں، خاصانِ خدا عشق الٰہی کے سمندر میں غوطہ زن ہوتے ہیں اور ان کے قلوبِ مجلیٰ پر ہر وقت تجلیاتِ محبت کا نزول ہوتا ہے اور جب وہ اپنے اوپر اپنے پروردگار کی خاص عنایات دیکھتے ہیں تو ان کی محبت میں اوراضافہ ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ ایک وقت وہ آتا ہے کہ وہ ہر وقت حق تعالیٰ شانہ کی محبت اور عشق کی

شراب پی کر مست رہتے ہیں جس کو حضرت شیخ المشائخ امام الاولیاء سید الطائفہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اس طرح فرمایا:

شربت الحب كاساً بعد كاسٍ　　فما نفد الشرابُ وما رويتُ

میں محبت کے جام کے جام پیتا چلا گیا نہ تو وہ شراب محبت ختم ہوئی اورنہ میں سیراب ہی ہو پایا اور جس قدر اللہ کی معرفت ومحبت کی شراب پیتے ہیں اسی قدر ان کی تڑپ اور پھڑک میں اضافہ ہوتا ہے، دنیا کے بیمار تو اپنی بیماریوں سے شفایابی کی تلاش میں لگے رہتے ہیں اور عاشقانِ رب اپنے اس مرض کے بڑھانے میں مشغول ہوتے ہیں ؎

مریضِ عشق پر رحمت خدا کی　　مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی
مریضِ عشق پر رحمت خدا کی　　مرض بڑھنے کی روز وشب دعاء کی

ایک ظاہری مریض کا حال ہے اور ایک اللہ کے عاشق کا کہ اس کا یہ مرض ہی تمام امراض کی دوا اور تمام بیماریوں کا علاج ہوتا ہے اور وہ اس کو ایک بہترین طبیب جانتا ہے جو تمام امراض باطنہ کا علاج کرتا ہے اور یہ عشق وتعلق ہی اس کی زندگی کی معراج اور مقصد ہوتا ہے۔

آتش از تو میان جاں دارم　　لیک صد مہر بر زباں دارم

ترجمہ وتشریح: آپ کی محبت کی آگ جان کے اندر رکھتا ہوں لیکن زبان پر ہر وقت سیکڑوں عنایات بیان کرتا ہوں، یعنی آتش محبت کو خلق سے مخفی رکھتا ہوں کیونکہ اس آگ کا لذیذ ہونا عامۃ الناس کی عقول کے ادراک سے بالاتر ہے۔

مرد خدا مست بود بے شراب　　مردِ خدا نیست ز خاک وز آب

ترجمہ وتشریح: خاصان حق بے شراب ہی مست رہتے ہیں، وہ عالم خاکی وآبی میں رہتے ہوئے اپنے دل کو اس سے بے گانہ اور حق کا دیوانہ رکھتے ہیں۔

جہاں میں رہتے ہوئے ہیں جہاں سے بیگانے
بھلا کو شانِ محبت کو کوئی کیا جانے

دل میں ان کی یاد کی لذت ہوتی ہے اور زباں پر ان کے نام کا تکرار۔

آپ کا عشق رسول ﷺ

اس موضوع پر قلم اٹھانا بہت مشکل ہے، اس لئے کہ ہمارے شیخ مدظلہ العالی اس معاملہ میں جن بلند ترین کیفیات کے حامل ہیں ان کی ترجمانی کرنا آسان نہیں ہے، اس سمندر میں انہوں نے کتنے غوطے لگائے ہیں اور کیا کیا جواہرات اور قیمتی خزانوں کا سراغ لگایا ہے اس کی خبر کون دے سکتا ہے، ہاں کبھی کبھی ان کے کلام سے ان کیفیات کا ظہور ہوتا ہے جو اس باب میں گزری اور کتنی دفع ان کے عشق رسول کے نتیجہ میں رسول پاک ﷺ کی زیارت کا شرف اور فیض حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا، جس کو حقیقت میں وہ جانتے ہیں اور رب العزت والجلال ہی جانتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ عم نوالہ نے بچپن سے آپ کو رسول اکرم ﷺ کے ساتھ بے انتہاء عقیدت، بے انتہا عظمت، بے انتہا محبت اور بے پناہ اتباع سنت کا ذوق عطا فرمایا ہے، پھر جب سے آپ کو مرشد کامل حضرت شاہ علی المرتضیٰؒ کی صحبت بابرکت حاصل ہوئی اور شیخ کی بے پناہ محبت عقیدت کے ساتھ خدمت اور قربت کا عظیم شرف ملا جب سے تو آپ اس کمال پر پہنچے کہ دوسرے بہت کم اس مقام پر پہنچ پاتے ہیں،

پھر آپ کا یہ عشق رسول ﷺ آپ کی زبان وقلم پر اس طرح جاری ہوا جیسا کہ حضرت مولانا رومؒ کی زبان پر عشق الٰہی کے دریاؤں میں غوطہ لگانے کے بعد مثنوی مولانا روم کا دریا جاری ہوا، اور یہ اٹھائیس ہزار کی شکل میں بہ پڑا، اگر اس ذخیرہ کو جمع کیا جائے جو بحر عشق رسول ﷺ سے موجوں کی شکل میں اٹھا اور دلوں کو منور کرتا ہوا جاری ہوا اور ایک عظیم الشان دفتر کی شکل میں سامنے آئے گا، ان کے بہت سے اشعار تو ایسے جذبات اور کیفیات کے حامل ہیں کہ اگر یہ راقم السطور یہ کہے کہ زندگی میں پہلی بار ایسے جذبات اور کیفیات کے حامل اشعار سننے کو ملے جن سے دل دماغ منور ہوتا ہے اور عشق رسول ﷺ کے دریا میں تلاطم پیدا ہوتا ہے تو مبالغہ نہ ہوگا، اگر چہ بعض کو بعض اشعار پر اشکال ہوسکتا ہے، اشکال اور اعتراض سے دنیا میں کوئی خالی نہیں لیکن صحیح نظر رکھنے والے انسان کیلئے ہر چیز کی ایک بہترین تاویل اور توجیہ سامنے آتی ہے اور اس کو ان چیزوں میں بہت سی وہ چیزیں نظر آتی ہیں جو دوسروں کو نظر نہیں آتیں۔

جہاں تک تعلق ہے اعتراض کا تو اعتراض کس پر نہیں ہوا؟ کب نہیں ہوا؟ اور بیشتر اعتراض یا تو حقیقت حال سے عدم واقفیت پر مبنی ہوتا ہے یا کسی کی مرجعیت اور شہرت پر حسد سے ہوتا ہے، چنانچہ بہت سے علماء ظاہر اپنے اپنے زمانہ میں ارباب حقیقت صوفیاء کرام سے بدظنی کا شکار ہوئے ہیں اور جب صحیح حقیقت سے واقف ہوئے پھر توبہ کی اور تائب ہوکر خود بھی ایک متبع سنت، ذاکر، شاغل اور اولیا اللہ کے خدام میں شامل ہوکر اس مقدس گروہ میں داخل ہوئے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ کے چند واقعات ذکر کئے جائیں ہوسکتا ہے کہ ان واقعات کو پڑھ کر کسی کا باطن سنور جائے اور اولیاء اللہ کے ساتھ عداوت اور دشمنی سے باز آجائے اور اس کی زندگی کا رخ خود بھی

صحیح ہوجائے اور جو صحیح رخ پر چل رہے ہیں ان کو گمراہ کرنے سے اس کو باز آنے اور توبہ کرنے کی توفیق ہوجائے، چنانچہ کچھ واقعات پیش خدمت ہیں:

سید الشریف جرجانیؒ کا حضرت خواجہ عطارؒ کی خدمت میں حاضر ہونا اور بیعت ہونا

(۱) عارف سامی ملا جامی قدس سرہ ''نفحات الانس'' میں سید المحققین السید الشریف الجرجانیؒ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں کہ انہیں خواجہ علاء الدین عطار قدس اللہ روحہ کے سلسلہ میں داخل ہونے کی توفیق حاصل ہوئی، خواجہؒ سے انہیں نیاز واخلاص تام تھا، بارہا فرمایا کرتے تھے کہ میں جب تک شیخ زین العابدین علی کلالؒ (جو مشائخ شیراز میں تھے) کی صحبت میں حاضر نہ ہوا مجھے رفض سے نجات حاصل نہیں ہوئی اور جب خواجہ علاء الدینؒ کی صحبت میں نہیں بیٹھا خدا کو نہیں پہچانا۔

اسی طرح شاہ رفیع الدین دہلویؒ فرماتے ہیں:

ائمة اهل العقل بالأخرة الیٰ اهل هذالشان وانتساب شیخ الفلاسفة ابی علی بن سینا الی الشیخ ابی الحسن الخرقانی وابی سعید المبهتی وامام المتکلمین الفخر الرازی الی الشیخ ابن العربی وکذا رجوع طائفة من اصحاب البرهان الی مشرب هذالشان شائع ذائع۔	ائمہ اہل عقل کا بالآخر اس شان کے بزرگوں کی طرف انتساب اور شیخ الفلاسفہ ابی علی بن سینا کا شیخ ابوالحسن الخرقانی اور ابو سعید المبہتی سے اور امام المتکلمین فخر الدین رازی کا شیخ ابن عربی سے اور اسی طرح اصحاب برہان کی جماعت کا صوفیہ کے مشرب سے انتساب بہت زیادہ مشہور ہے (تصوف اور سلوک ص ۲۲)۔

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت میں حاضری اور معرفت وحقائق سے آگہی

(۲) ملا علی قاری حنفی ہرویؒ نے ''شرح آداب المریدین'' میں لکھا ہے کہ ان سے شیخ عارف شہاب الدین سہروردی نے فرمایا کہ میں ابتداء میں علم کلام کے حصول میں مشغول رہتا تھا اور اسی مقصد سے میں نے متعدد کتابیں حفظ کر لی تھی، اس سے میرے چچا مجھے منع کرتے تھے اور میں اس کی کچھ پروا نہیں کرتا، ایک روز انہوں نے قطب ربانی غوث صمدانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا اور میں بھی ان کے ساتھ ہولیا، میرے چچا نے مجھ سے کہا حاضر قلب رہ! کہ تو ایسے شخص کے حضور میں جارہا ہے جس کا قلب اپنے رب سے خبر حاصل کرتا ہے اور اس کی برکاتِ نظر کا منتظر رہ! جب ہم بیٹھ گئے تو میرے چچا نے کہا ''یا سیدی یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے اور علم کلام کے حصول میں بڑا حریص ہے، میرا اس کو منع کرنا مفید ثابت نہ ہوا'' وہ یہ کہہ کر خاموش ہوگئے، حضرتؒ نے فرمایا ''تو نے کونسی کتابیں حفظ کی ہیں؟'' میں نے عرض کیا ''فلاں فلاں'' آپ نے اپنے دست مبارک سے میرے سینہ پر مسح کیا اور خدا کی قسم کہ مجھے ان کتابوں میں سے ایک لفظ بھی یاد نہ رہا جن کو میں ساری عمر حفظ کرتا رہا تھا اور میرا سینہ علوم لدنیہ وعوارف ربانیہ سے بھر گیا، پس میں لسانِ ناطق وقلبِ صادق لے کے ان کے پاس سے اٹھا آپ نے فرمایا ''اے عمر تو عراق کی آخری مشہور ہستی ہوگا'' اور یہی ہوا اور شیخ شہاب الدین اپنے زمانہ کے شیخ الشیوخ بالاتفاق قرار پائے، یقین کا دروازہ شیخ شہاب الدین پر اس لئے کھلا کہ وہ اولیاء کے ساتھ حسنِ عقیدت رکھتے تھے (ایضاً ص ۲۶)۔

امام الحرمین کا صوفیاء پر اعتراض اور پھر تائب ہونا

(۳) یہی حال امام الحرمین کا تھا کہ انہیں صوفیاء سے عقیدت نہ تھی، ایک روز وہ نماز صبح کے بعد درس دے رہے تھے کہ بعض مشائخ صوفیاء میں سے کسی ایک کا ادھر سے گذر ہوا اور انکے ساتھ ان کے دوست احباب بھی تھے، اور وہ کسی دعوت میں جا رہے تھے امام نے اپنے دل میں کہا ''ان لوگوں کا سوائے کھانے اور رقص کرنے کے اور کوئی شغل نہیں معلوم ہوتا'' جب شیخ دعوت سے واپس ہوئے تو انہوں نے امام سے پوچھا ''اے فقیہ اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا ہے کہ حالت جنابت میں نماز ادا کرتا ہے اور مسجد میں بیٹھ کر علوم کا درس دیتا ہے اور لوگوں کی غیبت کیا کرتا ہے'' اس وقت امام کو یاد آیا کہ ان پر غسل جنابت واجب تھا، اس کے بعد انہوں نے صوفیاء کے متعلق اپنے اعتقاد کو درست کیا (اس کا ذکر امام یافعیؒ اور علی قاریؒ نے مرقاۃ وغیرہ میں کیا ہے) بعد میں امام الحرمین نے ابو طالب مکی سے بیعت کی اور خرقۂ تصوف حاصل کیا اور امام قشیری سے بھی خرقہ حاصل کیا (ایضاً ص ۲۸)۔

امام غزالیؒ کا صوفیاء پر انکار اور پھر تائب ہونا

(۴) یہی حال حجۃ الاسلام امام غزالیؒ کا تھا، صوفیاء سے انہیں سخت تعصب تھا اور مشرب صوفیاء اور مذہب حنفیہ کو کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے لیکن جب انہیں صوفیاء کی صحبت نصیب ہوئی تو انہوں نے اپنے تعصب کو ترک کیا اور امام ابو حنیفہؒ کی تعریف کی اور صوفیاء اور ان کے علوم عالیہ کے متعلق اپنے عقیدہ کی تصحیح کی، آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ **ضیعنا عمرنا فی البطالۃ** (ہم نے اپنی عمر بطالت میں ضائع کی) اور بعض وقت کہتے **ضعیت العمر العزیز فی تصنیف البسیط والوسیط والوجیز** (میں اپنی عمر ''بسیط، وسیط، وجیز'' کی تصنیف

میں ضائع کی) تصوف کے اسرار معلوم کرنے کے بعد آپ نے ''المنقذ میں الضلال''، مشکٰوۃ الانوار اور احیاء العلوم جیسی کتابیں تصنیف فرمائیں اور صوفیاء کے معارف و مسائل کی تحقیق کی، خصوصاً مسئلہ وحدۃ الوجود اور سماع کی معاصرین میں سے بعض نے ان کا شدت سے انکار کیا اور کفر کا فتوٰی دیا اور کتاب ''احیاء العلوم'' کو نذر آتش کیا، پھر حق تعالیٰ نے ان کی تائید فرمائی اور ان کی اسی کتاب کو آب زر سے لکھا گیا (ایضاً ص ۲۸)۔

نیز ایک مقام پر امام غزالیؒ نے لکھا ہے: امام حجۃ الاسلام ''المنقذ من الضلال'' میں اپنے ابتدائی احوال کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ان خلوتوں اور عزلتوں میں بہت سے اسرار مجھ پر منکشف ہوئے جن کا شمار یا احاطہ ناممکن ہے، ہاں صرف اسی قدر بیان کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ جس سے لوگوں کو فائدہ پہونچے، اس عرصہ میں مجھے یقیناً معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ پر چلنے والے صوفیائے کرام ہی ہیں اور انہی کی سیرت و عادت سب سے افضل و برتر ہے، انہی کا طریقہ اور راستہ سب راستوں سے سیدھا ہے، انہی کے اخلاق سب اخلاق سے پاکیزہ ہیں، بلکہ اگر کل عقلاء کی عقلیں اور سب حکماء کی حکمتیں اور کل علمائے شریعت اور واقفان علوم دینیہ کے علوم جمع کئے جائیں تو صوفیائے کرام کے اخلاق اور اطوار و سیرت و طبیعت کی ذرہ بھی برابری نہ کر سکیں اور نہ ان کو کسی زیادہ بہتر چیز میں بدل سکیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صوفیائے کرام کی تمام حرکات و سکنات ظاہری و باطنی مشکوٰۃِ نبوت کے نور سے مقتبس ہیں اور روئے زمین پر کوئی نور سوائے نورِ نبوت کے ایسا نہیں جس سے روشنی حاصل کی جا سکے، خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جو طریق ایسا مقدس ہو کہ اس کی پہلی شرط ماسوی اللہ سے دل کا پاک وصاف ہونا ہو اور اس کا پہلا ہی مرحلہ بجائے تحریمہ نماز کے ذکرِ الٰہی میں قلب کا مستغرق ہونا ہو اور اس کا آخری درجہ فنا فی

اللہ بالکلیہ ہو، ایسے طریق کی بابت کوئی کیا نکتہ چینی کرسکتا ہے (ایضاً رص ۱۳)۔

علامہ ابن الجوزیؒ کا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ پر اعتراض اور توبہ کرنا

(۵) یہی حال ابن جوزیؒ کا تھا جو صوفیاء کے شدید منکرین میں سے تھے اور ان سے کامل منحرف انہوں نے اپنی کتاب ''تلبیس ابلیس'' لکھی اور اس میں امت کے مختلف فرقوں اور خصوصاً صوفیاء نے جو ظاہر شریعت سے اختلاف کیا ہے وہاں شیطان کے دخول کی نشاندہی کی ہے اور ان پر طعن کیا ہے، وہ امام محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کا بھی سختی سے انکار کیا کرتے تھے اور اسی وجہ سے کچھ عرصہ ان پر سخت حالات بھی گزرے (جیسا کہ فصول ستہ وغیرہ میں اس کا ذکر کیا گیا ہے) جب وہ حضرت شیخ جیلانیؒ کے حضور میں حاضر ہوئے اور ان کا وعظ سنا تو ان پر شدید وجد طاری ہوا، انہوں نے اپنے کپڑے پھاڑ دئے، اور شاید اسی تغیر کے بعد انہوں نے اپنی کتابیں ''صفوۃ الصفوۃ'' اور ''ثبات عندالممات'' تالیف کی ہیں (ایضاً رص ۲۹)۔

کونسے علماء وارث انبیاء ہیں؟

علماء انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں، وہ علم جو انبیاءؑ سے باقی رہا ہے، دو قسم کا ہے: ایک علم احکام، دوسرے علم اسرار، اور عالم وارث وہ شخص ہے جس کو ان دونوں علموں سے حصہ حاصل ہو، نہ کہ وہ شخص جس کو ایک ہی قسم کا علم نصیب ہو، اور دوسرا علم اس کے نصیب نہ ہو کہ یہ بات وراثت کے منافی ہے کیونکہ وارث کو موروث کے سب قسم کے ترکہ سے حصہ حاصل ہوتا ہے نہ کہ بعض کو چھوڑ کر بعض سے، اور وہ شخص جس کو بعض معین سے حصہ ملتا ہے، وہ غرما یعنی قرض خواہوں میں داخل ہے کہ جس کا حصہ اس کے حق کی جنس سے متعلق ہے (مکتوبات امام ربانی حصہ چہارم رص ۱۸۹)۔

اولیاء اللہ سے محبت رکھئے

خواجہ مہدی علی کشمیری کی طرف صادر فرمایا:

الحمدلله و كفىٰ وسلام على عباده الذين اصطفىٰ امابعد!

آپ کا گرامی نامہ جو کہ کمال محبت واخلاص سے لکھا گیا تھا بمع تحفہ تحائف پہنچا۔ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ سے اس جماعت کی محبت پر استقامت نصیب فرمائے، اور انہیں کے ساتھ قیامت کو اٹھائے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے والا بدقسمت نہیں رہتا، ان سے محبت رکھنے والا محروم نہیں رہتا، ان سے میل جول رکھنے والا بے مراد نہیں رہتا، یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے جلیس ہیں، جب ان پر نگاہ پڑتی ہے تو خدا یاد آجاتا ہے، یہ وہ لوگ ہیں کہ جو ان کو پہچان لے وہ اللہ تعالیٰ کو پالیتا ہے، ان کی نگاہ دوا ہے، ان کی گفتگو شفا اور ان کی صحبت نور اور رونق ہے، یہ وہ لوگ ہیں کہ جس نے صرف ان کے ظاہر کو دیکھا، وہ نامراد ہوا اور گھاٹے میں پڑا، اور جس نے ان کے باطن پر نگاہ رکھی وہ نجات پا گیا اور کامیاب ہوا۔

جس نے کہا ہے کیا خوب کہا ہے کہ ''اے خداوند تو نے اپنے دوستوں کو کیسے بنادیا ہے کہ جس نے ان کو پہچان لیا اس نے تجھے پالیا۔ اور جب تجھے نہ پایا ان کو نہ پہچانا''۔ یعنی ان کا پہچان لینا اور تجھے پالینا ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتے، تقدم ذاتی کس طرف سے ہے ایک لحاظ سے تو ''شناخت'' کو ہے اور ایک لحاظ سے ''پالینے'' کو، اور ترجیح اسی قول کو ہے کہ خدا تعالیٰ کی شناخت پہلے، کیونکہ وہی پہلے ہے اور ابتدا اسی سے زیادہ اچھی اور بہتر ہے، **والسلام عليكم وعلىٰ من لديكم** ۔

(ماخوذ از: مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی حصہ ہفتم، دفتر دوم رص ۲۰)

حضرت ابوبکرِ صدیقؓ

اور طریقۂ نقشبندیہ کی فضیلت

ابوبکرِ صدیق اکبرؓ کو رسول پاک ﷺ کے بعد جو مقام اور مرتبہ حاصل ہوا اس میں ان کے جن کمالات کو دخل ہے ان میں سب سے بڑی صفت ان کی مسابقت الی الایمان، اللہ اور رسول کی کمال محبت، فنائیت در توحید، معرفت باری تعالی میں تعمق اور گہرائی جیسے اوصاف ہیں، اور ان جیسے کمالات نے ان کو جہاں خلافت ظاہری یعنی حکومت وسلطنت تک پہنچایا وہیں دینی امامت، دینی مرجعیت اور مقتدائیت عطا فرمائی اسی کا نام خلافت راشدہ ہے، یعنی خلیفۂ راشد وہ ہوتا ہے جو ایک طرف حکومت وسلطنت کے ظاہری انتظامات کرتا ہے تو دوسری طرف دینی روحانی کمالات میں بھی لوگوں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتا ہے جس کی سند زبان رسالت سے انکو حاصل ہوئی، رسول پاک ﷺ نے فرمایا اِقْتَدَوا، **بالذین من بعدی ابی بکر وعمر**، میرے بعد ابوبکر وعمر کی اتباع کرنا، اور اس سے بڑھ کر کیا ہوسکتا ہے کہ اللہ پاک نے فرمایا: **اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنّ اللّٰہ مَعَنَا** ، یعنی جب کہ حضور اپنے دوست صدیق اکبرؓ سے فرمارہے تھے مت گھبراؤ بیشک اللہ پاک ہمارے ساتھ ہے اس میں حضرت صدیق اکبرؓ کی بہت بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے، ان فضائل وکمالات نے آپ کو اس مقام پر پہنچایا کہ تمام امت کا اس بات پر اتفاق ہوگیا کہ رسول پاک ﷺ کے بعد آپ سب سے افضل اور صاحب کمالات انسان تھے، خود حضرات صحابہ کرامؓ بھی حضرت صدیق اکبرؓ کو حضور پاک ﷺ کے بعد سب سے افضل سمجھا کرتے تھے جیسا کہ بخاری

اور ابوداؤد کی روایات اس پر شاہد ہیں چنانچہ امام بخاریؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے **قال کنا فی زمان النبی ﷺ لانعدل با بی بکر احداً** اور امام ابوداؤد نے جو روایت نقل کی ہے اس میں ہے حضرت ابن عمر نے فرمایا **کنا نقول ورسول اللہ ﷺ حیٌّ افضل امة النبی ﷺ بعدہ ابوبکرؓ** کہ حضور پاک ﷺ کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکرؓ ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ مشائخ نقشبندیہ اپنے سلسلہ کو حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اس سلسلہ کی افضلیت کی یہ بھی ایک بڑی وجہ ہے کہ اس کا آغاز حضرت صدیق اکبرؓ سے ہوا جن کو رسول پاک ﷺ سے نسبت اتحادی حاصل تھی اسی وجہ سے حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ العزیز سلسلہ نقشبندیہ کو تمام سلاسل پر فوقیت دیتے ہیں، ایک موقعہ پر فرماتے ہیں کہ ''یہ سلسلہ وصول الی اللہ کے لئے سب طریقوں کے سب سے زیادہ قریب ہے اور اس سلسلہ کے مشائخ بار بار فرماتے ہیں کہ جہاں اور سلسلوں کی انتہا ہے وہاں سے ہمارے سلسلہ کی ابتداء ہے، ان کی انتہاء ہماری ابتدا میں درج ہے، سلسلہ نقشبندیہ جو بزرگوں کا طریقہ ہے بعینہ صحابہ کرام کا طریقہ ہے''۔

(دیکھئے مکتوب نمبر ۵۸/دفتر اول/حصۂ دوم/ص ۱۹۵)

نیز دفتر اول حصہ چہارم/ص ۵۱۶ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں ''حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا کہ ہمارا طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے اور فرمایا کہ حق تعالی سے میں نے ایسا طریقہ طلب کیا جو بیشک موصل ہو اور آپ کی یہ التجاء قبول ہوگئی ہے چنانچہ ''رشحات'' میں حضرت خواجہ احرار قدس سرہ سے منقول ہے کہ یہ طریقہ کیونکر اقرب اور موصل نہ ہو جب کہ انتہاء اس کے ابتداء میں

مندرج ہے وہ شخص بہت ہی بدقسمت ہے جو اس طریق میں داخل ہو اور استقامت اختیار نہ کرے اور بے نصیب چلا جائے''۔

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست

سورج کا کیا قصور اگر کوئی خود ہی نابینا ہو

نیز حضرت شیخ جمال ناگوریؒ کی طرف ایک مکتوب صادر فرماتے ہوئے حضرت مجدد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ'' پیری و مریدی طریقۂ نقشبندیہ میں طریقہ کے سکھانے اور سیکھنے سے ہے کلاہ اور شجرہ سے نہیں جس طرح کہ دوسرے سلاسل میں متعارف ہے ان بزرگوں کا طریقہ صحبت ہے اور ان کی تربیت انعکاسی ہے اس بناء پر ان کی بدایت میں دوسروں کی نہایت درج ہے اور ان کا راستہ بالکل قریب ہے ان کی نظر امراضِ قلبیہ کو شفا دیتی ہے اور ان کی توجہ باطنی بیماریوں کو دفع کرتی ہے۔

☆ نقشبندیہ عجیب قافلہ سالار اند ☆

☆ کہ برند از رہِ پنہا بحرم قافلہ را ☆

ترجمہ نقشبندی عجیب قافلہ سالار ہیں کہ پوشیدہ پوشیدہ قافلے کو حرم تک پہنچا دیتے ہیں'' (مکتوبات دفتر دوم حصہ اول رص ۹۸۷/)۔

مزید بصیرت پیدا کرنے کے لئے حضرت مجدد صاحب قدس سرہ کا ایک اور مکتوبِ مبارک ملاحظہ فرمائیے جو آپ نے اپنے دادا پیر حضرت خواجہ امکنگی قدس سرہ کے صاحبزادے خواجہ محمد قاسمؒ کو تحریر فرمایا، حضرت لکھتے ہیں: مخدوم زادہ کو معلوم ہونا چاہئیے کہ اس بلند طریقہ کی بلندی اور طبقۂ نقشبندیہ کی رفعت التزام سنت اور بدعت سے اجتناب

کے باعث ہے اس لئے اس بلند طریقہ کے اکابر نے ذکر جہر سے اجتناب فرمایا ہے اور ذکر قلبی کی تلقین کی ہے اور سماع، رقص، وجد و تواجد سے جو آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے راشدین علیہم الرضوان کے زمانہ میں نہیں تھا، منع کیا ہے اور خلوت نشینی اور چلہ کشی جو زمانہ صحابہ میں نہیں تھی اس کے بجائے خلوت در انجمن کو اختیار کیا ہے تو لازماً اس التزام و پابندی پر نتائج عظیمہ مرتب ہوئے ہیں اور بدعت سے بچنے پر ثمرات کثیرہ حاصل ہوئے ہیں، اسی بنا پر یہ بات ہے کہ دوسروں کی نہایت ان کی بدایت میں درج ہے اور ان کی نسبت دوسروں کی نسبتوں سے فائق و اعلیٰ ہے، ان کا کلام امراض قلبیہ کے لئے دوا اور ان کی نظر عللِ معنویہ سے شفا بخشتی ہے اور ان کی اعلی توجہ طالبوں کو کونین کی گرفتاری سے نجات عطا کرتی ہے اور ان کی بلند ہمت مریدوں کو پستی امکان سے بلندی وجوب تک پہنچاتی ہے (مکتوبات حصہ سوم دفتر اول رص ۳۹۷)۔

صحائف معرفت

یہ سلوک و تصوف میں معارف و حقائق پر مشتمل ایک شاندار کتاب ہے، جس کے مصنف اپنے دور کے بہت بڑے عالم اور عابد، ذاکر و شاغل انسان تھے، یعنی حضرت شیخ عبدالرزاق جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ، جی چاہتا ہے کہ اس لائن کے شائقین کیلئے انکی کتاب کے کچھ اقتباسات پیش کیے جائیں تا کہ ذاکرین کیلئے ذکر میں مزید رغبت و شوق پیدا ہونے کا ذریعہ بنے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف جاذبیت و کشش میں اضافہ ہو، چنانچہ شیخ قدس سرہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

جو ملازمتِ ذکر یعنی ذکرِ وحدت کے تسلسل و دوام سے حاصل ہوتی ہے ملازمتِ ذکر کے یہ معنی ہیں کہ تو برابر اس امر کی کوشش کرتا رہے کہ غیرِ حق کے ذکر سے نجات پائے

اور غیر اللہ کے تصور کو فراموش کر دے، اللہ جل شانہ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے: **یَاۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُو اذْکُرُو اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا** ''اے ایمان والو اللہ کا ذکر کرو اور مسلسل ذکر کرو'' دوبارہ ارشاد ہوتا ہے: **فاذکرونی اذکرکم** ''میرا ذکر کرو میں تمہیں یاد کروں گا'' حدیث میں آیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے حضور مقبول سے فرمایا کہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ میں نے آپ کی امت کو وہ نعمت عطا فرمائی ہے جو دوسری امتوں میں سے کسی کو نہیں دی گئی، حضور ﷺ نے دریافت فرمایا وہ نعمت کیا ہے؟ جبرئیلؑ نے جواب دیا: خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے **فَاذْکُرُوْنِیْۤ اَذْکُرْکُمْ** امتِ محمدی کے علاوہ کسی اور امت کے لئے یہ نہیں کہا گیا۔

افضل الذکر ''**لا الٰہ الا اللہ**'' اور افضل دعا ''**الحمد للہ**'' ہے اسی لئے مشائخ میں سے ایک جماعت نے اس کو ذکر الٰہی میں شمار کیا ہے، باطن کی جِلا میں اس کلمہ کی عجیب خاصیت ہے اور جب سالک اس کلمہ پر سچائی اور اخلاص کے ساتھ مداومت کرے گا وسوسے دور ہوں گے اور یہ کلمہ باطن میں حدیثِ نفس کی جگہ لے لے گا، اسی لئے اس کو ''دلیل السالکین'' یعنی رہنمائے سالکین کہتے ہیں۔

نیز ایک مقام پر لکھتے ہیں: عمدۃ الابرار میں ہے کہ فقیہ زاہد ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''التنبیہ'' میں لکھا ہے کہ تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ بکثرت **لا الٰہ الا اللہ** کا ورد کریں اور صبح و شام اللہ پاک سے اس کی دعا کریں کہ وہ کسی وقت اس کلمہ سے غافل نہ ہوں اور اپنے نفس کی گناہوں سے حفاظت کریں، اللہ پاک ہمہ وقت اپنے بندوں کو دیکھتا رہتا ہے اور ان کی نگہداشت کرتا ہے (صحائف معرفت/ص ۲۲۵)۔

نیز فرماتے ہیں کہ شیخ ابو القاسم قشیری خدائے تعالیٰ ان کی خاک کو عنبریں

فرمائے، کہتے ہیں: کہ کوئی شخص اللہ پاک تک نہیں پہنچ سکتا سوائے اس کے کہ ذکرِ الٰہی پر مداومت اختیار کرے، سعادتِ ابدی کی خوشبو کسی سالک کے مشامِ جان تک بغیر ذکر اللہ کے نہیں پہنچی اور وصالِ الٰہی کی نسیمِ خوش گوار کسی محبت کرنے والے کے غنچۂ دل تک بغیر دوام ذکر کے نہیں آئی۔ شیخ علی دقاقؒ کہتے ہیں کہ ذکر منشورِ ولایت ہے جس کو ذکرِ دوام کی توفیق ارزانی فرمائی گئی اسے مسندِ دولت پر بٹھایا گیا، اور جس کے دل سے توفیق ذکر کو سلب کر لیا گیا وہ بارگاہ قبولیت تک پہنچنے سے محروم رہا، ہر طاعت و عبادت کے لئے کوئی نہ کوئی وقت مقرر کیا گیا ہے، سوائے ذکرِ الٰہی کے جس کے واسطے کہا گیا ہے **یَا اَیَّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ اذْکُرُ اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا** تم کثرت سے اللہ پاک کا ذکر کرو۔

نیز فرماتے ہیں کہ پیرِ طریقت شیخ ابو بکر جعفر شبلیؒ فرماتے ہیں مجھے متمول لوگوں کے مال پر کبھی حسرت نہیں ہوتی، اور بادشاہوں کی سواریوں کو دیکھ کر کبھی مجھ پر ہیبت طاری نہیں ہوتی اور رؤسا کی نعمتوں کی میں کبھی آرزو نہیں کرتا، بلکہ میں اس درویش دل ریش کو دیکھ کر رشک کرتا ہوں جس پر زمانہ بھر کی پریشانیاں ہجوم کر آتی ہیں اور وہ اپنے کلبۂ احزاں میں سر بہ زانو ہوتا ہے اور ابھی اس کے لب پر ''یارب'' آتا بھی نہیں کہ بارگاہِ الٰہی سے اس کا جواب آ جاتا ہے اور اس کی جانِ حزیں کو مسرور و شادماں کرتا ہے کہ اے میرے بندے میں موجود ہوں، اے عزیزو! اپنے دلوں کو متوجہ کرو اور سنو کہ دوست کیا کہتا ہے! **فاذکروانی اذکرکم** اگر غافلوں کو یہ معلوم ہو جاتا کہ اللہ کے عاشقوں اور اس کی راہ کے طالبوں کو کیا لذت و راحت ذکر میں میسر آتی ہے تو یا وہ غیرت سے عاشقانِ الٰہی کو مار ڈالتے یا خود حسرت سے مر جاتے (ایضاً/ص ۲۲۹)۔

نیز فرماتے ہیں: کہ حضرت تستریؒ فرماتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ کا ثواب واجر کوئی شے نہیں ہوسکتی اِلا دیدارِ الٰہی کے کہ وہی دونوں جہان میں سب سے بڑی نعمت ہے، باقی تمام اعمالِ صالحہ کا اجر جنت ہے (اَیضاً ص ۲۳۵)۔

نیز ایک موقع پر لکھتے ہیں: کہ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ سے منقول ہے: آپ نے فرمایا کوشش کرنا کہ تمام عمر میں وہ ایک لمحہ میسر آجائے، جب زمین وآسمان میں سوائے ذاتِ الٰہی کے تجھے اور کچھ نظر نہ آئے اور کوئی اور خیال یا تفرقہ تیرے دل کے پاس نہ ہو اور اسی ایک لمحۂ لانہایت کے سہارے تو تمام عمر تونگری وبے نیازی کے ساتھ بسر کرسکے (اَیضاً ص ۲۵۴)۔

نیز ایک جگہ پر لکھتے ہیں: کہ حضرت خواجہ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ نے افادہ واکتساب کو کیوں ترک کردیا؟ آپ نے فرمایا کہ اگر پلک جھپکنے کے برابر وقت میں بھی میرا دل مشغولِ حق ہوجائے اور دنیا ومافیہا کا خیال مجھے نہ آئے تو یہ لمحہ علومِ اولین وآخرین کے حصول کی کوشش کے نتائج سے بہتر ہوگا (اَیضاً ص ۲۶۲)۔

فائدہ: سبحان اللہ! جب ایسے ایک لمحہ کی یہ فضیلت ہے تو جن اہل اللہ کو اس کیفیت میں گھنٹے نصیب ہوتے ہیں ان کی فضیلت اور عظمت کا کیا کہنا؟ اسی کیلئے مشائخ اولیاء اللہ کی محنتیں ہوتی ہیں۔

\BISMILLAH\ not found.

کتابیات

۱	قرآن کریم	۲۶	فتاویٰ محمودیہ
۲	تفسیر بیان القرآن	۲۷	فتاویٰ دار العلوم زکریا (افریقہ)
۳	تفسیر روح المعانی	۲۸	کتاب الاذکار للنوویؒ
۴	تفسیر ابن کثیر	۲۹	فضائل ذکر
۵	تفسیر مظہری	۳۰	رسائل ابن عابدین
۶	صحیح بخاری	۳۱	دلائل السلوک
۷	صحیح مسلم	۳۲	حیات الصحابہ
۸	سنن ابوداؤد	۳۳	تذکرۃ الرشید
۹	سنن ترمذی	۳۴	تاریخ مشائخ چشت
۱۰	سنن ابن ماجہ	۳۵	عرفان محبت
۱۱	شعب الایمان	۳۶	مقاماتِ مظہری
۱۲	الترغیب والترہیب	۳۷	مکتوبات مجدد الف ثانیؒ
۱۳	مرقات شرح مشکوٰۃ	۳۸	دُرُّ المعارف
۱۴	المنہل العذب المورود	۳۹	مشائخ نقشبندیہ
۱۵	فیض الباری شرح بخاری	۴۰	سعادت العباد
۱۶	فتح الباری	۴۱	اکمال الشیم
۱۷	العرف الشذی	۴۲	سالارِ نقشبندیہ
۱۸	الکوکب الدری	۴۳	سیرت امام ربانی
۱۹	فتاویٰ شامی	۴۴	صحائفِ معرفت
۲۰	فتاویٰ عالمگیری	۴۵	ملفوظات علامہ انورشاہ کشمیریؒ
۲۱	الحاوی للفتاویٰ	۴۶	ملفوظات حضرت رائپوریؒ
۲۲	سباحۃ الفکر فی الجہر فی الذکر	۴۷	ملفوظات فقیہ الامت
۲۳	فتاویٰ رشیدیہ	۴۸	ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ
۲۴	باقیات فتاویٰ رشیدیہ	۴۹	تصوف اور سلوک
۲۵	امداد الفتاویٰ		